

خونناک ڈاکٹر محبت



جنوری 2014

نیاسال مبارک

RS:65

ماہنامہ لامود / ماہ جنوری 2014ء کے شمارے
خوفناک ڈائجسٹ / طلسمی ٹوپی نمبر کی جھلکیاں

64 14 دسمبر این اے کاوش، سرگودھا	6 تلاش عشق (قسط 1) ریاض احمد لاہور
86 راہِ حق کا مسافر کامران خلیل، واہ کینٹ	72 یہ جنون منزل عشق ہے فروا خاں ملتان
20 موت کی دستک ساحل دُعا بخاری بصیر پور	98 لال چشمہ نامعلوم
122 پراسرار حویلی سوینا لطیف فتح پور	108 عاشق ڈائن فیصل شہزاد فتح جنگ

کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں تبدیلی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشرز شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریڈیو گن روڈ، لاہور)

خوفناک ڈائجسٹ 2

ماہنامہ لامود / ماہ جنوری 2014ء کے شمارے
خوفناک ڈائجسٹ / طلسمی ٹوپی نمبر کی جھلکیاں

132 طلسمی ٹوپی محمد ذاکر ہلاں آزاد کشمیر	48 ہوس قمر قمر دنشاد رتوال
160 نفس کے پجاری اینیلہ غزل، حافظ آباد	20 آخری قسط موت کی منزل پرنس کریمر پشاور
168 خوابوں کی دشمن ایم عاصم ملک، میانوالی	174 ممی کا انتقام حسن فیاض کراچی
پسندیدہ اشعار	خطوط

کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں تبدیلی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشرز شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریڈیو گن روڈ، لاہور)

خوفناک ڈائجسٹ 3

حضور کا انداز گفتگو

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو نہایت شیریں اور دل آویز ہوتی تھی۔ جیسے لہجے میں گفتگو فرماتے تھے۔ بات کرنے کا یہ انداز تھا کہ ایک ایک فقرہ الگ الگ ہوتا تاکہ سننے والے ایک ایک جملے کو ذہن نشین کر لیں۔ ایک ایک بات کو تین بار فرماتے تھے جس بات پر زور دینا مقصود ہوتا تو کئی کئی دفعہ اس کا اعادہ فرماتے۔ دوران گفتگو اکثر نگاہ مبارک آسمان کی طرف ہوتی۔ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے۔ بات کرتے ہوئے خوشی کی کیفیت ہوتی تو نگاہیں نیچی ہو جاتیں، ہنسی کی بات ہوتی تو آپ مسکرا دیتے۔

حضور کا حلیہ اقدس

میان قد، رنگ سفید و سرخ، پیشانی چوڑی، دھانہ کشادہ، دندان مبارک خوبصورت چمکدار، گردن اونچی، ریش مبارک گھنی، چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح روشن، جسم اطہر کی جلد نرم و نازک، سر کے بال اکثر شانوں پر لٹکے رہتے، دیکھنے والا آپ کو دیکھتا کہ ایسا پر نور چہرہ آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام (پہلے یہودی تھے) پہلی بار جب آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھتے ہیں تو فوراً پکار اٹھتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں۔ جابر بن سمرہ ایک صحابی ہیں ان سے کسی نے پوچھا کیا سرکارِ دو عالم کا چہرہ سورج کی طرح چمکتا تھا؟ فرمایا: نہ وغور شید کی طرح دھمکتا تھا۔ آپ کے چہرہ مبارک پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی۔

توبہ اسلام۔ فیصل آباد

نماز

ان فرائض میں سب سے پہلا فرض نماز ہے۔ یہ نماز کیا ہے؟ دن میں پانچ وقت زبان اور عمل سے انہی چیزوں کا اعادہ جن پر تم ایمان لائے ہو۔ تم صبح اٹھے اور سب سے پاک صاف ہو کر اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو گئے۔ اس کے سامنے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، جھک کر، زمین پر سر ٹیک کر، اپنی بندگی کا اقرار کیا۔ اس سے مدد مانگی، اس سے ہدایت طلب کی، اس سے اطاعت کا عہد تازہ کیا، اس کی خوشنودی چاہنے اور اس کے غضب سے بچنے کی خواہش کا بار بار اعادہ کیا، اس کی کتاب کا سبق دہرایا، اس کے رسول کی سچائی پر گواہی دی اور اس دن کو بھی یاد کیا جب تم اس کی عدالت میں اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے حاضر ہو گے۔ اس طرح تمہارا دن شروع ہوا۔ چند گھنٹے تم اپنے کاموں میں لگے رہے۔ پھر ظہر کے مؤذن نے تم کو یاد دلایا کہ آؤ اور چند منٹ کے لئے اس سبق کو پھر دہراؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو بھول کر تم خدا سے

بے نیل ہو جاؤ۔ تم اٹھے اور ایمان تازہ کر کے پھر دنیا اور اس کے کاموں کی طرف پلٹ آئے۔ چند گھنٹے کے بعد پھر عصر کے وقت تمہاری طبیعت ہوئی اور تم نے پھر ایمان تازہ کیا۔ اس کے بعد مغرب ہوئی اور رات شروع ہو گئی۔ صبح کو تم نے دن کا آغاز جس عبادت کے ساتھ کیا تھا رات کا آغاز بھی اسی سے کیا تاکہ رات کو بھی تم اس سبق کو نہ بھولنے پاؤ اور اسے بھول کر بھٹک نہ جاؤ۔ چند گھنٹوں کے بعد عشاء ہوئی اور سونے کا وقت آ گیا۔ اب آخری بار تم کو ایمان کی ساری تعلیم یاد دلا دی گئی کیونکہ یہ سکون کا وقت ہے۔ دن کے ہنگامے میں اگر تم کو پوری توجہ کا موقع نہ ملا ہو تو اس وقت اطمینان کے ساتھ توجہ کر سکتے ہو۔ دیکھو یہ وہ چیز ہے جو ہر روز دن میں پانچ وقت تمہارے اسلام کی بنیاد کو مضبوط کرتی رہتی ہے۔ بار بار تم کو اس بڑی عبادت کے لئے تیار کرتی ہے جس کا مفہوم ہم نے ابھی چند سطور پہلے تم کو سمجھا دیا ہے۔ یہ ان تمام عقیدوں کو تازہ کرتی رہتی ہے جن پر تمہارے نفس کی پاکیزگی، روح کی ترقی، اخلاق کی درستی اور عمل کی اصلاح موقوف ہے اس لئے غور کرو۔

راشدہ تبسم ظاہر پیر خورشید آباد

فضائل مسجد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو، پس میوہ کھاؤ۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا: مساجد۔ کہا گیا اور میوہ کھانا کیا ہے اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکانوں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ کی طرف مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ برے مکانوں میں سے اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات شخص ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ میں رکھے گا کہ اس دن اس کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ 1- امام عدل کرنے والا، 2- جوان آدمی کہ اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں خرچ کرے، 3- وہ شخص کہ اس کا دل مسجد کے ساتھ لٹکا ہوا ہے جب اس سے نکل جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی طرف پھر آوے، 4- اور وہ شخص کہ محبت رکھتے ہیں اللہ کے لئے اس پر اکٹھے ہوں اور اس پر جدا ہوتے ہوں، 5- وہ آدمی جو تمہاری میں اللہ کو یاد کرتا ہے پس اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں، 6- وہ آدمی کہ اس کو ایک صاحب حسب و جمال عورت اپنی طرف بلائی ہے وہ کہتا ہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، 7- وہ آدمی جو اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہے اس کو چھپاتا ہے۔ ان سات میں سے کسی کا باپاں ہاتھ نہیں جانتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تلاش عشق

-- ریاض احمد -- باغبانپورہ -- لاہور -- قسط نمبر 1- 0341.4178875

ہانیہ۔ رات کے پچھلے پہر جب سب سو رہے تھے۔ ہانیہ کو کسی کی آواز سنائی دی۔ آواز اجنبی تھی۔ وہ ا یکدم اٹھ گئی اور خیمہ سے باہر جھانکا تو اس کو باہر کوئی کھڑا دکھائی دیا۔ اس نے ایک دم اس کو پہچان لیا۔ وہ وہی تھا ہاں وہی تھا۔ وہ تیزی سے باہر نکلی۔ کس نے تمہیں یہاں قید کیا ہوا ہے اور تم مجھے اپنی حقیقت بتاؤ کہ تم کون ہو۔ میری حقیقت بہت بھیا نک ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تم کو ضرور بتاؤں گا لیکن تم شاید نہیں جانتی ہو کہ میں کس اذیت کا شکار ہوں مجھ پر کیا کیا باتیں رہی ہیں ایک ایک لمحہ سلگتا ہوں ایک ایک لمحہ مرتا ہوں اس نے مجھے بہت بے بس کر رکھا ہے۔ اسے سات تو جوانوں کے خون چاہیے۔ کیا کیا۔ ہانیہ چونکی۔ ہاں اگر میں نے اسے سات تو جوانوں کے خون دے دیئے تو وہ مجھے آزاد کر دے گا پلیز مجھے آزادی دلا دو مجھے اس اذیت سے نکال دو۔ وہ پھر ہاتھ جوڑنے لگا۔ اس کے پونے کے انداز نے ہانیہ کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ حسین چہرے پر اذیت ابھرتی دکھائی دینے لگی تھی۔ مجھے تمہارے علاوہ کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیا تھا اس لیے تمہارے خوابوں میں تمہیں اپنے قریب کرتا رہا اگر تم نے میری مدد نہ کی تو پھر ہو سکتا ہے میری زندگی ایسے ہی ترپتے سکتے سکتے بیت جائے۔ پلیز ہانیہ مجھے آزادی دلا دو۔ پلیز۔ وہ رو دیا۔ وہ ترپ اٹھی اس کے دل میں اس کے جتنے بھی پیار کے شعلے تھے سب ہی ابھرنے لگے۔ ٹھیک ہے میں ایسا کروں گی مجھے تم کو آزاد کرنے کے لیے اگر سو نو جوانوں کو بھی مارنا پڑا تو میں انکو ماروں گی بس مجھے تم چاہیے۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

کیا بات ہے ہم لوگ کافی دنوں سے دیکھ رہے ہیں کہ تم کھوئی کھوئی سی رہتی ہو کیا بات ہے۔ کیا ہم کو ہانیہ کچھ نہیں بتاؤ گی۔ حنائے پوچھا۔ جو کالج کے گروپ کے ساتھ ہانیہ کے پاس آئی تھی جن میں جن میں علی۔ شازیہ۔ سحر۔ ساحل۔ عبداللہ۔ حسن۔ شامل تھے یہ سات ساتھیوں کا ایک گروپ تھا۔ سب ہی ہانیہ کے پاس کھڑے تھے۔

ہانیہ تم جانتی ہو تمہاری ہی وجہ سے کالج میں رونق ہوا کرتی تھی تم مسکراتی تو سب کو اپنے دلوں پر سالماتی تھی۔ اور جب بوئی تھی تو ایسا لگتا تھا کہ جیسے ہر طرف بہاریں ہی بہاریں آگئی ہوں۔ یہ بات عبداللہ نے کی تو ہانیہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

کچھ بھی نہیں ہوا مجھے بس کچھ دنوں سے عجیب قسم کے خواب دکھائی دے رہے ہیں میں ان خوابوں کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں کہ کہیں وہ خواب سچ ہی ثابت نہ ہو جائیں۔ اس کی اس بات ان سب کا ایک قہقہہ گونجا۔ لو بھئی اتنی سی بات تھی اور ہم سمجھ رہے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کو بہت بڑا روگ لگ گیا ہے محبت کا روگ۔ لیکن کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ ہانیہ بنجیدہ تھی۔ میں بہت کچھ محسوس کر رہی ہوں وہ خواب مجھے کسی نہ کسی منزل تک لے جاسکتا ہے میں محسوس کر رہی ہوں کہ جیسے مجھے اس سے پیار ہونے لگا ہے۔

کیا کیا۔ چنا چوگی۔

ہاں۔ یہ غلط نہیں ہے میں اپنے دل میں اس کے لیے بہت ساری جگہ بنتی دیکھ رہی ہوں بہت سوچتی ہوں کہ اس کو بھول جاؤں لیکن میری یہ سوچ سوچ ہی رہ جاتی ہے جوں جوں میں اس کو بھولنے کی کوشش کرتی ہوں اس کا حسین چہرہ توں توں میری پتیابی کو بڑھاتا جا رہا ہے۔ وہ بہت ہی حسین ہے ایسا حسن میں نے آج تک کسی بھی انسان میں نہیں دیکھا ہے تم لوگوں کو دیکھتی ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے ہم لوگوں کے چہرے پھیکے پھیکے سے ہوں اس کی نیلی نیلی آنکھوں میں ایک کشش ہے ایسی کشش جو ہر کسی کو اپنی طرف کھینچ سکتی ہے وہ ہر روز ہی میرے خواب میں چلا آتا ہے۔ کچھ بھی نہیں کہتا بس دیکھے جاتا ہے۔ حنائیں چاہتی ہوں کہ وہ مجھ سے بات کرے اپنے دل کی بات وہ بات جو میں اس کے منہ سے سننا چاہتی ہوں لیکن وہ کچھ بھی نہیں کہتا ہے بس خاموش ہی رہتا ہے۔ ہانیہ جذباتی ہو گئی تھی سب ہی اس کا منہ دیکھ رہے تھے۔

بالکل پاگل ہو گئی ہے یہ لڑکی۔ حسن نے کہا۔ خوابوں سے پیار کرنے لگی ہے اس چہرے سے پیار کرنے لگی ہے جو تجا نے اس دنیا میں موجود بھی ہے کہ نہیں۔ اور اگر ہے بھی تجا نے وہ کہاں ہوگا کس جگہ ہوگا کس ملک ہوگا۔ مجھے تو یہ جذبات لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

ہانیہ۔ چلو ان لیا کہ تم اس سے پیار کرنے لگی ہو اس کا چہرہ تمہیں سب چہروں سے پیارا لگتا ہے لیکن اتنا تو بتا سکتی ہو کہ وہ تمہیں ملتا کہاں ہے گھر میں یا پھر کہیں اور۔ سحر نے سوال کر دیا۔

وہ کوئی ویرانہ ہوتا ہے جہاں میں کھڑی ہوتی ہوں میں وہاں کیسے پہنچتی ہوں یہ میں نہیں جانتی ہوں لیکن جب بھی مجھے خواب آتا ہے میں اسی ویرانے میں کھڑی ہوتی ہوں کوئی بھی میرے آگے پیچھے نہیں ہوتا ہے اور سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے اس ویرانے سے ڈر خوف بھی نہیں آتا ہے۔ میری آنکھوں میں ایک انتظار ہوتا ہے اسی کا انتظار۔ ہانیہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی جن بھوت ہے۔ شازیہ نے کہا۔

یقیناً۔ ہانیہ جلدی سے بولی۔ وہ انسان نہیں ہے جن بھوت ہے۔

پھر تو یہ سراسر پاگل پن ہے۔ علینہ کہا۔ اچھا چھوڑو اس فضول بحث کو۔ ہمیں کوئی اور بات کرنی چاہیے تو تم کیا کہہ رہے تھے حسن ہم اس بار چھٹیاں جنگل میں گزاریں۔

ہاں کہا تو میں نے ایسا ہی تھا اور یہی مشورہ ہم لوگ ہانیہ کے پاس آئے تھے لیکن یہاں دوسری باتوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔

ہاں تو ہانیہ تم تیار ہو۔ اس بار ہمارے ساتھ جانے کو۔ جانتی ہو کہ ہر بار ہم لوگ ایک ساتھ جگہ کہیں نہ کہیں گھومنے جاتے ہیں اور اس بات ہم نے ایک خطرناک جگہ کا انتخاب کیا ہے ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہاں ایک جنگل ہے جہاں صرف جنگلی جانور ہی نہیں بدروہیں بھی ہوتی ہیں۔ جو انسانوں کے خون سے لپٹی ہیں۔ لیکن ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کا انتظام بھی ہم نے کر رکھا ہے ہم نے ایک بزرگ سے رابطہ کر رکھا ہے وہ ہمیں تعویذ دیں گے تاکہ ہم پر کسی بھی سائے کا اثر نہ ہو سکے ہم جیسے جا میں گے ویسے ہی واپس آئیں گے۔ تم تیار ہونا جانے کے لیے۔

ہاں میں تیار ہوں۔ ہانیہ نے کہا۔

دیری گڈ یہ ہوئی ناں بات۔ ہمیں تم سے ایسی ہی امید تھی۔ کیونکہ تم ہمارے گروپ کی خاص رکن ہو جو ہر کسی

کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہو۔ نہ صرف انسانوں کو بلکہ جن بھوتوں کو بھی وہ پیچھا بھی نہ جانے کہاں سے تم کو دیکھنے اس ویرانے میں آ جاتا ہے۔ علی نے مذاق کرتے ہوئے کہا تو اس کی اس بات پر سب ہی ہنس دیتے ان کی ہنسی میں ہانیہ کی ہنسی بھی شامل ہو گئی تھی۔

کیا چاہتے ہو تم مجھ سے کیوں مجھے رد لانے پر تلے ہوئے ہو۔ ہانیہ نے ابھی ابھی خواب میں اسے دیکھا تھا اور رو دی تھی۔ آج اس کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ رو رہا تھا۔ اور ہانیہ اسے دیکھ کر تڑپ گئی تھی۔ خواب ٹوٹا تو وہ چیخ رہی تھی اسے پکار رہی تھی۔ تم اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتاتے ہو کہ تم کون ہو کیوں روز میرے خوابوں میں چلے آتے ہو اور اگر آتے ہو تو کچھ بھی زبان سے کہتے بس دیکھتے رہتے ہو کیا پریشانی ہے تم کو اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو مجھ سے کہو میں ایک منٹ ایک لمحہ سے قل تمہاری محبت کا جواب محبت دے دوں گی۔ دیکھو میری جان تم جو بھی ہو مجھے تم سے محبت ہونے لگی ہے تمہارے چہرے سے محبت ہونے لگی ہے تمہاری معصومیت سے محبت ہونے لگی ہے میں تمہاری محبت کی آگ میں جلتی جا رہی ہوں اتنا بے بس مجھے نہ کرو پلیز مجھ سے باتیں کرو وہ سب کچھ کہو جو تمہارے دل میں ہے اتنا نہ تڑپاؤ کہ میں تڑپتے تڑپتے مرجاؤں۔ آج پورے چندرہ دن ہو گئے ہیں تم کو میرے خوابوں میں آتے ہوئے اور ان چندرہ دنوں میں تم نے ایک بار بھی اپنی زبان نہیں کھولی ہے کتنی بڑی ہے اذیت دے رہی ہے مجھے تمہاری یہ خاموشی۔ تم کہاں رہتے ہو اگر تم حقیقت میں میرے پاس نہیں آ سکتے تو مجھے اپنا ٹھکانہ بتا دو میں چلی آتی ہوں تمہارے سب کچھ چھوڑ کر وہ رو دی۔

ہاں تو ساقی سب لوگ تیار ہونا یاد ہے ناں کل صبح سات بجے گھر سے نکلتا ہے۔ لہذا رات کو اپنی تیاری مکمل رکھنا۔ اور صبح سویرے ہم لوگ ایک ایک گھر کے سب کو پک کر لیں گے۔ حسن تقریر کرنے والے انداز میں بولتا جا رہا تھا اور سب ہی اس کی باتیں سن رہے تھے۔

ہاں یار ہم پوری طرح تیار ہیں۔ بس صبح ہونے کا انتظار ہے سامان ہم لوگوں نے باندھ رکھا ہے۔ اور آج کالج میں آخری دن ہے اس کے بعد تین ماہ کی چھٹیاں ہو جائیں گی اس کے بعد ہم نے کب تک وہاں رکنا ہے یہ فیصلہ وہاں کے موسم اور حالات کو دیکھ کر کر لیں گے فی الحال ہمیں کل صبح نکلنا ہے۔ عبداللہ نے کہا۔

ہانیہ رات کو کیا وہ پھر ملا تھا۔ سحر نے پوچھا۔

ہاں روز ہی ملتا ہے۔ ہانیہ نے اسی انداز سے کہا۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ میں کل سے کہیں جا رہی ہوں لیکن اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ بس مجھے ہر روز کی طرح دیکھتا ہی رہا ہے۔ سحر مجھے واقعی اس سے پیار ہو گیا ہے۔ اور میں جانتی ہوں کہ میں خود کو اس کے بغیر ادھوری اور بے بس تصور کرنے لگی ہوں اس نے میرے دل پر قبضہ جما رکھا ہے اس کی خاموشی کے اندر تجا نے کیسا راز ہے کہ میں اس کی آواز سننے کو ترس رہی ہوں۔ اس کی نیلی آنکھوں میں میرے لیے پیار کے علاوہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔ بہت بے بس کر دیا ہے اس نے مجھے ایسا میرے ساتھ بھی نہیں ہوا تھا جو اس نے کر دیا ہے تم جانتے ہو کہ میں کتنی ہنس کھ ہوا کرتی تھی کتنی باتوں کی ہوا کرتی تھی لیکن اب اس کی خاموشی نے نہ صرف مجھ سے میری ہنسی چھین لی ہے بلکہ باتیں کرنے کو بھی دل نہیں کرتا ہے بس یہی دل چاہتا ہے کہ وہ میرے سامنے رہے میں اس کو دیکھتی رہوں اس کی محاسن بھری باتیں سنتی رہوں لیکن ایسا شاید بھی بھی نہ ہو۔

ہاں جانتی ہوں ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک خواب ہے محض ایک خواب جس کا حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ شاز یہ نے کہا۔

نہ شازی ایسا نہ کہو۔ خدا اس کا حقیقت سے تعلق بنا دو۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی ہوں میرے دل پر جو بیت رہی ہے میں ہی جانتی ہوں میری راتیں کیسے نکلتی ہیں میرے دن کیسے بیتے ہیں یہ میں ہی جانتی ہوں تم ایسا نہ کہو میرے دل کو دھچکا لگتا ہے جب میں خود بھی ایسا کبھی سوچتی ہوں۔ ہانیہ رو دی۔

چلیز ہانیہ۔ حنائے اس کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ خود کو اس کیفیت سے باہر نکالنے کی کوشش کرو جو کچھ تم کر رہی ہو یا جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے اسے خواب تک ہی رکھو یوں خوابوں سے پیار کرنا پاگل پن کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھے احساس ہے کہ پیار کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ میں بھی عبداللہ سے پیار کرتی ہوں میرے دل میں ایک شدت ہے ایک تڑپ ہے لیکن ایسی تڑپ نہیں ہے کہ میں کسی سے بولنا چھوڑ دوں مسکرانا چھوڑ دوں تم ہماری زندگی کو اچھی طرح جانتی ہو کہ ہم نہ صرف کرن ہیں بلکہ منکیر بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر ایک دوسرے کو چاہتے بھی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی دوستوں کے ساتھ ملتے ہیں باتیں کرتے ہیں مسکراتے ہیں بکھیرتے ہیں۔ اور تم نہیں ہانیہ نہیں بدلو خود کو ایسے تو تم خود ہی خود کو سزا دے رہی ہو۔

ہاں جانتی ہوں کہ میں خود کو سزا دے رہی ہوں لیکن کیا کروں کچھ بھی سمجھ نہیں آتا ہے کہ کیا کروں۔

اس کا حل میرے پاس ہے۔ عبداللہ جلدی سے بولا۔

کیا حل۔ حنائے اسے دیکھا۔

ہمیں اسی بزرگ کے پاس جانا چاہیے جس سے ہم نے کل تعویذ لیے تھے ان سے ہانیہ کی کیفیت بتاتے ہیں وہ ہمیں ضرور اس مسئلہ کا حل تلاش کر کے دیں گے۔

واڈیار۔ علی بولا۔ یہ بات تو ہماری سوچوں میں بھی نہیں آئی کہ ہانیہ کا مسئلہ بزرگ سے حل کروائیں۔ یقیناً وہ بتا دیں گے کہ ہانیہ ٹھیک کر رہی ہے یا غلط اگر انہوں نے ٹھیک کہہ دیا تو پھر اس کی مدد کریں گے اور اگر انہوں نے اس کو ہماری طرح پاگل پن کہہ دیا تو پھر ہانیہ کو ہماری ماننا ہوگی اس کو بھولنا ہوگا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ آؤ ابھی چلتے ہیں۔

ابھی کیسے جاسکتے ہیں۔ ابھی تو کالج میں ہیں اور آج لٹ دن ہے چھٹی کے وقت چلیں گے۔ شاز یہ بولی۔
اودہ میں تو یہ بھول ہی گیا تھا کہ ہم کالج میں ہیں۔ چلو چھٹی کے وقت ایسا کرتے ہیں۔ اور پھر سب ہی کلاس روم میں چلے گئے۔

بہت عجیب سی الجھن میں الجھن کر رہ گیا ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسا اس سے پہلے کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ بزرگ ہانیہ کا ہاتھ دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے سب کچھ ہانیہ نے ان سے کہہ دیا تھا ہر روز دیکھنے والے خوابوں کی تفصیل ان سے کہہ دی تھی اور اپنے دل کی کیفیت بھی بیان کر دی تھی اور بزرگ اس کا ہاتھ پکڑے اس کے ہاتھوں کی لکیروں میں کھوئے ہوئے تھے۔ وہ خود بھی الجھن کا شکار ہو چکے تھے۔ بیٹی تیرے ہاتھوں کی لکیروں میں بہت الجھن پائی جاتی ہے تمہاری شادی کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی ہے اور بکھری ہوئی لائینیں بتا رہی ہیں کہ تمہاری پوری زندگی۔۔۔ وہ چپ ہو گئے۔

ہاں ہاں باباجی بولیں جو پڑھ رہے ہیں مجھے بتائیں میں سننے کو تیار ہوں۔ بابا کے خاموش ہوتے ہی ہانیہ

جلدی سے بولی۔

بس بیٹی جو کچھ تم کر رہی ہو ٹھیک ہو رہا ہے ایسا ہی ہو رہا ہے جو ہاتھوں کی لکیروں میں لکھا ہوا ہے جو مزید ہوگا وہ بہت ہی برا ہوگا دعا کرو وہ نہ ہو جو میں دیکھ رہا ہوں تم انسان ہو کوشش کرو کہ انسان ہی رہو عجیب روپ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں ایسے جیسے تم کو انسانوں سے نفرت ہو جائے گی شدید نفرت اس کے علاوہ تم کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے گا اور پھر وہ جو کہنا جانا ہے گا تم کرتی جاؤ گی۔ اور وہ کچھ کر گزرو گی جو شاید تم نے سوچا بھی نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس کو حاصل نہ کر سکو گی تمہاری زندگی اسی طرح بیت جائے گی۔

ہاں۔ میں ایسا ہی چاہتی ہوں۔ ہانیہ نے ایک گہری سانس لی۔

کیا کیا مطلب۔ سحر تیزی سے بولی۔ کیا چاہتی ہو تم۔

یہی کہ میں اس کے علاوہ کسی اور کا نہ سوچوں میں اس کے علاوہ کسی اور کا سوچنا بھی نہیں چاہتی ہوں میں اس سے پیار ہی نہیں عشق کرنے لگی ہوں میں جانتی ہوں وہ ایک سایہ ہے ایک دھواں ہے ایک ہوا ہے اس کے باوجود بھی میں اس کی بن کر رہنا چاہتی ہوں۔

دیکھا باباجی۔ ایسے ہی اس کو پاگل پن کا دورہ پڑ جاتا ہے اور یہ ایسی ہی بھکی بھکی باتیں کرنے لگ جاتی ہے شاز یہ نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر بائی دونوں کی بھی کیفیت باباجی کو بتا دی۔

بیٹی میں جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ جو کچھ کر رہی ہے یہ خود نہیں کر رہی ہے بلکہ اس سے کروایا جا رہا ہے۔ وہ سایہ ہے جن بھوت ہے بدروح ہے جو بھی ہے اس سے کچھ کروانا چاہتا ہے اور وہ کچھ کروانا چاہتا ہے کہ اس کے دل میں اس کے علاوہ کسی کا سایہ بھی اثر نہ کرے۔

باباجی کھل کر بتائیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ہمیں آپ کی باتوں نے ہنس میں ڈال رکھا ہے۔ حنا جو کافی دیر سے چپ تھی بول پڑی۔

بیٹی۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس کی تاریخ پیدائش کا وقت ایسا ہے جو بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے اور بہت خاص ہوتا ہے۔ اس کے اندر کچھ طاقتیں ہیں ایسی طاقتیں جو آپ میں سے کسی کے بھی پاس نہیں ہیں۔ اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ کسی نے پڑھ لی ہیں اور بس جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا ہے اسی کا حصہ ہے یہ کچھ بھی غلط نہیں کر رہی ہے بلکہ اس کی لکیروں میں پیار ہی کسی ایسے انسان کا ہے جو اس کو مل کر اس کا نہیں ہے۔ اور اسی میں سب کچھ ہے میں نے تم لوگوں سے کچھ بھی نہیں ہے ہاں ایک بات چھپائی ہے اور شاید وہ بات میری اپنی سوچ ہو اور اگر میری اپنی سوچ ہے تو غلط ہو کیونکہ میں اس کے دانتوں کو خون میں لتھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ باباجی کی اس بات پر سب ہی چونک گئے۔ لیکن باباجی نے اپنی بات کو جاری رکھے رکھا۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا میں اس کا حل تلاش کروں گا بیٹی کل صبح جانے سے پہلے مجھے مل کر جانا میں رات میں ایک عمل کروں گا جو خاص کر تمہارے لیے ہوگا جس کا تم کو کچھ فائدہ ہوگا۔ اور اس عمل سے مجھے بھی پتہ چل جائے گا کہ تم جو کچھ کر رہی ہو کیا وہ غلط ہے یا ٹھیک ہے۔ بہر حال ایک رات مجھے دے دو کل صبح تم نے آتا ہے۔ اور پھر سب سے بولے کہ اس کا تمہارے ساتھ کسی بھی ویران جگہ پر جانا ٹھیک نہیں ہے لیکن اگر تم اس کو اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہو تو اس کی پوری پوری حفاظت کرنا اس کو اکیلے میں نہیں چھٹی نہ جانے دینا۔

ٹھیک ہے باباجی ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔ اور انشاء اللہ صبح آپ کے پاس سے ہوتے ہوئے اپنے سفر پر روانہ ہوں گے۔ علی نے کہا۔ اور اٹھ کر سب ہی واپس چل دیے۔

میں تمہارے لیے شہزادہ تلاش کر سکتا ہوں۔
جی نہیں بہت شکر یہ۔ ہانیہ آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔ مجھے ابھی کسی شہزادے کی ضرورت نہیں ہے میں
ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ اسکی اس بات پر گاڑی تہقہوں سے گونج اٹھی۔

بٹی میں نے رات کو اسپتالی تمہارے لیے چلے کیا ہے یہ چلہ بہت ہی مشکل کام تھا ایک ناگ پر کھڑا ہونا
پڑا ہے مجھے میری کمزور ناکیں جواب دے گئی تھیں لیکن میں نے پھر بھی چلہ کر دیا ہے اور جو کچھ میں جانا چاہتا
تھا وہ سب کچھ جان گیا ہوں۔ دیکھو بٹی تیرے خوابوں کے پیچھے ایک راز پوشیدہ ہے میں آج تم سے کچھ بھی نہیں
چھپاؤں گا سب کچھ بتا دوں گا تاکہ تم نے جو بھی فیصلہ کرنا ہے کر لو۔ فیصلہ تمہیں خود کرنا ہوگا۔ وہ سایہ تمہارے اندر
اپنا اثر چھوڑ چکا ہے اور اس قدر چھوڑ چکا ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی کا بھی نہیں سوچ سکتی ہو اگر سوچو بھی تو ہو سکتا ہے
کہ وہ سایہ اس کو مار ڈالے۔ وہ ہر وقت تمہارے آس پاس رہتا ہے لیکن تم اس کو دیکھ نہیں پا رہی ہو جبکہ وہ تمہیں ہر
لحہ دیکھتا ہے وہ کسی دوسرے ملک میں نہیں رہتا ہے اسی ملک میں رہتا ہے اور کسی جادوگر کی قید میں ہے اس کو
تمہاری مدد کی ضرورت ہے میرا کل والا احباب غلط نہیں تھا بالکل ٹھیک نکلا تھا کہ جو طاقتیں تمہارے اندر موجود ہیں
وہ طاقتیں اس نے دیکھ لی ہیں اور اس کو تمہاری ضرورت ہے اس نے تم کو تلاش کر لیا ہے اور پھر اس نے اپنا سحر تم
پر چھوڑنا شروع کر دیا تھا جس میں وہ پوری طرح کامیاب ہو چکا ہے۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے ہانیہ یہ میں نہیں
جانتا لیکن اتنا مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تم اس کو اس مشکل سے نکال سکتی ہو جس میں وہ
پھنسا ہوا ہے۔ اور ایسا ہونا کوئی نہیں بات نہیں ہے ہزاروں واقعات ایسے بیت چکے ہیں جو تمہارے ساتھ بیت
رہے ہیں لیکن تم نے سنسنیل کہ قدم اٹھانا ہے میں جانتا ہوں کہ تم اس کے عشق میں گرفتار ہو چکی ہو۔ لیکن اتنا جان
لینا کہ تم اس کو یا نہیں سکوگی اب سوچنا تمہارا کام ہے کہ تم کیا کرنا ہو۔ اس کے عشق کا بھوت میرے اتار تارتی ہو یا
نہیں۔ اگر اتار لو گی تو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں چھوڑ کر کسی اور کی تلاش میں نکل جائے اگر اس کے سحر میں پھنسی رہے تو
پھر وہ تم سے اپنا مطلب نکال کر تمہیں ہمیشہ کے لیے روتا ہوا چھوڑ جائے گا۔ میں نے تمہارے لیے تعویذ تیار کر لیا
ہے اس کو پہننے سے تم اس کے سحر سے نکل سکتی ہو۔ اور ان تمام واقعات سے بچ سکتی ہو جو تمہارے ساتھ بیت
رہے ہیں اب تم کیا چاہتی ہو کہ تم اس کے سحر میں کھوٹی رہو یا پھر نکلنا چاہتی ہو۔ یہ تم پر ہے۔ باباجی نے تمام
تفصیل بتانے کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔

نکلنا چاہتی ہوں باباجی میں اس کے سحر سے نکلنا چاہتی ہوں میں وہ کام نہیں کرنا جس میں میری رسوائی ہو
میری ذلت ہو وہ ایک سایہ ہے اسے کسی کی مدد کی ضرورت ہے تو وہ یہ مدد کسی سے بھی لے سکتا ہے اگر میرے دل
سے وہ نکل جائے تو بقول آپ کے وہ کسی اور کے پاس چلا جائے گا اسے کسی اور کے پاس جانے دیں میں وہ سب
کچھ نہیں کرنا چاہتی جو وہ مجھ سے کروانا چاہتا ہے میں بھلا کیسے جادو گروں کا مقابلہ کر سکتی ہوں کیسے ان
چل سکتی ہوں جن کے بارے میں سوچ کر ہی میں ڈر جاتی ہوں۔ یہ آپ کا مجھ پر احسان ہوگا کہ آپ
کے سحر سے چھٹکارا دلادیں رات کو وہ میرے خواب میں پھر آیا تھا اسی طرح جس طرح پہلے آتا تھا
اس کے چہرے پر اداسی نہی ایک مسکراہٹ تھی حسین مسکراہٹ۔ وہ مجھ دیکھ کر مسکرایا۔ حار۔ اور میں اپنی اسی
حالت کا شکار رہی تھی میں اس کے حسین چہرے میں کھوٹی رہی تھی میں چاہتی تھی کہ یہ خواب کبھی بھی نہ
ٹوٹے۔ لیکن صبح میں نے اس خواب کے بارے میں اور آپ کی باتوں کے بارے میں بہت سوچا اور یہی فیصلہ کیا

مجھے تو تم سے ڈر لگنے لگا ہے۔ حنائے شیرازی لہجے میں ہانیہ کو گھورا۔
وہ کیوں جی۔ وہ بھی مذاق کے موڈ میں تھی۔

سنائیں باباجی نے کیا کہا تھا کہ تمہارے دانتوں کو خون لگا ہوا وہ دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے اندر ایسی طاقتیں
ہیں جو تم سے کچھ بھی کروا سکتی ہیں۔ کہیں تم ہمارا بھی خون نہ پی جاؤ۔
بابا بابا۔ ہانیہ کے منہ سے تھقبہ بلند ہوا۔ تم میں سب کا خون پی جاؤ گی جو بھی میرے سامنے آیا اس کو ایسا
مزا چکھاؤں گی کہ وہ زندگی بھر میرا سامنا کرنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔ ہانیہ کی اس بات پر سب ہی ہنس دیے۔
اور پھر سحر اس سے مخاطب ہوئی۔
ویسے ہانیہ۔ کیا واقعی تم میں کوئی طاقت ہے۔
نہیں یار۔ ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے ہاں جو بات تھی وہ میں نے تم سب کو بتادی ہے کہ کوئی سایہ ہے جو
مجھے خوابوں میں دکھائی دیتا ہے اور وہ میرا عاشق ہے اور میں اس کے عشق میں گرفتار ہوئی جا رہی ہوں بس اس
کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

لیکن یار۔ شاز یہ بول پڑی۔ بابا نے جو کچھ کہا ہے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حالات کو دیکھ کر کہا ہو وہ سمجھ
رہے ہوں کہ خوابوں میں مجھے دکھائی دینے والا سایہ تیرے اندر اپنا اثر چھوڑتا جا رہا ہو کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ
خوابوں میں آنے والا کوئی بھی چہرہ حقیقت میں اثر انداز ہو۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے بابا کی باتیں سن کر میں حیران
ہوئی جا رہی تھی بس یار تو سنسنیل جا یہ جو تو ہر وقت اداس رہا کرتی تھی کوشش کر کہ اس سے باہر نکلو کیونکہ مجھے ان کی
کچھ باتیں اچھی نہیں لگی تھیں کہ تیرے دانتوں کو خون۔ اور تیری زندگی میں کسی انسان کا پیار نہیں۔ ان سب باتوں
نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے ہانیہ تم شاید جانتی نہیں ہو کہ خدا نے تجھے کس قدر حسین بنایا ہے کس قدر پرکشش
چہرہ دیا ہے تو جس کو بھی چاہے میں ایک منٹ سے پہلے اپنا بنا سکتی ہے پھر بھلا تو ایسا کیوں چاہے گی کہ تیری زندگی
راستوں میں خوار ہوتے ہوئے بیٹے۔ میں کسی کے انتظار میں پڑے ہوئے گزرے۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں تو
سمجھ رہی ہوں نا۔

ہاں سب سمجھ رہی ہوں۔ ہانیہ نے شاز یہ کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ یہی کچھ میں بھی سوچتی آرہی
ہوں اگر خوابوں کے علاوہ میرے اندر کچھ ہوتا تو مجھے محسوس ہوتا۔ مجھے کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا ہے ہاں اس کا چہرہ
نظروں سے نہیں ہٹتا۔ اس کی نیلی آنکھوں میں جو کشش ہے وہ میرے دل کو پگھلائے جا رہی ہے بس اس کے
علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ کل بابا جو تعویذ مجھے دیں اس سے یہ خوابوں کا سلسلہ بھی ٹوٹ جائے اس کا
حسین چہرہ بھی ہمیشہ کے لیے چھپ جائے اور نہ وہ خوابوں میں آئے گا اور نہ میں اس کے لیے تڑپوں گی نہ اس کا
انتظار کروں گی۔ یہ بات سچ ہے کہ مجھے دن سے زیادہ راتوں کا انتظار ہوتا ہے کہ کب رات ہو کہ میں سوؤں اور
کب مجھے خواب آئے کب میں اس کو دیکھوں ابھی تک تو میری ایسی ہی کیفیت ہے ہو سکتا ہے کل کو یہ کیفیت
بدل جائے دیکھو میں انسانوں میں رہتا چاہتی ہوں انسانوں میں سے ہی کسی ایک انسان سے شادی کرنا چاہتی
ہوں یہ جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے میں خود بھی کبھی بھی ڈر جاتی ہوں کہ یہ سب خواب ہی ہو اس کے علاوہ کچھ
بھی نہ۔

یہ ہوئی ناں بات۔ علی نے کہا جو گاڑی کا شیرنگ سنبھالے ہوئے تھا۔ ہمیں تم سے ایسی ہی امید ہے اگر کہو تو

کہ مجھے ایسا کوئی بھی قدم نہیں اٹھانا چاہیے جس سے میں دنیا سے کٹ کر رہ جاؤں۔ باباجی یہ خواب ہی تو ہے اور میں اب ان خوابوں سے نکلنا چاہتی ہوں مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔

سبحان اللہ بٹی۔ بہت اچھی بات کی تو نے۔ خدا تمہاری مدد کرے تم نے جو فیصلہ کیا ہے بہت اچھا کیا اور پھر ہر انسان کو اپنی زندگی کو سنوارنے اور بگاڑنے کا اختیار ہے کہ وہ جس راستہ پر چاہے جا سکتا ہے یہ صرف سوچ کی بات ہوتی ہے کل تک تمہاری سوچ اس کی طرف تھی اور آج تمہاری سوچ بدل گئی ہے اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری یہ بدلتی ہوئی سوچ تمہارے حق میں بہت بہتر ہو۔ یہ تو تعویذ اور پین لو اسے یہ کچھ ہی دیر میں اپنا اثر دکھانا شروع کر دے گا۔ لیکن اس کے باوجود تم نے خود سے لڑنا ہے اپنے دل اور دماغ کی لڑائی سے۔ کیونکہ تمہارے دل تمہیں اس کی طرف لے جاتے پر تمہیں اس کے لگاؤ اور دماغ تمہیں اس سے دور کھینچنے کی کوشش کرے گا اب خود کو کامیاب کرنا تمہارا کام ہے۔ بس میں اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا جو کہنا تھا کہ چکا ہوں باباجی نے تعویذ اس کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔ اور ہانیہ نے وہ تعویذ پکڑ کر فوری اپنے گلے میں ڈال لیا۔

انکی گاڑی ایک لمبی مسافت کی طرف گاڑن تھی گاڑی میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی سب ہی لڑکے اور لڑکیاں باہر کے نظارے میں مست تھی کوئی بھی کسی سے بات نہیں کر رہا تھا۔

یار ہم کسی جنازے میں نہیں جا رہے ہیں بلکہ انجوائے کرنے جا رہے ہیں کوئی بھی بول نہیں رہا ہے۔ حسن نہ رہ سکا بول ہی پڑا تو اس کی اس بات پر ایک قہقہہ گونجا۔ سب کی ہی ہنسی نکل گئی۔ بڑے بے شرم لوگ ہوٹم میں نے اتنی اچھی بات کی ہے اور تم نے مذاق میں بات کو اڑا دیا ہے۔

نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہی بات میں سوچ رہا تھا کہ ہمیں کیا ہو گیا ہے کیونکہ اس قدر طویل خاموشی چھائی ہے۔ عبداللہ نے بات کو بڑھاتے ہوئے کہا۔ ہانیہ تم اب کیا محسوس کر رہی ہو تعویذ پہننے کے بعد۔ اس نے شخصے میں سے ہانیہ کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

بہت سکون۔ ایسا سکون جو شاید اس سے قبل کبھی بھی میری زندگی میں نہ آیا ہو۔ باباجی کے ہاتھوں میں بہت شفا ہے انہوں نے میرے دل و دماغ دونوں کا علاج کر دیا ہے میرے اندر جو عشق کا بھوت سوار تھا وہ نکل گیا ہے۔ حالانکہ میں ایک لمحہ اس کی سوچ کے بغیر نہیں گزارتی تھی لیکن اتنا لمبا سفر کر لیا ہے ایک بار بھی اس کا چہرہ میری سوچوں میں نہیں آیا ہے میں پوری طرح مطمئن ہوں۔

یہ ہوئی ناں بات۔ حنا بول اٹھی۔ تیرے صدقے۔ تیرے واری جی چاہتا ہے کہ تیرا منہ چوم لو۔ اس نے ہانیہ کے گالوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا ایسے ہی رہتا۔ کیونکہ جب سے تو اس ادا اس کی رہنے لگی تھی ایسے خاموشی چھائی تھی کہ یوں لگ رہا تھا جیسے ہمارے گروپ کو کسی کی نظر لگ گئی ہو جیسے کوئی ناگ سوگت گیا ہو ہمارے گروپ کو۔ جواب میں ہانیہ مسکرا دی۔

ویسے باریہ عشق بہت بڑی بیماری ہوتا ہے مجھے ہی دیکھ لو میں بھی علی کے عشق میں پھنسی جا رہی ہوں اس نے نہانے مجھ پر کیسا جادو کر دیا ہے کہ میں اس کے علاوہ کسی کا بھی نہیں سوچ سکتی ہوں۔ سحر نے کہا تو علی نے پیچھے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

واہ میری شہزادی واہ۔ ایک بار پھر کہہ بہت سکون ملا ہے مجھے تمہاری اس بات سے اتنی بڑی بات تم نے مجھ سے آج تک چھپائی رکھی تھی۔ علی کا لہجہ شوخانہ تھا۔

ایسی بھی بات نہیں ہے یہ تو میں نے ویسے ہی کہہ دیا ہے۔ سحر نے نظریں چرائیں۔

جی نہیں ویسے ہی نہیں کہہ دیا بلکہ وہ کچھ کہہ دیا ہے جو میں تم سے کہنا چاہتا تھا تم نے میرے دل کی بات کی ہے یوں کہہ لوں کہ میرے دل کی عکاسی کی ہے۔ وہ پھر یکدم سنجیدہ ہو گیا۔ واقعی باریہ عشق بہت بڑی بیماری ہے کچھ بھی نہیں کرنے دیتا ہے سحر میں تمہارے لیے کالج جاتا ہوں اور تم میرے لیے حالانکہ گھر والے چاہتے ہیں کہ ہم دونوں اب پڑھنا چھوڑ دیں پڑھ کر بھی تو وہی کاروبار کرنا ہے جو پاپا کر رہے ہیں اور تم نے بھی گھر کے برتن جھاڑ دی دینا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کبھی ہم پڑھتے جا رہے ہیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم دونوں روزانہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں ایک دوسرے سے بات کر سکیں اپنے دلوں کو سکون دے سکیں۔

اور۔ اور میرے والے کو دیکھو۔ شاز یہ بھی چپ نہ رہ سکی اس کا اشارہ حسن کی طرف تھا۔ یہ تو پورے کا پورے بدھو ہے بدھو کیا ہے اس کو پتہ ہی نہیں پیار کیا ہوتا ہے جو بھی لڑکی دیکھتا ہے اس کے پیچھے چل پڑتا ہے اور اس کو گھر تک چھوڑ کر آتا ہے۔ شازی کی اس بات پر گاڑی میں ایک قہقہہ گونجا۔ حسن نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ بھی مسکرا رہا تھا۔

مجھے بدھو کہا تم نے۔ بہت بڑی بات ہے محبوبہ ہو تو اس جیسی ہو جس کو اپنے پیار پر یقین ہی نہ ہو بھلا میں لڑکیوں کو تنگ تھوڑا کرتا ہوں ان کو ان گھر تک ہی پہنچتا ہوں اور یہ کوئی بری بات تو نہیں ہے یہ تو ہمارا فرض بنتا ہے۔ اور یہ فرض میں باخوبی انجام دے رہا ہوں۔

دیکھا دیکھا۔ آگے ناں اپنی فطرت پر۔ شازی یہ چیخ ہی پڑی۔ شرم تو اس کے قریب سے بھی نہیں گزری۔ اچھا اچھا چھوڑو۔ حنا بول پڑی۔ میں جانتی ہوں کہ حسن کے دل میں تمہارے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے اس کو تمہارا ہی انتظار ہوتا ہے جب تم کالج نہیں آتی تو ہزاروں بار پوچھتا ہے پتہ نہیں شازی یہ کے ساتھ کیا مسئلہ بنا ہوا ہے وہ کیوں نہیں آتی ہے مجھے اس کی فکر لگی ہوئی ہے جی چاہتا ہوں اس کے گھر جا کر پتہ کروں لیکن اس کے بھائیوں سے ڈر لگتا ہے۔ حنا کی اس بات پر ایک بار قہقہہ گونجا۔

ڈر پوک کہیں کا۔ شازی نے دانت پیسے۔ اچھا ہے ایک بار گھر چلا آئے اور میرے بھائی اس کی مرمت کریں۔ اس کو کبھی پتہ چلے کہ پیار کیسے کیا جاتا ہے۔ بابا ہا۔ سب ہی ہنس دیے۔

گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ سب ہی حیران رہ گئے خود علی بھی حیران رہ گیا تھا کہ گاڑی رک کیسے گئی۔ حالانکہ پٹرول بھی پورا تھا اور آگے کوئی ایسی چیز بھی نہ تھی کہ گاڑی رکتی پھر یہ سب کیسے اور کیوں ہو گیا۔ وہ نیچے اترا۔ اور اس کو دیکھا دیکھی سب ہی ایک ایک کر کے نیچا اترنے لگے۔ یہ کوئی دیرانہ تھا جہاں گاڑی رکی تھی۔ ان کی منزل ابھی بہت آگے تھی۔ اس ویرانے کے بعد پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہونا تھا اس کے بعد وہ جنگل آتا تھا جہاں انہوں نے جانا تھا سڑک کے ایک طرف وسیع ویرانہ تھا تو دوسری طرف پہاڑ تھے۔ ہانیہ اس ویرانے کو دیکھ کر چونک کر رہ گئی۔

یہ۔ یہ تو وہی جگہ ہے۔ جہاں وہ مجھے ملتا تھا۔ اسے سب کچھ یاد آ گیا اپنے دیکھے ہوئے خواب یاد آ گئے۔ کیا کیا۔ سب ہی چونک گئے۔

ہاں بالکل وہی ویرانہ ہے۔ وہ۔ وہ دور تم لوگوں کو پہاڑی دکھائی دے رہی ہے۔ اسی پہاڑی پر وہ مجھے دکھائی دیتا تھا میں اس پہاڑی کے پاس کھڑی ہوتی تھی ہماری منزل کوئی اور نہیں ہے یہی ہماری منزل ہے۔ بس ہم نے جہاں آنا تھا سو آ گئے ہیں ہمیں اس پہاڑی کے پاس جانا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ وہاں کیا ہے۔ ہانیہ ایسے

بول رہی تھی جسے حقیقت اس کے سامنے ہو۔ یقیناً گاڑی اسی نے روکی ہوگی۔ ہانیہ کی یہ بات سن کر سب ہی چونک گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

ہاں یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ گاڑی میں کوئی فالت بھی نہیں ہے سب کچھ ٹھیک ہے اور گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی ہے یہ ضرور کوئی جال ہے ضرور ویسا ہی ہے جیسے ہانیہ کہہ رہی ہے۔ اور نہیں بھی اب ہانیہ کے خوابوں کی کھوج لگانا ہوگی اور دیکھنا ہوگا کہ کیا خواب واقعی حقیقت ہیں یا پھر محض خواب۔

بہت ڈروانا ویرانہ ہے میرا تو اس کو دیکھ کر دم گھٹنے لگا ہے سحر نے ویرانے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ہر طرف جھاڑیاں ہی جھاڑیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ اکا دکا درخت ہیں بس۔

ہاں یار۔ شاز یہ بولی۔ واقعی بھیا تک ویرانہ ہے۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ آؤ ویرانے کے اندر چلیں۔ ہانیہ نے اپنا بیگ اپنے کندھے پر ڈال لیا تھا۔ اس کی نظریں پہاڑی کو باریار دیکھ رہی تھیں۔ اور سب ہی نے مل کر اپنا اپنا سامان اتارنا شروع کر دیا تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی ویران سی سڑک تھی یہاں بھی کبھی کوئی گاڑی گزرتی تھی۔

تم لوگ گاڑی کو دھکا لگاؤ۔ میں گاڑی کو نیچے سڑک سے اتارتا ہوں۔ علی نے کہا۔ اور سڑیک پر جا بیٹھا ابھی گاڑی میں جانی گھمائی تھی کہ گاڑی یکدم شارٹ ہو گئی یہ منظر دیکھ کر سب ہی حیران رہ گئے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہانیہ نے ٹھیک کہا تھا کہ گاڑی اسی نے رکی تھی اس نے اپنا آپ ظاہر کر دیا ہے کہ ہماری منزل کوئی اور نہیں ہے یہی ہے جہاں ہم پہنچے ہیں۔ وہ خودی میں بڑبڑایا۔ اور پھر بولا۔

سب لوگ گاڑی میں بیٹھو۔ سب ہی بیٹھے گئے علی نے گاڑی کو ویرانے میں اتار لیا۔ اب سب کے دلوں پر خوف نے اپنی جگہ بنائی تھی کسی کے چہرے پر ہنسنا نہ رہی تھی سب کی ہی زبانیں گنگ تھیں گاڑی آہستہ آہستہ ویرانے کے اندر چلتی جا رہی تھی۔ اور ایک درخت کے قریب جا کر انہوں نے گاڑی کو روک لیا۔ سب ہی نیچے اترنے لگے۔ علی بھی اتر آتا تھا۔ بس یہاں ہی نہیں اپنا خیمہ لگانا ہوگا دن کو سورج کی تپش سے بچنے کے لیے ہمیں درخت کی چھاؤں کا سہارا لینا ہوگا اور رات تو محل فضا میں گزرتی جائے گی۔

جگہ تو اتنی بری نہیں ہے خوب انجوائے ہو سکتا ہے۔ سامنے پہاڑوں کا منظر بہت پیارا دکھائی دے رہا ہے۔ عبداللہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

ہاں۔ بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن خوف صرف اس بات ہے کہ یہاں وہ ہے یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہاں جن بھوت نہیں ہیں اگر جن بھوت نہ بھی ہوں تب بھی اس کا وجود ہے جو ہانیہ کو دکھائی دیتا ہے اور بقول ہانیہ کے کہ یہ وہی ویرانہ ہے جو وہ دیکھتی آ رہی تھی۔

چلو یار جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ اور جہاں تک مجھے یقین ہے کہ وہ ہم سب کو کچھ بھی نہیں کہے گا کیونکہ اسے ہماری ضرورت نہیں ہے اسے ہانیہ کی ضرورت ہے وہ ہانیہ کی مدد حاصل کرنا چاہتا ہے اور ہم اس سلسلہ میں ہانیہ کے ساتھ ہوں گے۔ علی نے کہا۔

دیکھنا باجی کی باتوں کو بھول نہ جانا انہوں نے کہا تھا کہ ہانیہ کی نگرانی کرنا اور ہمیں اب اس کی نگرانی کرنا ہوگی اس کو ایک لمحہ کے لیے بھی خود سے دوڑ نہیں کرنا ہوگا۔ سحر نے کہا۔

ہاں۔ یہ بات ہمیں یاد رکھنا ہوگی۔ علی نے سحر کی بات کی تائید کی۔ اور پھر سب ہی مل کر خیمہ گاڑنے لگے تقریباً دو گھنٹوں میں وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے سورج بھی اپنی تپش کو کم کرنے کے بعد مغرب کی طرف ڈوبنے

کے لیے برقرار رہا تھا۔ اور یہ منظر بہت ہی حسین تھا سب ہی اس منظر کو دیکھنے میں محو تھے ایسے منظر ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتے ہیں۔ ایسے ہی منظر دیکھنے کے لیے لوگ کہاں سے کہاں تک جاتے تھے ہیں۔ جبکہ ہانیہ کی نظریں اسی پہاڑی پر جمی ہوئی تھیں وہ سب سے الگ کھڑی تھی اور پہاڑی کو ہی دیکھے جا رہی تھی وہ چاہتی تھی کہ وہ اسے دکھائی دے لیکن ایسا کچھ بھی نہ تھا۔

دیکھو میں آگئی ہوں۔ تم میری آواز کو سن رہے ہونا۔ میں آگئی ہوں دیکھو میں نے تم کو ڈھونڈ ہی لیا ہے ناں اور میں جانتی تھی کہ میں تم کو ایک دن ضرور ڈھونڈ لوں گی اور آج ایسا ہو گیا ہے میں تم تک آن پہنچی ہوں یہ وہی جگہ ہے ناں جہاں تم مجھے دکھائی دیتے تھے جہاں تم روز میرے خوابوں میں آتے تھے ناں اور یہی وہی جگہ ہے یہی پہاڑی ہے جہاں تم ہوتے تھے اور پھر دھواں بن کر غائب ہو جاتے تھے اور میری آنکھ کھل جاتی تھی۔ آج میں چل کر آگئی ہوں۔ بالکل تمہارے پاس آگئی ہوں اگر تم یہاں کہیں ہو تو میرے سامنے آؤ تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے تھے کہ میں آگئی ہوں۔ ہانیہ چیختی جانے لگی۔ یکدم ہانیہ کے منہ سے ایسی باتیں سننے ہی سب اس کی طرف ہو گئے اور اس کی طرف بھاگے۔

ہانیہ۔ ہانیہ یہ تمہیں کیا ہو گیا۔ سحر نے اس کو جھوڑا۔ پاگل ہو گئی ہو کیا۔ ہاں ہاں میں پاگل ہو گئی ہوں اس نے مجھے پاگل کر دیا ہے اور میں۔۔۔ سحر میں۔۔۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ کون ہے اور مجھے یہاں کیوں بلایا ہے اس کو مجھ سے کیا کام ہے وہ میری کون سی مدد لینا چاہتا ہے ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ ہم لوگ اس ویرانے کی طرف آ رہے ہیں ہم تو اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے اس کا مطلب ہے کہ ہم خود یہاں نہیں آئے ہیں وہ ہمیں یہاں لایا ہے۔ یہ سب کچھ اس نے ہی کیا ہے ورنہ ہماری منزل کوئی اور تھی۔ اس نے جان بوجھ کر ہماری گاڑی کے بریک لگا دیے تھے۔ ہانیہ کی یہ سب سن کر سب پر سکتہ سادھاری ہو گیا واقعی ایسا ہی ہوا تھا کہ ان میں سے کسی کو بھی کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ ویرانہ ان کے راستے میں آئے گا۔ ان کی منزل تو کوئی اور تھی۔

یہ پاگل ہیں چھوڑ دو بس تم اپنے تعویذ پر نظر رکھنا۔ شاز یہ نے ہانیہ سے کہا۔ اس کو ایک پل کے لیے بھی مت اتارنا۔ کیونکہ یہ تعویذ تمہیں اس سے بچائے گا وہ اگر یہاں موجود ہوا تو تم سے دور ہی رہے گا تمہارے پاس نہ آ سکے گا۔ تم یہاں اکیلی نہیں ہو، ہم سب تمہارے ساتھ ہیں اور شاید اسی میں کچھ بہتری ہے کہ تم یہاں اکیلی نہیں آئی ہو ہمارے ساتھ آئی ہو۔

ہاں شاز یہ تم نے ٹھیک کہا ہے کہ میں یہاں اکیلی نہیں ہوں ورنہ میں اس کے پیار میں اتنی بے بس ہو گئی تھی کہ میں نے اسے خود کھد دیا تھا کہ وہ مجھے جگہ بتائے میں سب کچھ چھوڑ کر اس کے پاس چلی آئی ہوں۔ اور شاید میں ایسا کر گزرتی۔ لیکن۔۔۔

چلو آؤ اب خیمہ میں چلتے ہیں وہاں ہم نے کھانا تیار کر رکھا ہے مل کر کھاتے ہیں اور اس مسئلہ کا کچھ حل تلاش کرتے ہیں۔ اس بار حنا نے کہا اور اس کو ساتھ لے کر چل دی۔

ہانیہ۔ رات کے پچھلے پہر جب سب سو رہے تھے۔ ہانیہ کو کسی کی آواز سنائی دی۔ آواز اجنبی تھی۔ وہ ایکدم اٹھ گئی اور خیمہ سے باہر چھاؤں کو اس کو باہر کوئی کھڑا دکھائی دیا۔ اس نے ایک دم اس کو پہچان لیا۔ وہ وہی تھا ہاں وہی تھا۔ وہ تیزی سے باہر نکلی۔

ہاں ہاں بولو میری جان بولو۔ وہ اس کی طرف بھاگی۔ مجھے یہاں کیوں بلایا ہے۔
تم سب جانتی ہو بابا نے تم کو سب کچھ بتا دیا ہے لیکن کچھ باتیں وہ تم سے چھپا گئے ہیں جو میں تم کو بتانا
چاہتا ہوں۔ میں بہت بے بس ہوں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ کیا میری مدد کرو گی ناں اس نے ہانیہ کے
سامنے ہاتھ جوڑ دیئے وہ تڑپ سی گئی۔

ہاں ہاں میں تمہاری مدد کروں گی بولو مجھ سے کون سی مدد لینا چاہتے ہو۔
تمہیں اس میں بہت مشکل پیش آئے گی۔ اس نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں بس مجھے بتاؤ اگر تمہاری مصیبت کو حل کرنے کے لیے مجھے اپنی جان
بھی دینی پڑے تو میں دوں گی۔ وہ جذباتی ہو گئی۔

شاید تم کو ایسا ہی کرتا پڑے۔ آؤ میرے ساتھ اس پہاڑی پر چلتے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ پہاڑی کی جانب چل
دیا اور ہانیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ آج وہ خوابوں کی دنیا سے نکل آئی تھی حقیقت کی دنیا اس کے سامنے تھی
لیکن اس کے باوجود بھی اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پھر سے خواب دیکھ رہی ہو چلتے ہوئے وہ بار بار اپنے بازو کو
اپنے ناخن سے کاٹ رہی تھی کہ کہیں خواب تو نہیں ہے۔ لیکن نہیں آج خواب نہ تھا وہ حقیقت میں اس کے سامنے
تھا۔ اور وہ اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ دونوں پہاڑی تک جا پہنچے۔

میں اس دیرانے سے باہر نہیں جاسکتا یہاں کا قیدی ہوں اس نے مجھے یہاں قید کر رکھا ہے۔ اس نے ایک
پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور ہانیہ بھی اس کے پاس بیٹھ چکی تھی۔
کس نے تمہیں یہاں قید کیا ہوا ہے اور تم مجھے اپنی حقیقت بتاؤ کہ تم کون ہو۔

میری حقیقت بہت ہیسا تک ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تم کو ضرور بتاؤں گا لیکن تم شاید نہیں جانتی ہو
کہ میں کس اذیت کا شکار ہوں مجھ پر کیا کیا بیت رہی ہے ایک ایک لمحہ سلگتا ہوں ایک ایک لمحہ مہرتا ہوں اس نے
مجھے بہت بے بس کر رکھا ہے۔ اسے سات نو جوانوں کے خون چاہیے۔
کیا کیا۔ ہانیہ چوکی۔

ہاں اگر میں نے اسے سات نو جوانوں کے خون دے دیئے تو وہ مجھے آزاد کر دے گا پلیز مجھے آزادی دلا دو
مجھے اس اذیت سے نکال دو۔ وہ پھر ہاتھ جوڑنے لگا۔ اس کے بولنے کے انداز بے بسی کے علاوہ کچھ بھی نہ
تھا۔ حسین چہرے پر اذیت ابھرتی دکھائی دینے لگی تھی۔
یہ بہت مشکل کام ہے میں نہیں کر سکتی۔

پلیز ہانیہ۔ مجھے تمہارے علاوہ کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیا تھا اس لیے تمہارے خوابوں میں تمہیں اپنے قریب
کرنا ہمارا گرم نے میری مدد نہ کی تو پھر ہو سکتا ہے میری زندگی ایسے ہی تڑپتے سکتے سلگتے بیت جائے۔ پلیز ہانیہ
مجھے آزادی دلا دو۔ پلیز۔ وہ رو دیا۔ وہ تڑپ اٹھی اس کے دل میں اس کے جتنے بھی پیار کے شعلے تھے سب ہی
ابھرنے لگے۔

ٹھیک ہے میں ایسا کروں گی مجھے تم کو آزاد کرنے کے لیے اگر سو نو جوانوں کو بھی مارتا پڑا تو میں انکو ماروں گی
بس مجھے تم چاہیے۔ وہ پھٹ پڑی
واقعی ہانیہ۔ وہ خوشی سے بولا۔
ہاں واقعی میں ایسا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن مجھے کرنا کیا ہوگا۔

تمہیں بس لڑکی ہو یا لڑکا اس کو لے کر پہاڑی کے اوپر چڑھنا ہے اس کے بعد میرا کام ہوگا۔ بس۔ تم یہ
تعوذ اتار کر مجھے دے دو پھر دیکھنا تمہیں سب کام آسان لگنے لگیں گے۔ اتنا کہہ کر اس نے اپنی حیرانہ آنکھوں
سے ہانیہ کو دیکھا نہانے اسے کیا ہو گیا کہ اس نے وہ تعویذ گلے سے اتار دیا اور اسے یوں لگا جیسے وہ آزاد ہو گئی
ہو۔ اس نے ایک نظر اسے دیکھا۔

کام مشکل نہیں ہے۔ وہ مطمئن انداز میں بولی۔ میں کر سکتی ہوں کسی کو بھی یہاں لاسکتی ہوں۔
تھینکس ہانیہ تھینکس۔ تم نے میری مشکل آسان کر دی۔ کیا یہ کام آج کر سکتی ہو۔ تمہارے ساتھ تمہارے
ساتھی موجود ہیں ان میں سے کسی کو بھی لے آؤ۔

اپنے ساتھیوں کو۔ وہ کانپی۔ نہیں نہیں میں ان میں سے کسی کو موت کے حوالے نہیں کروں گی۔
ہانیہ۔ وہ مجھ سا گیا۔ دیکھو میرے جسم کو آگ لگی ہوئی ہے میں بہت اذیت میں ہوں ایک نہ دیکھنے والی
میرے جسم کو سلگائے جا رہی ہے پلیز مجھے اس سے چھٹکارہ دلا دو۔ وہ سوچ میں پڑ گئی اور پھر اس نے ایک
بھیا تک فیصلہ کر لیا۔ بہت ہی بھیا تک۔

ٹھیک ہے میں تمہاری آزادی کے لیے اپنے پیار کو بچانے کے لیے اپنے ساتھیوں کی قربانی دوں گی۔
یو آر سو سوٹ ہانیہ تم بہت پیاری ہو۔ وہ خوشی سے گل سا گیا جاؤ پھر میں تمہارا انتظار کرتا ہوں۔
ہانیہ اٹھ گئی اور خیمہ کی طرف چلنے لگی وہ اس وقت سب کچھ بھول چکی تھی یہ بھی بھول چکی تھی کہ وہ کیا کرنے
جا رہی تھی وہ خیمہ میں چلی گئی۔ وہاں سب ہی سوئے ہوئے تھے انہیں کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ ان کے ساتھ کیا
ہونے والا ہے اور ان کی انجی ساتھی انکے ساتھ کتنا بھیا تک کھیل کھیلنا چاہتی ہے۔

شازی۔ ہانیہ نے آجنگلی سے شازی کو جھوڑا۔
کیا ہے۔ اس نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔
میرے ساتھ آؤ۔ وہ مجھے بلارہا ہے مجھے اکیلے میں خوف آرہا ہے۔ اس کی اس بات پر شازی اٹھ کر بیٹھ گئی
کون بلارہا ہے۔

وہی۔ آؤ میں تم کو دکھاتی ہوں۔ جلدی کرو کہیں وہ چلا نہ جائے۔ اس نے اس کا بازو کھینچا۔ اور خیمہ سے باہر
لے آئی۔ باہر نکلتے ہی ان دونوں کو وہ پہاڑی کے اوپر بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔
وہ۔ آؤ جلدی کرو۔ وہ ایسے چھپنے لگی اس کو کچھ خوف سا محسوس ہوا پھر وہ اس کے ساتھ چل دی۔ دونوں
تیزی سے پہاڑی کی طرف جا رہی تھیں شازی یہ کو معلوم نہ تھا کہ اس کی موت اسے کھینچ کر لے جا رہی ہے جبکہ ہانیہ
جانتی تھی کہ وہ کیا کرنے جا رہی ہے اس کو اس وقت کچھ بھی افسوس نہ ہو رہا تھا۔ چلتی چلتی وہ دونوں پہاڑی کے
پاس جا پہنچیں۔

دیکھو میں آگئی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ مجھے یہاں کیوں بلایا ہے۔ ہانیہ نے اداکاری کی۔
اور آؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ اس نے کہا تو دونوں پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگیں راستہ وہ پہلے ہی دکھا چکا تھا
جو زیادہ مشکل نہ تھا۔ جلد ہی وہ پہاڑی کے اوپر موجود تھیں لیکن چند لمحوں بعد ہی اس کا ہاتھ شازی کی گردن تک گیا
اس کے بعد وہ دونوں غائب ہو گئے۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے اگلا شمارہ ضرور پڑھئے۔

موت کی دستک

--- تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔

آج میں بہت خوش ہوں کیونکہ احمر اور ہادیہ کی شادی انڈینڈ کر کے آرہی ہوں یہ ٹھیک ہے کہ مجھے جو بھی لوگ ملے سب برے تھے لیکن احمر نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر شخص برا نہیں ہوتا احمر نے جب مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا تھا تو میری نگاہ اس کی پرسکون مسکراہٹ پر جم کر رہ گئی تھی وہ مجھے اندر آنے کا اشارہ کر کے پلٹ گیا اس کے کمرے کی جانب جاتے ہوئے میں ہنسنے لگی تھی میری نگاہ کھلی کھڑکی سے حسرت دیاں کی تصویر بنی ایک لڑکی پر پڑی وہ احمر کی تصویر ہاتھ میں لیے ایک تنگ دیکھے جارہی تھی اس کے ہونٹ خاموش تھے مگر آنکھوں میں ہزار حسرتیں چل رہی تھیں اس کی آنکھوں میں کسی دیر انیاں مجھے اپنے آپ جیسی لگتیں میرے سامنے اس وقت ہادیہ نہیں بلکہ سوہا بھی اس ایک بل نے مجھ سے وہ فیصلہ کروالیا جسے کرتے ہوئے میں سارا دن کشمکش میں مبتلا رہی تھی احمر کی اچھائی بھی مجھ سے یہی فیصلہ کروانا چاہتی تھی مگر میں نے جب احمر کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا تو وہ تھیرہ گیا تھا آج ان کی شادی تھی ان کی جوڑی بہت شاندار لگ رہی تھی مجھے بے حد افسوس ہوا کہ میں بے گناہ لوگوں کو مارتی رہی اور مجھے خوشی ہے کہ میں نے ہادیہ کی آنکھوں سے دیر انیاں ساری حسرتیں نوج کر پھینک دیں ہیں اور اس کے لبوں پر مسکراہٹیں سجادی ہیں اس کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے ستارے مجھے پرسکون کر گئے ہیں آپ لوگ بتائیے کیا میں نے ٹھیک کیا۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

اس وقت کون آگیا۔ دستک کی آواز یہ شیردل نے بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی جانب بیزاری سے دیکھا وہ ابھی ابھی آفس سے آیا تھا کل اس کی منگنی تھی اور اسے چھٹی کرنا تھا لہذا اضافی کام کرتے کرتے اسے دیر ہو گئی تھی اس کی ایک بی مان قسمی باپ کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا ان کی آبائی زمینیں انہیں سے ان کی اچھی خاصی گزر بسر ہو رہی تھی مگر شیردل فارغ نہیں رہنا چاہتا تھا سو اس نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت کر لی تھی ثانیہ اس کی خالہ زاد سہیلی اور اسی کے ایما پہ کل اس کے ساتھ اس کی منگنی تھی وہ ابھی آفس سے آیا تھا اور یہ دستک اس نے رسٹ واپچ پر نگاہ ڈالی گیارہ ہو رہے تھے۔ اس نے دروازہ کھولا۔ کون ہے۔ جواب نہ



کے لیے سو جاؤ گے۔ وہ سایہ معنی خیزی سے بولا

تم ہو کون۔ شیر دل اکتا کر بولا۔

موت۔ اس کی آواز میں نجانے کیسا تاثر تھا کہ شیر دل سا نڈر انسان بھی چند ثانیے کو تو سناٹے میں رہ گیا۔ جب اس نے غور کیا تو ہیولہ غائب تھا اس نے میکا کی انداز میں پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ اور اندر آ گیا۔ بیڈ پر دروازہ اسی سائے پارے میں سوچ رہا تھا نیند کو سوں دور تھی یکا یک وہ گردن پہ ہاتھ رکھ کر بری طرح کھانسنے لگا۔

کیا ہوا بیٹا۔ ماں جو نیند کی گولیاں لے کر سوئی تھی بیدار ہو کر اٹھ گئی۔ بری طرح کھانسنے کی وجہ سے وہ کوئی جواب نہ دے پایا وہ گردن پہ ہاتھ رکھے ایک جانب دھیر ہو گیا۔ اس سائے نے سچ کہا تھا وہ ہمیشہ کے لیے سوچکا تھا۔

غزل

نہ کہو ایسا کہ برداشت ہو نہ سکے
تیرے لیے ہی جان دیں اور تجھے خبر ہو نہ سکے
بڑھتی جا رہی ہے اب تو بیکراری بھی
میں چھوڑ جاؤں دنیا اور دیدار ہو نہ سکے
بہت بے تاب ہیں ہمیں ملنے کو ہم ہر پل
رہ جائے نہ حسرت اور وصل ہو نہ سکے
بڑھتے جا رہے ہیں غم ہماری زندگی میں اب
کہ مٹ جائے زندگی اور صبر ہو نہ سکے
بہت بھتی ہیں دن رات تیری یاد میں آنکھیں
بھٹکتی ہی رہ جاؤں کوئی میرا در ہو نہ سکے
کتنا خاموش محبت کا نظارہ ہو گا چاند
جدا کی ہو گی ایسی کہ وصل پھر ہو نہ سکے

اشعار

ہے میری دیوانگی کا یہ عالم اب تو چاند
اک پل بھی نہ گزرتا بن یاد کیے اس کو

☆

موت کو لگے لگانا اب مشکل نہ رہا چاند
کہ ہمیں روکنے والے ہی ہمیں چھوڑ گئے
(انعم چاند، وہاڑی)

بہت اداس ہوں یہ بات اس سے کہہ دینا
اجل کے پاس ہوں یہ بات اس سے کہہ دینا
قدم قدم پہ ہوا تھا گمان منزل کا
فقط قیاس ہوں یہ بات اس سے کہہ دینا
پچھڑ کے مجھ سے تو دل کا سکون کھولے گا
دفا کو راس ہوں یہ بات اس سے کہہ دینا
جلایا دیپ ہے اک ہم نے یادوں کا
اک التماس ہوں یہ بات اس سے کہہ دینا
تمہارے جگر میں نیچے جو آنکھ سے آنسو
ادائے خاص ہوں یہ بات اس سے کہہ دینا
(یونس عبدالرحمن، مہندی بہاؤ الدین)

دستک کی آواز اسے سوچوں کے جنگل سے نکال لائی
اس نے دروازہ کھول کر جھانکا کوئی سیاہ لبادے میں
ملبوس دروازے کی جانب پشت کئے کھڑا تھا اس
کے شانوں پر بے ترتیب بال بھرے تھے۔
کون ہو تم اس نے الجھ کر پوچھا۔

موت۔ وہ یکا یک عرفان کی سیست پلٹا اس کی
آنکھوں میں ایک سردی کیفیت تھی عرفان کے
پورے وجود میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔

وہ شخص دھیرے دھیرے چلتا اندھیرے کا
حصہ بن گیا عرفان پلٹا اور کمرے میں چلا گیا اس
کے ذہن میں موت۔ موت کی بازگشت ہو رہی تھی
اس لفظ میں یا اس شخص کے لیے میں نجانے ایسا
کیا تھا کہ یہ اس کے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔
یہاں تک کہ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگا بے چینی اس
کے وجود میں خون کی مانند گردش کر رہی تھی معاً ایک
کھٹکا سا وہ اس نے چونک کر دیکھا اس کی آنکھیں
پھٹتی چلی گئیں اس کا چہرہ خوف سے پیلا پڑ چکا تھا۔
وہ بے دم سا ہو کر صوفے پر گر گیا چند ثانیے بعد اس کا
شخص ختم چکا تھا۔

وہ تین فروری کی ایک سرد رات تھی اداکل
دنوں کا چاند دھیرے دھیرے زوال
پذیر ہوتا جا رہا تھا کامران گہری نیند سو یا ہوا تھا جب
زور زور سے دروازہ دھڑ دھڑایا گیا۔ وہ ہڑ بڑا کر
اٹھ بیٹھا اس نے ایک نظر اپنے پہلو میں جو خواب اپنی
بیوی زری پر ڈالی اور چپل پہنے لگا وہ سوچ رہا تھا۔

اتنی رات گئے کون ہو سکتا ہے دروازے پر
اس کے بیڈروم سے نکل کر دروازے تک پہنچنے تک
دستک کی بار ہو چکی تھی اس نے دروازہ کھولنے سے
قبل پوچھا۔

کون ہے۔۔۔ جو ابا خاموشی چھائی رہی ابھی وہ
پلٹا ہی تھا کہ دستک پھر سے ہوئی اس نے پلٹ کر

غزل

محبت کی میں نے مگر اس کو آزاد رکھا
دل میں جو درد تھا اس کو ہی آباد رکھا
شاید مجھے تنہائی کی طلب تھی سول گئی مجھ کو
تنہائی بھی دی اس نے مجھے مگر خود کو آزاد رکھا
شاید وہ جانتا تھا سب ہنر دل دکھانے کے
دے دے درد ہم کو اس نے خود کو آباد رکھا
کاش وہ جان لیتا دل ٹوٹنے کا درد
درد دل دیا ہمیں اور خود کو آزاد رکھا
اس طرح ٹوٹے ہیں جیسے ٹوٹا ہو ستارا کوئی
کر کے برباد ہم کو اس نے خود کو آباد رکھا
اپنا بنا رہا ہے نہ چھوڑا ہے کسی کیلئے چاند
کر کے قید ہم کو اس نے خود کو آزاد رکھا
(انعم چاند، وہاڑی)

غزل

کہانیاں بھی ہیں قصے بھی ہیں
معلومات کے حصے بھی ہیں
آئینہ روبرو کا بھی ایک صفحہ ہے
جس میں سب کا پتہ بھی ہے
غزلیں بھی ہیں نظمیں بھی
پیاری پیاری ہیں تصویریں بھی
ہوتا ہے اس میں سب کچھ
سب کے درد اور سب کے دکھ
گھر بیٹھے درد درد بتائے
اور ساتھ اچھی باتیں بتائے
لے لو بھیا یہ جواب عرض
فائدے اس کے بے شمار
(ملک علی رضا، فیصل آباد)

روازہ کھول دیا سامنے ایک نہایت خوب رو و شیزہ
وجود تھی اتنی سیردی میں بھی اس نے مختصر بلاؤز کی
ماٹھی پہن رکھی تھی ٹیوب لائٹ کی دو دھیاروشی عین
س پر پڑ رہی تھی سیاہ فیقون کی ساڑھی میں اس کا
غلاف بدن بھلک رہا تھا اس کا ہوشربا وجود خیرہ
کن تھا اس کے لبوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیلی
وئی تھی۔

کون ہو تم۔ کامران نے اس کے ہوشربا وجود
سے نظریں چرا کر پوچھا۔
موت۔

کلک۔ کیا۔ موت۔

ہاں موت۔ تمہاری موت۔

اس کا سپاٹ لہجہ کامران کو منجمد کر گیا اس نے
بڑی سے دروازہ بند کیا اور بیڈروم میں
بلا گیا۔ اس کا دل بے حد تیز رفتاری سے دھڑک
پا تھا اس نے فریج کھول کر پانی پیا اور اسے بے حد
گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی اس نے بے چینی سے
چنانچہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا صبح جب زری کی
آنکھ کھلی تو کامران اس دنیا سے اس دنیا میں پہنچ
چکا تھا زری کے لیے اس کی موت بربادی کا پیام
لائی تھی۔

اس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہوگا

اک دن آئے گا وہ شخص ہمارا ہوگا

یہ جو پانی میں اتر آیا ہے سنہری ساغرور

اس نے ندی میں اپنا پاؤں اتارا ہوگا

میرے جیسا ہی کوئی جگر کار مار ہوگا اس نے
کھڑکی کے پٹ وا کر دیئے وسیع آسمان پہ چاند ایک
شانِ نقاخر سے براجمان مسکرا رہا تھا اس نے حسرت
سے چاند کو دیکھا اس کی نظروں میں رائیل کا نازک
سر اپا چم سے لہرایا وہ بھی تو چاند ہی تھی وہ اسے دیکھ
تو سکتا تھا مگر چھو نہیں سکتا تھا وہ اس کی کرن تھی وہ بھی

جان ہی پایا تھا کہ وہ کب اس کے دل میں آجی تھی
وہ کئی سالوں سے ایسے چاہتا آ رہا تھا مگر رائیل وہ
کسی اور کو پسند کرتی تھی اس کی مٹکی ہو چکی تھی اور وہ
پھر بھی اپنے دل کو سمجھا نہیں پایا تھا لاکھ کوشش کے
باوجود اسے بھلا نہ پایا تھا اس نے رائیل کو ٹوٹ کر
چاہا تھا اور خود ٹوٹ کر رہ گیا تھا۔

ان دنوں وہ سب سے کٹا کٹا پھر رہا تھا شریل
ادراہمن پوچھ پوچھ کر تھک گئے تھے مگر وہ انہیں کوئی
تسل بخش جواب نہ دے سکا تھا بلکہ اس کے پاس تو
کسی بھی سوال کا جواب نہ تھا اس سے کوئی بات کی
جانی تو جواب اس کے لبوں پر جامد چپ ہوئی عجیب
خود فراموشی کا عالم تھا اسے یاد تھا کہ اس نے رائیل
کو آخری بار چار ماہ قبل دیکھا تھا حالانکہ اسے اپنے
بارے میں یہ بھی یاد نہیں تھا کہ اس نے صبح ناشتہ کیا
تھا کہ نہیں یہ محبت بھی ناں لگتی عجیب ہوتی ہے انسان
کو کہیں کا نہیں چھوڑتی جہاں بھی جس جگہ بھی جاتی
ہے سب کو اپنا اسیر کر لیتی ہے ہر ایک اس کا ہاتھ
داسن تھام کر چپ چاپ اس کے پیچھے ہو لیتا ہے پھر
اس کی مرضی یہ جہاں چاہیے لے جائے اپنی مرضی
ختم ہو جاتی ہے پھر اس کی چاہ ہی اپنی چاہ ہوتی ہے
اور اگر جو کسی موڑ پر یہ دامن چھڑالے تو کچھ باقی
نہیں رہتا۔ اور پھر ایسے میں کچھ بھائی نہیں دیتا
ایک بے بسی سی بے بسی ہوتی ہے اور یہ بے بسی بھی
کتنا بے بس کر دینے والا احساس ہے اسے صرف
وہی محسوس کر سکتا ہے جو اس کیفیت سے گزرا ہو اور
زندگی کے کسی نہ مقام پر ہر شخص ہی کبھی نہ کبھی بے
بس ہو جاتا ہے باختیار بھی بے بس ہو جاتا ہے وہ
بھی اسی بے بسی کے عالم سے گزرا رہا تھا ایک بے
چین سی کیفیت اس کے وجود میں گردش کر رہی تھی
ہر چیز سکوت کے زیر اثر تھی خاموشی کے اس سمندر
میں اس کے کمرے کے دروازے پر ہونے والی
دستک نے ارتعاش برپا کیا تھا اس کی سوچوں کا

تسل ٹوٹ گیا تھا دستک دوبارہ ابھری تو وہ چونک
کر آگے بڑھا اس نے دھیرے دھیرے سے
دروازے کے پٹ وا کئے۔

تت۔ تم اس کے لبوں سے سرسراتی ہوئی آواز
ٹپکی اس نے بے ساختہ اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں مگر
اگر یہ خواب تھا تو جاگتی آنکھوں کا رائیل اس کے
سامنے کھڑی تھی ہاں وہ رائیل ہی تھی سفید شفیون
کے لباس میں اس کا دودھیارنگ تنگ گارہا تھا اس
کے یاقوتی لبوں کی تراش میں دلآویزی سی مسکان
تجی ہوئی تھی

ہاں میں۔۔۔ وہ رفتہ رفتہ آگے بڑھنے لگی وہ
حیرت سے پلکیں جھپکنا بھی بھول گیا وہ ایک ٹک
اسے دیکھ جا رہا تھا رائیل نے ایک پیالہ اس کی
جانب بڑھایا۔

یہ لو پی لو پیو گے ناں۔ اس نے یقین دہانی
چاہی

اگر تم موت بھی دوگی تو میرے لیے یہ زندگی
سے بڑھ کر ہوگی۔ اس کا لہجہ چپائی سے بھرپور تھا۔
یہ موت ہی ہے۔

رائیل نے پیالہ بڑھایا عمر نے وہ پیالہ آب
حیات کی طرح تھام لیا اس نے وہ زہر پلا مشروب
ایک ہی سانس میں پی لیا اس کا رخ ذائقہ اسے
رائیل کے لبوں پہ کھپتی میٹھی مسکراہٹ نے محسوس ہی
نہ کرنے دیا تھا وہ خوشی سے پاگل ہو رہا تھا وہ خوشی
سے اس قدر پاگل ہو گیا تھا کہ یہ تک بھول گیا تھا کہ
رائیل تو اسلام آباد میں ہوتی ہے وہ رات کے اس
بہر یہاں کیسے ہو سکتی ہے۔

صبح آہمن نے اسے جگانا چاہا تھا مگر اس نے
کروٹ کے ٹل لیے عمر کو ہلایا اس کا پورا چہرہ
اور گردن گہرا نیلا ہو چکا تھا آہمن کے حلق سے نکلنے
والی جے جے ساختہ تھی۔

زمین کی پشت تحمل سے دوہری ہو جائے
اگر وہ بوجھ اٹھائے جو ہم اٹھاتے ہیں
ہمیں بھجائے کو اندر کا جس کا پی ہے
ہو امزاجوں کا احسان کم اٹھاتے ہیں

وہ ایک ارتکاز سے ڈوبتے سورج کو دیکھ
رہا تھا سیاہ آنکھوں کے سمندر میں سوچ کی لہریں
کروٹیں بدل رہی تھیں ملکی ہو اس کے رہتی بالوں
سے چھڑ چھا کر رہی تھی احمر ہادی کی آواز پر اس نے
بے تاثر انداز میں گردن موڑی۔

خالہ کہہ رہی ہیں کھانا کھا لو۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔ وہ کہہ کر پھر رخ
موڑ گیا۔ وہ اس کی کیفیت سے بخوبی واقف تھی اس
لے چپ چاپ پلٹ گئی احمر جمال کے تین بہن
بھائی تھے انہیں اس سے بڑا تھا اور انصر اور امادہ
چھوٹے وہ بے حد حساس تھا۔

ان کے علاقے میں موت کی دستک اب عام
ہو گئی تھی ہر روز کسی نہ کسی گھر کا کوئی فرد موت کی
دستک کا شکار بننا تھا یہ دستک ایک معمر بن چکی تھی جو
بھی دستک کے جواب میں دروازہ کھولتا تھا اسکے
لیے خود موت کا دروازہ کھل جاتا تھا لوگ بے حد
ہراساں رہنے لگے تھے سرشام ہی بازار اور گھروں
کے کواڑ بند ہو جاتے خوف کا بادل ہمہ وقت اطمینان
کے سورج کو ڈھانپ رکھتا تھا وہ کتنی ہی دیر کم قسم سا
پٹھار ہا پٹھار کھڑا ہوا اس کا رخ گھر کی جانب تھا
وہ گھر پہنچا تو ہادی بے امی کے پاس بیٹھی تھی ہادی اس کی
خالہ زاد بھی آج کل یہاں آئی ہوئی تھی بے دلی سے
کھانا کھا گیا پھر ہر روز کی تاکید دوہرائی گئی۔

دستک چاہے لاکھ ہوئی رہے بھلے کوئی اپنا ہی
پکارتا رہے دروازہ نہیں کھولنا۔۔۔۔۔ سیاہ رات
چھن پھیلانے کا نائٹ کو خوفزدہ کرنے کی کوشش
کر رہی تھی اور اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی تھی
سب یہی لوگ اپنے اپنے کمروں میں دبکے ہوئے

تھے احمد بے چینی سے کمرے میں ٹھہرا ہوا تھا پونے گیارہ بجے وہ آہستگی سے مختلط انداز میں کھڑکی کے راستے باہر کود گیا۔

ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ مختلط قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا اوائل دنوں کا چاند تھوڑی دیر قبل ہی تاریکی کے سمندر میں ڈوبا تھا اب ہر شے پہ تاریکی غالب تھی آسمان پر چمکتے ہوئے ننھے منے ستارے دھند کے عقب میں پنہاں تھے وہ عقابی نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیتا جا رہا تھا دفعتاً وہ ٹھٹھک کر رک گیا سے مدھم سی دستک سنائی دی تھی وہ کافی دیر گلیوں میں گھوم پھر کر جائزہ لیتا رہا مگر اسے کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی وہ ڈھیلے قدموں سے گھر پلٹ گیا۔

اگلی صبح گلیوں میں گھوم پھر کر جائزہ لیتا رہا مگر اسے کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی وہ ڈھیلے قدموں سے گھر پلٹ گیا اگلی صبح پھر ضیا صاحب کی لاش ملی تھی ان کے گھر سے اس کا سارا دن غائب دماغی حالت میں گزرا تھا وہ سارا دن کھویا کھویا سار بارات پھر وہ چپکے سے باہر نکل گیا مگر اس رات بھی اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی اور ایک اور گھر ماتم کدہ بن گیا تھا اس کی ماں زبیدہ بیگم نے گھر والوں سمیت ہادیہ کے گھر کالا ہو جانے کا پروگرام بنالیا۔

میں نہیں جاؤں گا۔

احمر کی بات پر زبیدہ نے اسے گھورا اکیلے کیسے رہو گے ہمارے ساتھ چلو۔

نہیں امی میرے پیپر ز ہونے والے ہیں آپ فکر مت کریں میں اپنا خیال رکھوں گا اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

بہر طور وہ لوگ چلے گئے امی ابا کی نصیحتیں رواجی تک جاری رہی تھیں۔

احمر کی دستک کے جواب میں دروازہ مت

کھولنا پلین ہادیہ بے حد تشویش زدہ سی پراسحق انداز میں بولی احمر نے چونک کر اسے دیکھا اس کی شفاف آنکھوں میں چمکتی محبت صاف عیاں تھی۔

دیا تمہارے لیے سمیر کا پروپوزل آیا تھا اس کا کیا بنا۔ سمیر ہادیہ کا چچا زاد تھا۔

میں نے انکار کر دیا تھا۔ احمر میں تم سے۔ وہ بات ادھوری چھوڑ کر ہونٹ کاٹنے لگی۔

دیا یہ ممکن نہیں ہے۔ کیوں۔ وہ استعجابیہ بولی۔

میں۔ بس اٹس ناٹ پابل۔ اس کا لہجہ اٹل تھا۔ ہادیہ کا چہرہ پل بھر میں تاریک ہوا تھا۔

کیا تم۔ کسی اور سے۔ وہ اٹک اٹک کر بشکل بول رہی تھی۔

یہی سمجھ لو۔ وہ اس کے دھواں دھواں ہوتے چہرے سے نظریں چرا گیا۔ ہادیہ کا پورا وجود گویا کسی زلزلے کی زد میں آیا تھا اس کے لب کچھ کہنے کے لیے نیم وا ہوئے تھے پھر سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے تھے وہ پٹلی اور باہر نکل گئی۔ اس کی چال میں لڑکھاہٹ تھی۔

دیا میری منزل موت ہے میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ نجائے کیوں احمر کو لگا تھا کہ اس کا پورا وجود خالی ہو گیا ہے دل میں محبت کر لائی تھی۔

وہ دسمبر کی ایک سنج بستی رات تھی۔ سرد ٹھنڈے والی ہوا ہڈیوں میں ٹھکی جا رہی تھی اس تلخ ہوا سے گھبرا کر درختوں کے پتے احتجاج کر رہے تھے اور بچتا انہیں ہوا کی برہمی سہنا بڑ رہی تھی لوگ گھروں میں بند تھے وہ بے چینی سے ٹہل رہا تھا بے چینی اس کا تھیلیوں میں اتر آتی تھی خاموشی کی چادر تاجد نگاہ بھی ہوئی تھی اس چادر میں دروازے پر ابھرنے والی دستک نے شکن ڈالی تھی احمر ٹپکتے

ہوئے ٹھٹھک کر رکا اس کے نکتوں سے ایک اطمینان بھری سانس خارج ہوئی اور وہ سرعت سے دروازے کی سمت لپکا۔

کون۔ اس نے دروازے کے پٹ وا کرتے ہوئے دریافت کیا۔

موت۔ جواب اگرچہ غیر متوقع نہیں تھا تاہم پھر بھی ایک سرد لہر اس کے وجود میں دوڑ گئی۔ وہ ایک قاتل ادا حسینہ تھی وہ بے حد خوبصورت ہونے کے باوجود بھی اسے عجیب سی لگ رہی تھی اس کے لبوں پر ایک پراسراری مسکراہٹ تھی ہوئی تھی اور اس کے وجود سے ایک مانوس سی تیز مہک اٹھ رہی تھی احمر نے برق رفتاری سے اس کا بازو دبوا کر دھونچ لیا

دو شیزہ کے چہرے پر حیرت کے آثار ابھر رہے تھے یہ اقدام اس کے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔

کیوں کر رہی تم ایسا اور تم کون ہو۔ اس نے جارحانہ انداز میں پتھوڑا۔

موت ہوں میں۔ وہ جواب چلائی۔

اسکی آواز میں زخمی درد نے کی غراہٹ تھی آج تو تمہیں اس تعویذ نے بچا لیا مگر آئندہ اس نے کہتے کہتے لب دانٹوں تلے دبا لیے جذبات میں وہ اس پر حقیقت کھول گئی تھی خیر تم سب کی موت ہوں میں کوئی نہیں بچ سکتا مجھ سے موت سے کوئی نہیں بچ سکتا تم سب یہ سارا شہر یہ سب مر جائیں گے سب مر جائیں گے کوئی نہیں بچ سکتا کوئی بھی نہیں۔

خنی سے بولتے بولتے وہ یکا یک ہڈیانی انداز میں چلائی۔ پھر دفعتاً ہی وہ پٹکی اس کا بازو احمر کے ہاتھ میں پھسل گیا پھر ایک سیاہ ناگن ریگٹی ہوئی ایک جانب بڑھنے لگی اس کے وجود نے وہی مانوس سی سانپوں کی عجیب سی مہک اٹھ رہی تھی یہ سب اتنی جلدی سے ہوا تھا کہ وہ سمجھ ہی نہ پایا تھا وہ بدستور گرم صم سم کھڑا تھا۔

احمر بھی عجیب سی کشش کا شکار تھا اس کے دروازے پر بھی اکثر دستک ہوتی تھی دروازہ وہی

میری جگہ پہ کوئی اور ہوتا جی اٹھے میں نے آپ سے اتنے سوال کرتا ہوں اگر ملال کسی کو نہیں میرا نہ کسی میں خود کون سا پامال کرتا ہوں سورج ایک بار پھر ڈوب گیا تھا اجالوں کو اندھیرے نکل گئے تھے رات نے مانجی انداز میں سیاہ آچٹل اوڑھ لیا تھا ایک اور رات کسی کی موت کا پیام ملائی تھی مگر کسی کی موت کا یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔

صبح ہونے پر بھی آنکھوں سے اندھیرا نہ گیا رات سورج سے خفا ہے مجھے معلوم نہ تھا۔

موت اب یہاں گویا ٹھہری گئی تھی عام روٹین کے کاموں کی طرح کسی کی موت بھی ایک بات تھی اور موت کی دستک معمول کا ایک حصہ۔ لوگ اگرچہ اٹل فیصلہ کئے ہوتے تھے کہ بھلے کچھ بھی ہو جائے دروازہ نہیں کھولیں گے مگر جو بھی دستک ہوئی ان کے قدم خود خود دروازے کی جانب اٹھنے لگتے تھے اس دستک میں نجائے کیا سر ہوتا تھا کہ ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں معلوم ہو کر رہ جاتی تھیں وہ غائب دماغی سے دروازہ کھول دیتے یکا یک انہیں یاد آتا حقیقت کا ادراک ہوتا کہ وہ کون سی فاش غلطی کر چکے ہیں مگر تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی تھی وہ اپنی موت کے لیے خود دروازہ کھول چکے ہوتے تھے پورے شہر میں خوف نے پنچے گاڑ رکھے تھے کوئی کچھ سمجھ نہیں پار ہا تھا ہر چہرہ خوف سے زرد پڑ چکا تھا ہر آنکھ میں ہراس کے سائے لہرانے لگے تھے شام ہوتے ہی یہ خوف مزید بڑھ جاتا جانے آج کس کی باری ہوگی دن تو دن لوگ رات کو بھی جاگ کر گزارنے لگے تھے موت نے سب کی نیندیں اڑا دی تھیں وہ سب لوگ ہی خوف کے زیر اثر تھے۔

احمر بھی عجیب سی کشش کا شکار تھا اس کے دروازے پر بھی اکثر دستک ہوتی تھی دروازہ وہی

موت کی دستک

خونفاک ڈائجسٹ 27

جنوری 2014

کھولتا تھا مگر موت اس کے دروازے سے پلٹ جاتی تھی زبردیاد یہ کے بھائی کی شادی ہو رہی تھی اس لیے اس کے گھر والے وہیں رک گئے تھے اس سے بھی کافی اصرار کیا گیا تھا مگر وہ خوبصورتی سے ٹال گیا تھا وہ ابھی ابھی عشا کی نماز پڑھ کر آیا تھا وہ اس وقت اسی پرانے رسی دستک کے بارے میں سوچ رہا تھا اس نے آج امام مسجد سے بات کی تھی اور انہوں نے کہا تھا میں خود بہت پریشان ہوں میں نے اپنے چچا سے بات کی ہے وہ دوسرے شہر میں مقیم ہیں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں اور اصرار ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔

ہوئے وہ اگر منصف تو امیر احتیاطا ہم سزا تسلیم کرتے ہیں کسی الزام سے پہلے

وہ ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسا کر سرجھکا گئے ست روٹی سے چل رہا تھا اس کا رخ مسجد کی جانب تھا کچھ دیر بعد وہ امام صاحب کے پاس تھا اور ان کے روبرو بیٹھا ہوا تھا۔

احمر بیٹا وہ بہت خطرناک روح ہے اس پر قابو پانا بے حد مشکل ہے صوفی صاحب نے ایک وظیفہ بتایا ہے مگر انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ وہ صرف ایک بار حاضر ہوگی اس وقت ہی اگر اسے یہ سب چھوڑنے پر آمادہ کر لیا تو ٹھیک ورنہ وہ مزید تباہی مچائے گی یہ چلہ ایک ویران مکان میں کرنا ہوگا اس مکان سے بھی اس روح کا کوئی تعلق رہا ہے وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بول رہے تھے۔

ٹھیک ہے آپ بتائیں مجھے۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں چمک تھی وہ اسے تفصیل سے بتانے لگے وہ بغور سن رہا تھا۔

ہوا ایک دلربائی سے آسمان کے کونے کھدروں سے آوارہ بادلوں کو اپنے ساتھ بہلائی

تھی بادل بھی غالباً آوارگی سے اکٹا گئے تھے جہی چپ چاپ ہوا کا دامن تھا اس کے ہمراہ چل دیئے تھے آدھا چاند اور غمناک ستارے سیاہ بادلوں کے عقب میں چھپ گئے تھے پھر یکا یک ہوانے آندھی کا روپ دھار لیا تھا قدیم تن اور درخت ہوا کی تندی کے سامنے بے بس نظر آنے لگے تھے وہ وہ بری طرح ادھر ادھر ڈول رہے تھے احمر بمشکل چل رہا تھا بھری ہوا اپنے ساتھ گرد ریت اور جانے کیا کیا الا بلا باندھ لائی تھی اور سیدھا اس کی آنکھوں میں جھونک دیتی ہوا مخالف تھی اس لیے وہ اسے جلنے میں بھی دشواری ہو رہی تھی اسے آج ہر حال میں عمل کرنا تھا اس کے گھر والے واپس آ چکے تھے وہ انہیں کسی ضروری کام کا کہہ کر گھر سے نکلا تھا بالآخر وہ اس گھر میں پہنچ گیا۔

یہ کھنڈر نما مکان رات کی تاریکی میں مزید ویران اور دہشت زدہ لگ رہا تھا دروازہ ٹوٹا پھوٹا سا خستہ حال تھا وہ اندر بڑھ گیا۔ ہوا کے بیور مزید خطرناک ہو گئے یوں محسوس ہوتا تھا گویا ہزاروں رو جس مل کر چلا چلا کر رو رہی ہوں اس نے ہاتھ میں موجود تارچ جلائی کل وہ یہاں آکر جگہ منتخب کر گیا تھا وہ ایک خستہ حال پلستر اکھڑی ہوئی دیواروں والا کمرہ تھا یہ موسم کو بھی تو ہر چیز ہی خراب ہو جاتی تھی ایک موسم یہ ہی کیا موقوف۔ اس نے اپنی چادر سے پلستر خراب ہو جائے تو ہر چیز ہی خراب ہو جاتی ہے ایک موسم پر ہی کیا موقوف اس نے اپنی چادر سے پلستر اکھڑے فرش کو حتی المکان صاف کیا پھر چادر بچھائی اور اپنے گرد حصار قائم کرنے لگا لیکن کیا موت کے گرد بھی کوئی حصار قائم رہ سکتا ہے کیا کوئی ایسا حصار ہے جو موت کو روک سکے وہ بیٹھ گیا باہر اب بارش بھی ہونے لگی تھی بادل زمین پر اپنا غصہ نکال رہے تھے جو موت کو روک سکے وہ بیٹھ گیا باہر اب بارش مزید شدت آگئی

ہوا نہیں ہے جہی سے سرخینے لگیں عمل صرف دو گھنٹے کا تھا ایک گھنٹہ بیت کیا باہر طوفان ابھی بھی جارحانہ انداز میں گھومتا پھرتا تھا طوفان ہمیشہ اپنے ساتھ تباہی لاتا ہے اور بہت کچھ اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے طوفان کی موجودگی میں یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کچھ لے جانے کا ارادہ رکھتا ہے یہ خبر طوفان کے تھمنے کے بعد ہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ کیا کچھ لے جانے کا ارادہ رکھتا ہے یہ خبر طوفان کے تھمنے کے بعد ہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ کیا کچھ لے گیا ہے اور ابھی تو طوفان جاری تھا اس لیے کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے بعد کیا نتائج نکلیں گے دو گھنٹے پورے ہونے میں چند منٹ باقی تھے وہ خوش تھا کہ اس کا عمل سکون سے مکمل ہو گیا ہے اسے کسی بھی طرح دہشت زدہ نہیں کیا گیا اسے نہیں معلوم تھا کہ موت خاموشی سے دے پاؤں آتی ہے اور بھی اپنی آمد کا اعلان نہیں کرتی بس یلکھتی ہی اپنے نوکیلے پنوں میں اپنی تمام تر سفاکی سے دیوبچ لیتی ہے دو گھنٹے مکمل ہو گئے ٹوٹی پھوٹی کھڑکیوں میں مزید توڑ پھوڑ مچنے لگی ہوا اور بارش میں پھری جنگ میں یلکھتی ہی شدت آگئی دھیرے دھیرے بند کمرے کی تاریکی میں ایک ہولناک نمودار ہوا۔

احمر نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنا چاہا مگر اسے محض سایہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔

کیوں بلایا ہے مجھے وہ بولی تو یوں لگا گویا کئی بلایاں ایک ساتھ غرائی ہوں۔

تم یہ سب چھوڑ دو تم کون ہو اور یہ سب کیوں کر رہی ہو کیا لگاؤ ہے تمہارا ان معصوم لوگوں نے وہ جیسے پھٹ سا پڑا۔

میں نے کیا لگاؤ تھا کسی کا میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا میں بھی تو بے گناہ تھی جس طرح مجھے برباد کیا گیا میں بھی سب کو برباد کر دوں گی جس طرح مجھے مارا گیا میں اسی طرح سب کو مار دوں گی نہیں

چھوڑوں گی کسی کو بھی نہیں وہ چٹائی لہجے میں بولی۔
کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ احمر مستر ہوا میرے ساتھ۔ وہ ماضی میں کھونے لگی۔

اب کس سے کہیں اور کون سنے جو حال تمہارے بعد ہوا ان جھیل سی گہری آنکھوں میں ایک خواب بہت برباد ہوا اس شہر میں کتنے چہرے تھے کچھ یاد نہیں سب بھول گئے ایک شخص کتابوں جیسا تھا وہ شخص زبانی یاد ہوا

وہ دو ہی بہن بھائی تھی رضا۔ اس سے بڑا تھا ابا اور ماں کا لاڈلہ تھا وہ بچپن سے لے کر نو جوانی تک وہ معمولی رہتی تھی رضا اور وہ ایک ہی سکول میں پڑھتے تھے اسے گھر میں شدت سے یہ احساس دلایا گیا تھا کہ وہ بوجھ ہے جب تک وہ کالج میں آئی اس کے والدین کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو چکا تھا رضا بدی چلا گیا اور وہیں سیٹل ہو گیا۔

زرینہ خالہ اسے اپنے گھر لے گئیں وہ بیوہ تھیں اور بے اولاد بھی۔ کالج میں اس کا آخری سال تھا جب اس کی ملاقات ثمران سے ہوئی اور پھر وہ اس کی محبت میں مبتلا ہو گئی خود ثمران بھی اس سے محبت کرتا تھا وہ اکثر ان کے گھر بھی چلا آتا زرینہ خالہ بھی اس سے متاثر تھیں پھر ایک حادثے میں زرینہ خالہ بھی چل بسیں۔ ثمران اسے اپنے گھر لے آیا۔

وہ ایک گرم رات تھی اسے ثمران کے گھر آئے تیسرا دن تھا اسے پیاس محسوس ہوئی تھی اس نے اٹھنا چاہا مگر اس پر ایک اذیت ناک انکشاف ہوا کہ وہ اس کا پورا وجود بندشوں میں جکڑ جا چکا ہے

تہیں چپ۔ شری تو تجھے یہاں لایا تھا وہ کیوں
تہیں پھڑائے گا۔

یہ کرخت آواز عین اس کے سر سے ابھری تھی
اس نے چونک کر دیکھا ایک غبیٹ صورت بوڑھا
اس پر جھکا ہوا تھا اس کے منہ سے ایک ناگواری
مہک پھوٹ رہی تھی۔

گلک۔۔ کون ہو تم وہ ڈری گئی۔
میں کمال پاشا ہوں۔

شرم کہاں ہے۔ وہ درزتی ہوئی آواز میں بولی۔
شرتمہارا سودا کر گیا ہے وہ میرا بہت اچھا
آدمی ہے بڑا اچھا اچھا مال لاتا ہے ایک دم بنا۔

اسے چند دن وہیں رکھا گیا اسے بالکل بھی
یقین نہ تھا اس بات پر کہ شمران اس کا سودا اس کی
ضد پر کمال پاشا نے یہ بات شمران سے کہلوادی تھی
وہ پچھنی پچھنی آنکھوں سے شمران کو دیکھتی رہی۔

یہ میرا پیشہ دو ڈارنگ۔ کس ڈھٹائی سے وہ
اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا لڑکیوں
کو اپنی محبت میں، بیٹنا کرنا اور پھر فروخت کرنا بہت
دلچسپ بزنس ہے یونو۔

وہ بولتے بولتے رکا اور سامنے رکھی ٹیبل کے
شیشے پر انگلی پھیرنے لگا۔

بہت مزا آتا ہے اور کبھی کبھار لڑکی کی
قربت بھی مل جاتی ہے ورنہ زیادہ تر آرڈر تو ان
چھوٹی لکیوں کے ہوتے ہیں سو باکو بے ساختہ اس
سے من محسوس ہوئی کس قدر گھٹیا تھا وہ شخص اور وہ کتنا
عرصہ اس سے محبت کرتی رہی اس کے خوبصورت
چہرے کے پیچھے چھپا کردہ گھٹاؤ تاچہ اسے کبھی نظر
ہی نہ آیا تھا مجھے اس وقت تم سے زیادہ خود سے نفرت
محسوس ہو رہی ہے کہ میں تم سے۔۔ تم سے محبت کرتی
رہی تم اس قدر گھٹیا ہو کہ کسی کی نفرت بھی ڈیر رو نہیں
کرتے اور میں تم سے ٹیبل کی شفاف سطح اس کی
نظروں کی حدت سے جتنے لگی اس نے بے حد

نڈھال انداز میں آنکھیں موند کر سر بیڈ کی پشت پر
لگا دیا۔

پھر اس رات اس نے اپنی سب سے قیمتی
متاع عزت بھی کھودی تھی اس نے خود کشی کرنا چاہی
مگر اسے اس قدر بے بس کر دیا گیا کہ وہ مر بھی
نہیں سکتی تھی پھر کمال پاشا نے اسے کسی سفلی علوم
کے ماہر کے حوالے کر دیا۔

زنگال سفلی علوم کا ماہر تھا اس کا بچپن
جھوپڑیوں میں گزرا تھا اور جوانی جنگلات کے
جنگلات میں اس کی شکل بے حد مکروہ تھی اسے وہ
آج کل ایک ایسی لڑکی کی ضرورت تھی جو ماؤس کی
رات میں پیدا ہوتی ہوئی ہو اور اس کی آنکھیں گہری
نیلی ہوں اور وہ لڑکی اسے سو باکو کی صورت میں مل گئی
تھی اسے سو باکو مار کر اس کے خون سے اپنے کسی
دلوٹا کے مجسمے کو غسل دینا تھا سوہانے کوئی مزاحمت
نہیں کی تھی وہ خود بھی ایسی زندگی سے تنگ آ چکی تھی
وہ چاند کی چودھویں رات بھی زنگال اسے اپنی خاص
رہائش گاہ میں لے آیا اس نے اسے تہہ خانے کی
سیڑھیاں اترنے کا حکم دیا وہ بے خونی سے نیچے
اترنے لگی تہہ خانے میں جینتے ہی وہ بے اختیار
کھانسنے لگی سڑے ہوئے گوشت ناقابل برداشت
بو اس کے نچھوڑ میں گھسنے لگی تہہ خانے کی تاریکی
میں ایک چھوٹی سی موم بتی روشن تھی اور اس کی ناکانی
روشنی ماحول کو مزید پر اسرار اور ہولناک بنا رہی تھی
وہاں جا بجا انسانی اعضا بکھرے پڑے تھے وہ اندر
تک لرزتی خوف کی ایک سرد لہر اس کی ریزہ کی ہڈی
سے اٹھی اور پورے وجود میں سرایت کر گئی۔ وہ
اگرچہ موت سے خوفزدہ نہیں تھی مگر اس قدر بھیانک
موت کا تصور ہی اسے خزاں رسیدہ پتے کی طرح
کاٹنے پر مجبور کر گیا اس کا دل یوں دھڑک رہا تھا گویا
ابھی پسلیاں تو ذکر باہر نکل آئیگا۔

زنگال اب مجسمے کو غسل دینے کی تیاریوں
میں تھا غسل کچھ یوں دینا تھا کہ خون کا ایک قطرہ بھی
نیچے نہ گر پائے وہ بے حد محتاط تھا بعض اوقات بے
حد احتیاط بھی بے احتیاطی کا سبب بن جایا کرتا ہے
ایسا ہی سمجھ زنگال کے ساتھ ہوا نجانے کیسے خون کا
ایک قطرہ نیچے گر گیا اور وہ ایک قطرہ آگ بن کر
بھڑک اٹھا اپنی ہی آگ میں زنگال اپنی تمام تر
سفاکت اور گھٹاؤنے ذہن کے ساتھ جل کر راکھ
ہو گیا۔

اس کی روح پھر ضمیر ضیا کے قبضے میں چلی گئی
دس سال تک وہ اس کی غلامی میں رہی وہ اس سے
ہر جائز ناجائز کام لیتا رہا اس نے کئی بے گناہ لوگوں
کا قتل عام کیا کئی گھر پر باد کئے اور کئی لوگوں کو دھوکہ
دیا وہ اس محصور زندگی سے تنگ آ گئی ایک دن اس
نے ضمیر ضیا کو بھی مار دیا یوں اس کی روح آزاد
ہو گئی۔ اسے انسانوں سے خاص طور پر مردوں سے
نفرت ہو گئی تھی اس لیے اس نے ان کے لیے موت
کا روپ دھار لیا وہ بہروپ بھر کر کسی نہ کسی
دروازے پر پہنچ جاتی اور اب اس میں ایک ایسا سحر
پیدا ہو چلا تھا کہ وہ کسی کو بھی اپنے پاس آنے پر مجبور
کر دیتی تھی مقابل سرزدہ سا اس کی جانب کھینچا چلا
آتا تھا وہ اپنی آواز کا سحر اس پر چھوڑ دیتی اور وہ اسی
رات مر جاتا۔ احمر اپنے تعویذ کی وجہ سے بچتا رہا تھا
یا شاید اسی کے ہاتھوں اس ظلم کا خاتمہ ہونا تھا۔ اسی
لیے۔

لپٹی رہی وجود سے خوشبو تمام رات
آتا رہا ہے یاد مجھے تو تمام رات
کسی نے بڑے خلوص سے مانگی تھی روشنی
گرتے رہے مکان پہ جگنو تمام رات
روتارہا میں آپ ہی اپنے نصیب پر

اسنے گلے میں ڈال کر بازو تمام رات
بارش تھم چکی تھی شاید اپنا غصہ نکال چکی تھی جیسی
اب دم سادھ گئی تھی وہ تھکے تھکے سے انداز میں بازو
گھٹنوں کے گرد لپٹے بیٹھی تھی ماحول پر سکوت مرگ
طاری تھا ایک عجیب سی اداسی نے ہر شے کو اپنی لیٹ
میں لے رکھا تھا۔
پھر تم نے شمران سے بھی بدلہ لے لیا تھا کیا۔
احمر کو اپنی آواز کسی کنویں سے آئی ہوئی محسوس ہوئی
وہ بے ساختہ لپٹی میں سر ہلا گئی۔

محبت نے اس سے خود ہی بدلہ لے لیا تھا اسے
سچ سچ کسی سے محبت ہو گئی تھی اس کی شادی بھی ہو گئی
تھی مگر وہ لڑکی بھی ان لوگوں کو پسند آئی جنہیں وہ
لڑکیاں پسلائی کرتا تھا اسی بات پر ان کی لڑائی آپس
میں ہو گئی اور شمران کی جان چلی گئی وہ عجیب سے
انداز میں بولی۔

لیکن جنہیں تم مار رہی ہو انہوں نے کیا بگاڑا
ہے تمہارا احمر نے اسے استغما یہ انداز میں دیکھا۔
مجھے اب سب سے نفرت ہے میری زندگی
میں جتنے بھی مرد آئے ہیں وہ سب کے سب
خود غرض نفس پرست اور ہوس زدہ تھے اس لیے مجھے
لگتا ہے کہ سب ایسے ہی ہیں اس نے جی سے سر جھٹکا

دنیا میں اچھے برے لوگ ہر جگہ پائے جاتے
ہیں اگر کچھ لوگ برے ملے ہیں جنہیں تو اس کا یہ
مطلب نہیں کہ سب ہی برے ہیں بہر حال میں تم
سے ریکوئسٹ کرتا ہوں کہ پلیز یہ سب چھوڑ دو وہ
زری سے بول رہا تھا۔

باہ۔ اس کے لب پھیلے ٹھیک ہے مگر میری
ایک شرط ہے وہ جا چلتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی
تھی اسے میں تمہاری جان لوں گی اس لیے تمہیں یہ
تعویذ اتارنا ہوگا۔
اوکے یہ لو احمر نے جھٹ سے تعویذ

اتار دیا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ کیا تھا یہ شخص دوسروں کے لیے اپنی جان تک دینے کو تیار اور پھر بھی مطمئن تھا پرسکون تھا۔

ابھی نہیں رات میں تم گھر جاؤ اب ہر شے ایک عجیب سناٹے کی زد میں تھی۔

ٹھیک ہے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا وہ اب سناٹے میں گھری کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔

احمر بیٹا۔ میں نے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے ہادیہ سے۔

وباٹ۔ مجھ سے پوچھے بغیر۔ مجھے نہیں کرنی شادی۔ وہ بھڑک اٹھا بھی اس کی نگاہ نیل صاف کرنی ہوئی ہادیہ پر پڑی وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔

ہادیہ بہ سرعت رخ پھیر گئی لیکن اس کا دھواں دھواں ہوتا چہرہ احمر کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہا تھا۔ اس نے تاسف باہر جانی ہادیہ کو دیکھا وہ اسے کیسے بتاتا کہ وہ اس دنیا میں محض چند گھنٹوں کا مہمان ہے صرف آج رات تک۔ وہ یہ سب کچھ

گھر والوں کو بتانے کا حوصلہ کہاں سے لاتا۔ اس نے تھکے تھکے انداز میں صوفے کی بیک سے ٹیک لگائی۔ وہ پورا دن اس نے گھر والوں کے ساتھ گزارا تھا اب اسے معافی مانگنی تھی سب سونے کے لیے اٹھے وہ بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔

میں اتنی بری تو نہیں ہوں احمر جتنی تمہیں لگتی ہوں۔ وہ اس کے سامنے ایستادہ تھی وہ ایک لمحے کو ٹھٹھکا تھا۔ وہ دونوں ندی کے کنارے تھے۔ ایک دوسرے سے صدیوں کے فاصلے پر لیکن ملنے کی خواہش میں شراپور۔

مجھے معاف کر دینا دیا۔ بے بسی کی انتہاؤں کو چھوٹی ہوئی التجا اس کے سپرد کر کے وہ اندر کی جانب بڑھ گیا اس کے اندر رویناں کچھ اور بڑھ گئیں تیں ہادیہ شکستہ پاغبار آلود راہ میں کھڑی تھی اس کی

آنکھیں دور دور تک پھیلے صحرا کی مانند خشک تھیں مگر اندر کہیں جل تھل ہو رہی تھی وہ بالکل خالی ہو گئی تھی تہی داماں تہی دست۔ اس کی آنکھوں میں ریت چھپنے لگی تو اس نے بے دردی سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

چپ گھیاں بند دروازہ آدمی رات اور میں سرد ہیں جھونکے لمبا رستہ آدمی رات اور میں پیچھے ساتھ گزرنے والے موسم کی صدا میں سامنے ہے ایک درد کا صحرا آدمی رات

اور میں کھڑکی کھلی تھی سرد ہوا کے جھونکے کھڑکی کے راستے اندر گھسے چلے آ رہے تھے وہ جائے نماز پر بیٹھا اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے اس سے معافی مانگ رہا تھا اس نے کافی طویل دعا مانگی ابا اور امی کے لیے صبر اشعر اضر اور امامہ کے سکون اور اچھے مستقبل کی دعائیں اور ہادیہ کے لیے ڈھیروں دعائیں ابھی وہ جائے نماز سمیٹ رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اس نے ٹوپی اتار کر ریک پر رکھی اور باہر لپکا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے ایک آخری نظر اپنے گھر پر ڈالی اور موت کے لیے دروازہ کھول دیا اسکے لبوں پر پرسکون مسکراہٹ تھی۔

آج میں بہت خوش ہوں کیونکہ احمر اور ہادیہ کی شادی اٹینڈ کر کے آرہی ہوں یہ ٹھیک ہے کہ مجھے جو بھی لوگ ملے سب برے تھے لیکن احمر نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر شخص برا نہیں ہوتا احمر نے جب مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا تھا تو میری نگاہ اس کی پرسکون مسکراہٹ پر جم کر رہ گئی تھی وہ مجھے اندر آنے کا اشارہ کر کے پلٹ گیا اس کے کمرے کی جانب جاتے ہوئے میں تھک کر رکی میری نگاہ کھلی کھڑکی

سے حسرت و یاس کی تصویر بنی ایک لڑکی پر پڑی وہ احمر کی تصویر تھامہ میں لیے ایک ٹکڑے دیکھ کر جاری تھی اس کے ہونٹ خاموش تھے مگر آنکھوں میں ہزار حسرتیں چل رہی تھیں اس کی آنکھوں میں بی بی ویرانیاں مجھے اپنے آپ جیسی لکیں میرے سامنے اس وقت ہادیہ نہیں بلکہ سوہا تھی اس ایک بل نے مجھ سے وہ فیصلہ کر دیا جسے کرتے ہوئے میں سارا دن کشمکش میں مبتلا رہی تھی احمر کی اچھائی بھی مجھ سے یہی فیصلہ کر دانا چاہتی تھی مگر میں نے جب احمر کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو وہ متحیر رہ گیا تھا آج ان کی شادی تھی ان کی جوڑی بہت شاندار لگ رہی تھی مجھے بے حد افسوس ہوا کہ میں بے گناہ لوگوں کو ماری رہی اور مجھے خوشی ہے کہ میں نے ہادیہ کی آنکھوں سے ویرانیاں ساری حسرتیں نوج کر پھینک دیں ہیں اور اس کے لبوں پر مسکراہٹیں سجادی ہیں اس کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے ستارے مجھے پرسکون کر گئے ہیں آپ لوگ بتائیے کیا میں نے ٹھیک کیا۔

ڈیئر ریڈرز کسی لگی یہ کاوش اپنی قیمتی رائے سے ضرور نواز پیے گا فرزانہ یاسمین۔ اور وارث آصف خان نیازی ہمیں شدت سے انتظار ہے آپ لوگوں کی تحریروں کا اور اپنی تحریروں پر آپ کی تنقید کا وارث آصف خان بے نیازی صاحب آپ کا نام ابھی چھوٹا ہے مزید لمبا کر گئیں فرزانہ جی آپ پلیرز کوئی سنووری بھی لکھیں۔ آخر میں سب کو سلام خاص کروارث آصف خان بے نیازی اور فرزانہ یاسمین کو۔

کوئی جگنو چاہیے

انتظار حسین ساقی۔ تاندا لیا نوالہ

انتظار حسین ساقی۔ تاندا لیا نوالہ

ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے ہر طرف خاموشی ہے سکوت ہے۔ ہر آہٹ پر موت جاگ جاتی ہے مجھے کوئی ہنر ایسا دو کہ میں تجھے مل سکوں اگر ہنر نہیں تو مجھے کوئی جگنو چاہیے جو تیری محبت کا راستہ دکھائے

انتظار حسین ساقی۔ تاندا لیا نوالہ

انتظار حسین ساقی۔ تاندا لیا نوالہ

انتظار حسین ساقی۔ تاندا لیا نوالہ

انتظار حسین ساقی۔ تاندا لیا نوالہ

انتظار حسین ساقی۔ تاندا لیا نوالہ

انتظار حسین ساقی۔ تاندا لیا نوالہ

انتظار حسین ساقی۔ تاندا لیا نوالہ

موت کی منزل

۔۔ پرنس کریم۔ پشاور۔ آخری قسط

بکواس بند کرودہ دھاڑی پوراج کھنا اپنی جائیداد سمیت صرف میرا ہے اور اگر تم میں شکلیاں ہیں تو مجھ سے لڑو۔ سمجھتا ہے کہ۔ اور سسما کی جانب پڑھنے لگی ڈرنے والوں میں سسما بھی نہیں تھی وہ بھی اپنی لال سرخ آنکھوں سے اس کی جانب غصے سے گھورتی ہوئی پڑھنے لگی دونوں زیر لب اپنا اور پڑھنے لگیں اور خوشوار نظروں سے ایک دوسرے کو گھور رہی تھیں ناخن دونوں کے لمبے ہو گئے اور چہرے سرخ غصہ و سفاکی دونوں کے چہروں پر در آئی تھی اور دونوں کی غراہیں پورے کمرے میں گونجنے لگیں غرض دونوں خطرناک حد تک بدل چکیں تھیں مانتا جی اپنی زندگی کی بازی ہار گئی تھیں دروازے کے قریب لگی لاش پڑی تھی ان کی زندگی کی کہانی ختم ہوئی تھی اپنی زندگی کے آخری لمحات اس نے سخت اذیت میں گزارے تھے اپنی بیٹیوں کے ہاتھوں جو اس وقت ایک دوسرے سے لڑ رہی تھیں ایک دوسرے کو جان سے مار ڈالنا چاہتی تھیں اور ان دونوں کا اس وقت مقصد بھی تھا۔ دونوں کی لڑائی میں بھی سسما شمشیا پر بھاری ہوتی تھی تو کبھی شمشیا سسما پر شمشیا زیادہ تر سسما پر بھاری ہوتی تھی کیونکہ اسکی شکلیاں زیادہ تھیں سسما سے اسلے سسما کو چوٹیں آتی تھیں اور شمشیا کو کم چوٹیں آتی تھیں شمشیا اور بھی زیادہ کر رہی تھی اور سسما زیادہ تر اس کے وردوں سے خود کو بچانے کی کوشش کرتی اپنے وار کو وہ کم ہی کرتی کہ اسے زیادہ موقع نہ مل رہا تھا۔ دونوں کی بھانک لڑائی بہت دیر تک جاری تھی دونوں ایک دوسرے پر آگ کے گولے برسا رہی تھیں جس سے دونوں تو بچ نکلتیں مگر ان کے گھر نے آہستہ آہستہ آگ بکڑی سسما نے دل ہی دل میں کچھ سوچ کر شمشیا پر وار کرنا بند کر دیئے اور مسلسل اپنا اور داؤچی آواز میں پڑھ پڑھ کر خود کو اس کے گولوں سے بچا رہی تھی جب سسما نے خوب منتر پڑھا تو آگ کا ایک زبردست بڑا سا گولہ بنا کر شمشیا کی طرف تیزی سے پھینکا۔ اس نے جلّت سے خود کو زمین پر گر کر او یا منہ کے بل گولہ اس کے اوپر سے گزر کر دیوار سے جا ٹکرایا اور دیوار میں بڑا سوراخ بنا کر باہر نکل گیا اور غائب ہو گیا۔ سسما کے لیے یہ موقع نعمت تھا اس نے جلّت میں ایک اور گولا بنایا جو چھوٹا تھا پہلے والے کے مقابلے میں اور شمشیا کی طرف اچھال دیا شمشیا ابھی اٹھ ہی رہی تھی کہ گولہ اس کے سر کو لگا آگ کے گولے نے اس کے سارے بال جلادے۔ وہ چیخ اٹھی اور درد سے بے ہوش ہو گئی سسما نے خود کو غائب کر دیا اور کمر سے نکل گئی باہر اس کی مانتا جی کی لاش پڑی ہوئی تھی وہ سمجھ گئی کہ مانتا جی مرنے سے پہلے دونوں بیٹیوں کی حقیقتیں جان کر مری ہیں اس نے افسوس سے مانتا جی کو دیکھا اور غائب حالت میں گھر سے باہر نکل آئی کہ اس کا دہاں اب اس کے لیے بھی جان لیوا تھا کیونکہ پورے گھر کے باہر لوگ جمع تھے اور آگ کو بجھانے کی کوشش میں تھے اندر شمشیا کی چیخ کی درد میں ڈوبی ہوئی آوازیں آرہی تھیں جسے سن کر باہر کھڑے لوگ تڑپ رہے تھے شمشیا کی سہیلی امریتا اور سسما کی سہیلی انجلی بھی دہاں موجود تھیں دونوں ایک دوسرے کو گلے لگ کر رو رہی تھیں۔ شمشیا جل کر مر چکی تھی اور سسما کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ ایک سنسنی خیز

اتنی بڑی حقیقت کا سامنا کر کے اس کا ذہن معاف ہو رہا تھا اس کی اپنی سگی بہن س کی دشمن بن کر اس سانسے کھڑی تھی اس کی اپنی بہن اس حد تک خود غرض اور لالچی تھی اس بات کا اسے قطعی علم نہ تھا کہ



ہمیشہ اندھیرا ہی ہوتا ہے سسما پر تو یہ حقیقت اشکارہ ہوگئی تھی مگر اس سے بڑی حقیقت تو ان کی ماتا جی پر کھلی تھی جو باہر کھڑی دونوں کی باتیں سن چکی تھیں ان پر دل کا دورہ بڑا تھا کہ دل کا دورہ پڑنے کے لیے یہ حقیقت ہیکانی تھی کہ ان کی دونوں بیٹیاں کالا جادو سیکھ کر ایک دوسری کی جان کی دشمن بن گئیں ہیں یہ صدمہ کہ ان کے لیے قابل برداشت تھا وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں انہیں پکارتا چاہتی تھیں مگر قسمت ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی کہ دل کے دورے نے انہیں بے بس کر دیا تھا اور وہ چند لمحے بعد زمین پر پڑی اپنی آکری سائیں گھٹنے لگیں۔

میں نے کہا تھا کہ میں نے یوراج کھنا کی جائیداد حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ نہیں کیا مجھے ان کی جائیداد سے کچھ سروکار نہیں ہے میں صرف ان سے پریم کرتی ہوں اور انہیں حاصل کرنا چاہتی ہوں تم بار بار جائیداد کا ذکر کرت کر وہ ہر انسان تمہاری طرح خود غرض اور لالچی نہیں ہوتا سسما سسما نے مارے غصے سے اسے دیدی کہنا ہی چھوڑ دیا کہ اب وہ اس کی دیدی رہی نہیں تھی میں تو اس کے ساتھ جمو پڑی میں بھی رہ لوں گی کہ مجھے صرف یوراج کھنا چاہیے اس کی جائیداد نہیں سسما نے مزید کہا۔

بہت خوب بڑی چالاک ہو تم سسما ایک غریب لڑکی ہو کر بھی جائیداد کی لالچ نہیں کر رہی میں یہ بات نہیں مان سکتی سسما نے زہریلے انداز میں کہا۔

ہاں مجھے پتہ ہے کہ تم بھی نہیں مان سکتی کیونکہ تم لالچی ہو اور تمہیں ہر کوئی اپنی طرح لالچی نظر آتا ہے تم جیسے خود غرض انسان جذبات کو نہیں سمجھ سکتے صرف اپنی ہوس کو جانتے اور پہنچاتے ہو سسما نے انتہائی غصے سے کہا جو بھی ہو لیکن جس جائیداد کو حاصل کرنے کے لیے میں نے اتنی محنت کی ہے اسے میں کسی بھی حال میں چھوڑ نہیں سکتی اس لیے سسما تمہیں مرنا ہوگا کیونکہ جب تک تم زندہ ہو مجھے میرے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دوں گی و نہا جہاں کی نفرت اپنے لفظوں میں سمو کر اس نے کہا۔

تم ٹھیک کہتی ہو جب تک میں زندہ ہوں تم یوراج کھنا کو بھی حاصل نہیں کر سکتی اسے مقصد کے حصول کے لیے اگر تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ مجھے رستے سے ہٹا دوں گی تو یہ تمہاری بھول ہوگی کیونکہ اگر تمہارا کوئی مقصد ہے تو مقصد میرا بھی ہے اور یہ میری زندگی کا اگلوں مقصد ہے کہ میں یوراج کھنا کو حاصل کر لوں اور اس کے لیے میرے سامنے جو بھی دیوار آئے گی میں گرانے میں دیر نہیں لگاؤں گی اور کبھی بھی اپنے موقف سے نہیں ہٹوں گی سسما نے دو ٹوک الفاظ میں اپنے ارادے کی مضبوطی بیان کی تو سسما غصے سے جڑ بڑھ گئی۔

بکو اس بند کر وہ دھاڑی یوراج کھنا اپنی جائیداد سمیت صرف میرا ہے اور اگر تم میں شکلتیاں ہیں تو مجھ سے لڑو۔ سسما نے کہا۔ اور سسما کی جانب بڑھنے لگی ڈرنے والوں میں سسما بھی نہیں تھی وہ بھی اپنی لال سرخ آنکھوں سے اس کی جانب غصے سے کھوئی ہوئی بڑھنے لگی دونوں زیر لب اپنا اور پڑھنے لگیں اور خونخوار نظروں سے ایک دوسرے کو گھور رہی تھیں ناخن دونوں کے لیے ہو گئے اور چہرے سرخ غصہ و سفاکی دونوں کے چہروں پر در آئی تھی اور دونوں کی غراہیں پورے کمرے میں گونجنے لگیں غرض دونوں خطرناک حد تک بدل گئیں تھیں ماتا جی اپنی زندگی کی بازی ہار گئی تھیں دروازے کے قریب انکی لاش پڑی تھی ان کی زندگی کی کہانی ختم ہوگئی تھی اپنی زندگی کے آخری لمحات اس نے سخت اذیت میں گزارے تھے اپنی بیٹیوں کے ہاتھوں

موت کی منزل۔ آخری قسط 36 خوفناک ڈائجسٹ 2014 جنوری

جو اس وقت ایک دوسرے سے لڑ رہی تھیں ایک دوسرے کو جان سے مار ڈالنا چاہتی تھیں اور ان دونوں کا اس وقت مقصد یہی تھا۔ دونوں کی لڑائی میں بھی سسما سسما پر بھاری ہوتی تھی تو کبھی سسما سسما پر سسما زیادہ تر سسما پر بھاری ہوتی تھی کیونکہ اسکی شکلتیاں زیادہ تھیں سسما سے اسلے سسما کو چومیں آتی تھیں اور سسما کو کم چومیں آتی تھیں سسما اور بھی زیادہ کر رہی تھی اور سسما زیادہ تر اس کے وردوں سے خود کو بچانے کی کوشش کرتی اپنے وار کو دور کم ہی کرتی کہ اسے زیادہ موقع نہ مل رہا تھا۔ دونوں کی بھیا یک لڑائی بہت دیر تک جاری تھی دونوں ایک دوسرے پر آگ کے گولے برسا رہی تھیں جس سے دونوں توجہ نکلتیں مگر ان کے گھر نے آہستہ آہستہ آگ پکڑ لی سسما نے دل ہی دل میں کچھ سوچ کر سسما پر وار کرنا بند کر دیے اور مسلسل اپنا ورداؤ پچی آواز میں پڑھ پڑھ کر خود کو اس کے گولوں سے بچا رہی تھی جب سسما نے خوب متثر پڑھا تو آگ کا ایک زبردست بڑا سا گولہ بنا کر سسما کی طرف تیزی سے پھینکا۔ اس نے غلٹ سے خود کو زمین پر گر دیا منہ کے بل گولہ اس کے اوپر سے گزر کر دیوار سے جا ٹکرایا اور دیوار میں بڑا سوراخ بنا کر باہر نکل گیا اور غائب ہو گیا۔ سسما کے لیے یہ موقع غنیمت تھا اس نے غلٹ میں ایک اور گولہ بنایا جو چھوٹا تھا پہلے والے کے مقابلے میں اور سسما کی طرف اچھال دیا سسما ابھی اٹھ ہی رہی تھی کہ گولہ اس کے سر کو لگا آگ کے گولے نے اس کے سارے بال جلاد دیئے۔ وہ چیخ اٹھی اور درد سے بے ہوش ہوگئی سسما نے خود کو غائب کر دیا اور کمر سے نکل گئی باہر اس کی ماتا جی کی لاش پڑی ہوئی تھی وہ سمجھ گئی کہ ماتا جی مرنے سے پہلے دونوں بیٹیوں کی حقیقتیں جان کر مری ہیں اس نے افسوس سے ماتا جی کو دیکھا اور غائب حالت میں گھر سے باہر نکل آئی کہ اس کا وہاں اب اس کے لیے بھی جان لیوا تھا کیونکہ پورے گھر کے باہر لوگ جمع تھے اور آگ کو بجھانے کی کوشش میں تھے اندر سسما کی چیخنے کی درد میں ڈوبی ہوئی آوازیں آ رہی تھیں جسے سن کر باہر کھڑے لوگ تڑپ رہے تھے سسما کی سہیلی امریتا اور سسما کی سہیلی انجلی بھی وہاں موجود تھیں دونوں ایک دوسرے کو گلے لگ کر رو رہی تھیں سب یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے گھر میں آگ لگنے کی وجہ سے سسما سسما اور ان کی ماتا جی کر کوئلہ ہو گئیں ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ سسما غائبی حالت میں زندہ سلامت اپنے گھر سے نکل آئی تھی جو کہ زخمی تھی۔

سسما کو یوراج کھنا کے شاندار محل نما بنگلے ہے اور ان کی پوری جائیداد سے پیار ہو گیا تھا اور یہ سب اس کے دل میں رچ بس گیا تھا وہ پہلے سے ہی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ترستی تھی حالانکہ یوراج کھنا نے اسے پہلے اپنا اسٹنٹ سیکو بڑی اور پھر بعد میں پرنس سیکو بڑی بنالیا تھا۔ مگر وہ بڑا اچھا مارنے کے چکر میں تھی اس لیے وہ یوراج کھنا کے سامنے بہت بن سنور کر جاتی تھی ان کا بے حد خیال رکھتی تھی حتیٰ کہ کئی جتن کر ڈالے کہ یوراج کھنا اس کی طرف مائل ہو جائے اور اس سے دیوہ کر لے جب اس نے یوراج کھنا کے ہاں نوکری شروع کی تھی تو شروع شروع میں اس نے محسوس کیا تھا جیسے یوراج کھنا سسما سے پریم کرتا ہے مگر جب وہ یوراج کھنا کی سالگرہ میں سسما سمیت گئی تو ان کے ٹیشس پڑا ہو گئی تب اسے معلوم نہ تھا کہ سسما بھی ان پر صرف ان پر دلو جان سے فدا ہوگئی ہے تب اس نے اپنی بہن سے کئی کئی بار اسے زیادہ منہ نہ لگاتی تھی اور یوراج کھنا کو خود پرفدا کرنے کے لیے کئی طرح کے حربے آزمائے جو ناکام ہوئے ایک مرتبہ تو کبھی بھیل والے سینڈل پہن کر ان کے سامنے پھسلنے کی اداکاری بھی کی تھی وہ پھسل کر یوراج کھنا کی بانہوں میں جھول گئی

موت کی منزل۔ آخری قسط 37 خوفناک ڈائجسٹ 2014 جنوری

تھی دونوں کی آنکھیں بھی ملی تھیں اور سسٹمیا کے پاؤں میں زبردست موج بھی آگئی تھی مگر یوراج کھنا کو اس سے بچر بھی پریم نہ ہوا اور اس کا پاؤں خواخواہ میں ہی کئی دن تک رکھتا رہا پھر جب اسے یہ پتہ چلا کہ یوراج کھنا میکانے پریم کرتا ہے اور شادی بھی اسی سے کرنے والا ہے تو کوٹ میرج پہلے ہی کر رہی تھی یوراج کھنا کی دولت کی جدائی کے غم میں مارے صدمے کے وہ نفسیاتی مریضہ سی بن گئی اور پھر اس نے میکانے کی ہتھیا کرنے کی ٹھان لی اس کے لیے وہ کالا جادو دیکھنا چاہتی تھی اسی لیے وہ نارائن بابا کے پاس جانے لگی۔

ان دونوں سسٹیا یوراج کھنا کے گھر میں نوکرائی کی حیثیت سے جاتی تھی اور وہ بھی نارائن بابا کے پاس اکٹری جاتی آتی تھی یہ اتفاق تھا کہ کبھی دونوں نے ایک دوسرے کو وہاں نہیں دیکھا تھا البتہ ایک بار سسٹیا نے نارائن بابا کی جھونپڑی سے کسی لڑکی کو نکلنے ہوئے دیکھا تھا جس نے سر سے پاؤں تک خود کو کالے چادر میں ڈھانپا ہوا تھا وہ سسٹیا ہی تھی جسے سسٹیا جان نہ پائی تھی سسٹیا نے نارائن بابا کو خرید لیا تھا انہیں دھڑوں دھڑوں دیتی تھی اور کالے جادو کی ماہر بنی جاتی اور آخر کار اس نے میکانے کو مار دیا۔ مگر اسے اکثر رات کو یہ احساس ہوتا جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہے تب یہ بات اس نے نارائن بابا سے کی تو اس نے سسٹیا کو سسٹیا کے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور سسٹیا کو یہ بھی بتایا کہ سسٹیا اپنے چلے کے ورد کے ذریعے اسے دیکھتی ہے تب سے وہ سسٹیا کی دشمن بن گئی کہ وہ جان لیتی تھی کہ سسٹیا بھی یوراج کھنا کو حاصل کرنے والی ہے وہ سسٹیا کو کئی رات تک کرتی رہی اور جب اس نے دیکھا کہ یوراج کھنا نے سسٹیا سے شادی کی حالی بھرنی ہے تو اس نے مارے غصے سے کمرے میں بڑا گلاس فرش پر مار کر توڑ ڈالا اور وہ اس وقت عائی حالت میں کمرے موجود تھی اور اسی وقت اس نے طے کر لیا کہ سسٹیا کل کا سورج نہ دیکھ سکے گی مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا کل کا سورج وہ خود ہی نہ دیکھ پائی قسمت سسٹیا کا ساتھ دے رہی تھی وہ مارے تو سسٹیا کو آتی تھی مگر خود اسے گھر کی آگ میں جل کر راکھ ہو گئی تھی آگ دونوں بہنوں نے لگائی تھی اپنے گھر میں اور یوں سسٹیا کی زندگی اختتام پذیر ہو گئی۔

سسٹیا زخمی حالت میں یوراج کھنا کے آفس میں ان کے سامنے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی رد رہی تھی۔

اوہ۔ سسٹیا بے حد افسوس ہوا سسٹیا اور تہاری ماما کے جل جانے کا لیکن رات کو گیس کا چولہا کس نے کھلا چھوڑ دیا تھا۔ اس نے پوچھا۔

سسٹیا نے اسے جھوٹ موٹ بتا دیا کہ آگ گیس کا چولہا پھٹنے سے ہوئی تھی جسے کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ رات کو مجھ سے کھلا رہ گیا تھا کھانا پکانے کے بعد ہوا لگنے سے چولہا بجھ گیا تھا میں بھی کہ گیس کا چولہا میں نے بند کر دیا ہے یہ اتنا دھیان نہ دیا اور کھانا لے کر کمرے میں آئی مانتا جی کے پاس ہم دونوں نے کھانا کھایا پھر جب سسٹیا دیدی دو گھنٹے بعد آفس سے آئی اس نے کھانا گرم کرنے کے لیے جیسے ہی تیلی جلائی ہمارے پورے کچن میں ایک دھماکہ ہوا اور پھر پورے گھر میں آگ لگ گئی اس وقت میں گھر پر نہ تھی میں انجلی کے گھر گئی ہوئی تھی جب واپس آئی تو وہ رد رہی۔ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ اب اس نے ہچکیاں لیتی شروع کر دیں وہ بڑے کامیاب طریقے سے یوراج کھنا کے سامنے رونے کی اداکاری کر رہی تھی اور یوراج کھنا کو اس پر ترس آرہا تھا وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ دل ہی دل میں سسٹیا خوش ہونے لگی۔ دیکھو سسٹیا۔ جو ہو گیا سو ہو گیا اب تم رو رو کر خود کو مزید ہلکان نہ کر دم پہلے سے ہی کتنی زخمی ہوا ہوں نے

سسٹیا کا ہاتھ پکڑ کر تلی دی تو سسٹیا کا دل خوشی سے بلے بلے کئے لگا یوراج کھنا اسے تسلیاں دینے لگا اور وہ اپنے سارے غم بھولتی چلی گئی۔ اسکی حالت بھی اس وقت قابل رحم تھی بال کھلے ہوئے اور پکھڑے ہوئے تھے آنکھیں رو رو کر سوچ رہی تھیں چہرے پر جگہ جگہ خراشیں تھیں جو سسٹیا نے لگائی تھی ہاتھ پھٹا ہوا تھا جس سے خون بہہ کر سوکھ چکا تھا سر بھی پھٹا ہوا تھا جس سے خون نکل کر اس کے بالوں میں جمع ہوا تھا اور وہ اب کافی گاڑھا ہو رہا تھا تو اس کے بال ایک دوسرے سے چپک گئے تھے گھٹنے میں بھی درد تھا اس لیے لنگڑا کر آتی تھی بدن پر بھی جگہ جگہ خراشیں تھیں اور کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے اس کے آتے ہی یوراج کھنا نے اپنے ایک کوٹنگ کے ذریعے اس کے لیے بڑی سی چادر منگوائی تھی اور وہ خود کو چادر میں ڈھانپ کر بیٹھی تھی مگر یوراج کھنا کی تسلیوں سے وہ بالکل اپنا آپ ہی بھول گئی تھی۔

مگر میرا تو اس بھری دنیا میں اب کوئی نہیں رہا تھی کہ اپنا گھر بھی جل گیا اب میں کہاں جاؤں گی۔ وہ پھر رد رہی۔ تو یوراج کھنا اسے فکر مند ہی سے دیکھنے لگا۔

سسٹیا یہ سب باتیں پھر کر لینا آؤ میں تمہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں دیکھو تو تمہارے چہرے پر جگہ جگہ خراشیں موجود ہیں اور تم جگہ جگہ سے زخمی ہو۔

یوراج کھنا صاحب جب میں نے اپنے گھر کو جلتا ہوا دیکھا تو اور اپنی ماما اور دیدی کی چیخیں سنی تو صدمے سے پاگل ہو کر دوڑنے لگی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جاؤں پھر آپ کا خیال آیا تو راستہ میں گرتی پڑتی آپ کے آفس آگئی کئی جگہ تو گاڑیوں کے ٹکڑوں سے بچی ہوں میں میں صدمے سے دیوانی ہو کر آپ کے آفس تک پہنچی اور جب خود کو دیکھا تو خود بھی حیران رہ گئی کہ راستے میں کئی جگہ گرنے کی وجہ سے میری حالت کافی خراب ہو گئی ہے اس نے زبردست اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر دونوں ڈاکٹر کے پاس چل دیئے ڈاکٹر نے سسٹیا کی بیینڈج کی خراشوں پر برہم لگایا اور زخموں کی صفائی کر دی اور اسے پین کمر بھی دی تو اس کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی اس کے بعد یوراج کھنا نے اسے شاپنگ کرائی اور اب وہ دونوں فائیو سٹار ہوٹل میں موجود کھانا کھا رہے تھے۔ یوراج کی سنگت میں وہ اپنے سارے درد و غم بھلائے ہوئے تھی۔

کیا آپ اب بھی اپنی بات پر قائم ہیں۔ سسٹیا کا اشارہ کس طرف تھا یوراج کھنا سمجھ گیا۔ ہاں۔ میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں میں اپنی بات سے سکتا نہیں ہوں۔۔۔ یوراج کھنا نے دھیمی آواز میں کہا۔

لیکن آپ کے ممی پاپا تو کبھی راضی نہیں ہوں گے کیا آپ انہیں راضی کر لیں گے اس نے خدشہ ظاہر کیا ان کا منانا واقعی میں مشکل ہو گا تمہارے بارے میں لیکن یہ ناممکن نہیں ہے اگر پھپھو سے بات کر لے تو وہ ضرور انہیں منالیں گی کہ وہ ایک زہین و فطین عورت ہے اور مثبت سوچ رکھتی ہے یوراج کھنا نے اپنے ازیلی صبر بھرے لہجے میں کہا۔ تو سسٹیا مطمئن ہو گئیں۔ اور گہری نظروں سے انہیں دیکھنے لگی یوراج کھنا کے اسی لہجے کی تو وہ دیوانی تھی وہاں سے دونوں یوراج پکس آ گئے یوراج کھنا نے سسٹیا کو اپنے ماما پتا سے ملوایا اور وہ حیران رہ گئے کہ یوراج کھنا سسٹیا کو یہاں کیوں لے آیا ہے یوراج کھنا نے اصل وجہ گول کر دی صرف اتنا بتایا کہ اس کا گھر جل گیا ہے اب یہ بھی رہے گی اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں رہا تب انہیں کوئی اعتراض نہ رہا اسی دن موقع دیکھ کر یوراج کھنا اور سسٹیا نے پھپھو کو اپنے ارادے سے باخبر کر دیا اور انہیں سب سمجھا دیا کہ وہ ممی بابا سے بات کرے وہ مان گئیں تھیں اور انہیں یقین تھا کہ وہ ممی بابا کو قائل کر لیں گی۔

تو کیا اپنے سے کم شیئس کی لڑکی سے شادی کرے اسے وہی سکون مل جائے گا۔ انہوں نے طنز کرتے ہوئے کہا۔
اور کسی کے بارے میں تو مجھے پتہ نہیں لیکن اگر وہ لڑکی سشما ہوگی تو تب اسے ضرور وہی سکون ملے گا اور آپ پوچھ رہی ہیں ناں کہ یوراج کھانا نے صرف سشما کو ہی کیوں چنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سشما یوراج کھانا سے بے پناہ پریم کرتی ہے اور میکھنا اس سے پریم نہیں کرتی تھی۔
پتہ کیسے کہہ سکتی ہو۔ درگاہ نے پوچھا۔

اصل بات یہ ہے کہ بندیا نامی ایک لڑکی یوراج کھانا کی بی۔ اے۔ تھی اور انہیں چاہتی تھی میکھنا اس کا اس فیلور رہی تھی دونوں کی یونیورسٹی کے زمانے سے دشمنی تھی کہ بندیا میکھنا سے پڑھائی میں آگے تھے اور شیئس میں کم میکھنا سے یہ ہضم نہ ہوتا تھا جب اس نے یہ دیکھا کہ بندیا یوراج کھانا سے پریم کرتی ہے تو بندیا کو ہرانے کے لیے اس نے یوراج کھانا سے پریم کا نالک شروع کر دیا۔ یوراج کھانا اس پر لہو ہو گیا بندیا نے یوراج کھانا کو سمجھا بھی تھا کہ میکھنا اس سے پیار کا نالک کر رہی ہے مگر یوراج کھانا کی آنکھوں پر میکھنا کے پریم کی ایسی پٹی بندھی تھی کہ اس نے بندیا کی بات نہ سنی حالانکہ بندیا نے اس سے اپنے یکطرفہ پریم کا اظہار بھی نہ کیا تھا اور نہ ہی وہ کرنا چاہتی تھی کہ اس وقت اگر وہ اظہار کر بھی دیتی تو تب بھی پانی اس کے ہاتھ بھی نہ آتا۔ یوراج کھانا نے میکھنا سے کوٹ میرج کر لی اور اس کے لیے بھی میکھنا نے اسے مجبور کیا تھا پھر جب بندیا کو اس بات کا پتہ چلا تو اس سے یہ سب برداشت نہ ہو سکا۔ کچھ یکطرفہ پریم کی آگ اور کچھ میکھنا کی جیت نے اسے آتما آتھیا کرنے پر مجبور کر دیا اس نے اپنے دل کا حال سشما کی بہن سشمتا سے کیا تو سشمتا نے یہ بات یوراج کھانا کو بتائی تھی مگر تب بہت دیر ہو چکی تھی بندیا نے جو حقیقت میکھنا کی یوراج کھانا سے بیان کی تھی اس پر تو یوراج کھانا نے وشواس نہیں کیا مگر وقت نے آہستہ آہستہ کر کے میکھنا کی ساری حقیقت اس کے سامنے لا ڈھری کر دی کہ وقت بڑا ظالم ہوتا ہے تب یوراج کھانا تو احساس ہوا کہ وہ بھی یکطرفہ پریم کی آگ میں جل رہا ہے میکھنا نے تو اس سے صرف پیار کا نالک کیا تھا مگر اب وہ کیا کر سکتا تھا میکھنا کی انت کے بعد اسے سشما کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ بھی اس کے پریم کی آگ میں یکطرفہ جل رہی ہے تو یوراج کھانا کو اس کے پریم سے پریم سے ہو گیا اور اسے سشما سے پریم نہیں ہے اس کا اپنا پریم ناکام رہا بندیا کا پریم بھی ناکام رہا اس نے سوچا کہ کم از کم سشما کا پریم تو کامیاب ہو جائے۔ وہ سشما کے جذبات کو سمجھ سکتا ہے اسے سشما سے ہمدردی بھی ہے دیکھو درگاہ اور بھیا بات و پیار و محبت کی ہوتی ہے سکون کی ہوتی ہے عزت کی ہوتی ہے اور انسان ان سب چیزوں کا بھوکا ہے جہاں سے اسے یہ سب چیزیں ملیں گی وہ وہیں جائے گا جابے وہ اپنے سے کم حیثیت والے لوگ ہی کیوں نہ ہوں آپ خود سوچیں جب پتی اور پتی کے درمیان پیار کا تعلق نہ ہوگا اور شادی بھی ایسی ہو جسے ضد میں کی گئی ہو میکھنا کے لیے یہ شادی ایک ضدھی ایک کھیل تھا ایسی شادی بھلا کب تک چل سکتی ہے اگر میکھنا نامرئی تب بھی اس شادی کا نتیجہ بعد میں برائی نکلتا تھا وہ تو کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتی تھی آپ کو اگر اب بھی میری باتیں سمجھ میں نہیں آرہی ہیں اور آپ اب بھی یوراج کھانا کی شادی اپنے جیسے صاحب حیثیت لوگوں سے کرنا چاہتے ہیں تو شوق سے کر دیں لیکن اگر بعد میں یوراج کھانا کو ایک بار پھر پتی کا پریم نہ ملے اور پتی اپنے چوچکوں میں گھری رہے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا یاد رہے کہ یوراج کھانا کو سشما سے زیادہ توجہ اور پریم کوئی نہیں دے سکتا تم دونوں یوراج کھانا کی طرف سے بہت

کیا۔ یوراج کھانا کی مانتا پتا کے منہ سے بیک وقت نکلا جب پھپھو نے انہیں خبر سنائی تو جیسے دھماکہ کر دیا تھا ان پر یہ کیا کہہ رہی ہو کبھی یوراج کھانا کی یہ بات تم نے کیسے مان لی اور پھر ہمیں بھی رضا مندی کے لیے کہہ رہی ہو ایسی بڑی بات تم نے اتنی آسانی سے کہہ دی بھلا کبھی زمین اور آسمان کا ملاپ بھی ہوا ہے میں اپنے بیٹے کا دیوانہ نوکرانی سے کیسے کروں یہ یوراج کھانا نے سوچ بھی کیسے لیا یوراج کھانا کی مانتا نے بہت ہی زیادہ بر امانتے ہوئے غصہ کی کیفیت میں کہا۔
اسے باپ کی عزت کا خیال بھی نہ آیا۔ یوراج کھانا کے پتا بھی مشتعل تھے۔
سشما تو بڑی چلتی نکل۔ یوراج کھانا کی مانتا نے غصہ سے کہا۔
دیکھیں بھابھی اس کے بارے میں اس طرح کی باتیں مت کریں وہ ایسی لڑکی نہیں ہے وہ نہایت

معصوم ہے اور رہی بات یوراج کھانا کی تو دوسری شادی اس کو دیے بھی کرتا ہوگی۔ وہ دونوں سے مخاطب تھی۔
تو کیا دوسری شادی اس کی میں نوکرانی سے کروں جس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی کل کو پر یوراج کھانا نے تو تھوکر میں گئے مجھ پر کہ درگاہ نے اپنے اکلوتے کی شادی اپنی ہی نوکرانی سے کر دی۔ وہ ہنسنے لگی تھی۔
تو کیا ہوا اگر وہ اس گھر کی نوکرانی تھی کیا نوکرانیوں کے دل نہیں ہوتے یا ان کی شادیاں نہیں ہوتیں۔
پھپھو نے ان کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ہوتی ہوں گی مگر اپنے جیسے بے حیثیت لوگوں میں ہمارے شیئس کو دیکھو اور اس دو ٹکے کی چھوری کو دیکھو سمجھ نہیں آتا کہ اس سشما نے کیا گھول کر پلا دیا ہے ہمیں اور یوراج کھانا کو کہ دونوں اسی کلام بھرے جا رہے ہو حالانکہ یوراج کھانا تو اس سے پہلے میکھنا کا دیوانہ تھا اور اب۔ مجھے کم از کم یہ امید تو ہرگز نہ تھی اس سے درگاہ غصہ سے نتھستے پھلاتے ہوئے کہا۔

دیکھو درگاہ تم خوا خواہ میں غصہ مت کرو ٹھنڈے دماغ سے سنو میری بات تم جسے بار بار بے حیثیت کہہ رہی ہو اتنی بھی بے حیثیت نہیں ہے وہ یہ بھی ٹھیک ہے کہ اس کا شیئس ہمارے مقابلے میں بہت کم ہے مگر وہ اتنی گلی گز رہی نہیں ہے کہ متوسط طبقے سے تعلق ہے اس کا اور یوراج شیئس میں وہ بطور نوکرانی یوراج کھانا کے عشق میں مجبور ہو کر آئی تھی ورنہ اسے کیا ضرورت تھی لوگوں کے گھروں کے برتن مانجنے کی تمہیں نہیں پتہ کہ وہ یوراج کھانا سے کتنا پریم کرتی ہے ہر روز اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے وہ یہاں نوکرانی بن کر آگئی اس لیے اب آپ کی نظروں میں حقیر بھی بے لکشی نہ سمجھانے کی کوشش کی۔
جو بھی ہو لکشی۔ مگر اس بات کا پتہ تو ہمیں اور یوراج کھانا کو ہے کہ وہ یوراج کھانا کے پریم میں دیوانی ہو کر یہاں نوکرانی بن کر آئی تھی مگر دنیا تو نہیں پتہ ناں دنیا تو دیکھتی پہلے ہے اور پھر کبھی بعد میں ہے دنیا تو وہی بیتی ہے جو دیکھتی ہے اور انہیں دکھایا جاتا ہے پر یوراج میں بھی ہماری ناک کٹ جائے گی مجھے سمجھ اس بات کی نہیں آتی کہ یوراج کھانا نے دوسری شادی کے لیے سشما کو ہی کیوں چنا اسے اپنے شیئس کی لڑکیاں کم ہیں کہ صرف سشما۔ کیا سشما ہی رہ گئی تھی۔ انہوں نے بیزاری سے کہا۔ اگلے لمحے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اب بھی سشما کو کتنا حقیر سمجھتی تھیں اور ایسی باتیں کرتے ہوئے وہ حیران بھی ہو رہی تھیں سشما اور

اس لیے کہ اپنے شیئس کی لڑکی سے شادی کر کے اسے وہی سکون کے بجائے وہی کوفت ملی ہے۔

پریشان رہتے ہونا کہ میٹھنا کی موت کے بعد اسے چپ سی لگ گئی ہے اور وہ آفس سے آتے ہی خود کو کمرے میں بند کر دیتا ہے تو مجھے وشواس سے سشما پر کہ وہ یوراج کھنا کو اپنے پریم سے ضرور بدل دے گی آپ دیکھ لیجئے گا اور اگر وہ ایسا نہ کر سکی تو پھر اسے اس گھر سے میں خود نکال دوں گی دھکے مار کر۔

لکشمی کی لمبی تقریر نے ان دونوں پر کوئی اثر نہ کیا۔ البتہ اس کی آخری باتوں نے ان دونوں کے دلوں پر اثر ضرور کیا تھا اسی لیے وہ دونوں کی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے دکھائی دے رہے تھے لکشمی نے لوہا گرم کیا تو ایک اور چوٹ لگنا بھی ضروری سمجھا۔ خود سوچیں جب یوراج کھنا خود سشما سے شادی کے لیے راضی ہوئے ہیں تو پھر مزاحمت کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں اس نے ایک اور چوٹ لگائی تو وہ دونوں قائل نظر آنے لگے۔ تینوں میں مزید کچھ باتیں ہوئیں اور پھر وہ دونوں قائل ہو ہی گئے۔ تب لکشمی نے سکون کا سانس لیا کہ اس نے ایک بڑا معرکہ سر کر لیا تھا اس نے یہ خوشخبری سنا لی چند دن بعد ہی یوراج کھنا اور سشما نے پھیرے لیے اور ایک نئے بندھن میں بندھ گئے۔

یوراج کھنا سے شادی کر کے سشما کی زندگی بدل گئی یہ اس کی زندگی کا ایک نیا دور تھا وہ قیمتی پوشاکیں پہنے لگی تھی مگر پھر بھی یوراج کھنا کے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرتی نوکروں سے بھی کام وہ اپنی نگرانی میں کرانی مگر کبھی ان پر بے جا غصہ نہ ہوتی اور نہ ہی بے جا ماری سارے نوکر و نوکرانیاں اسے رشک و حسد کی نظروں سے دیکھتے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ وہ بھی نوکروں کی صف میں شامل تھی اور اب وہ ان کی مالک تھی وقت بھی کیسی کیسی چال چلتا ہے مگر سشما بے حد خوش تھی یوراج کھنا کا رویہ اسکے ساتھ واجباً ساتھ شروع شروع میں اس کے ساس سرکار کو یہ بھی اس کے ساتھ ٹھیک نہ تھا کیونکہ انہوں نے سشما کو دل سے بہوش نہیں کیا تھا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ سشما کے بے پناہ پریم کی وجہ سے یوراج کھنا بدلنے لگے ہیں اور خوش خوش رہنے لگے ہیں تو ان کا رویہ بھی سشما کے ساتھ خود بخود ٹھیک ہو گیا۔ یوراج کھنا کے دل میں بھی سشما کے لیے پیار پیدا ہو گیا تھا اور یہ صرف سشما کے سچے اور پر خلوص پیار کی وجہ سے ہوا تھا ایک مہینہ گزر گیا تھا اور اس ایک مہینے میں سشما نے اپنے خلوص سے سب کے دلوں میں جگہ بنائی تھی وہ اس بات سے بے حد خوش تھی کہ یوراج کھنا بھی اسے چاہنے لگے تھے اور اس کی ساس سر نے بھی اسے بہو کا درجہ دے دیا تھا سب ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔

قسمت میں جو کھلا ہوتا ہے وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے ہر خاندان یہی چاہتا ہے کہ ان کی کہانی کا اختتام اسی جملے پر ہو کہ سب ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے مگر قسمت میں ہی جب ایسا جملہ موجود نہ ہو تو انسان قسمت سے تو نہیں لڑ سکتا اس کے بعد ہوا یہ کہ یوراج کھنا شام سات بجے اپنے آفس سے آ رہے تھے کہ اچانک ان کی گاڑی کے سامنے کوئی آگیا انہوں نے اچانک بریک لگائی۔ مگر سامنے والا شخص گاڑی سے ٹکرا گیا۔ مگر سامنے والا شخص گاڑی سے ٹکرا کر دور جاگرا یوراج کھنا گھبرائی ہوئی حالت میں اپنی گاڑی سے باہر نکلا اور سڑک کنارے اونچے منہ پرے ہوئے شخص کی طرف بڑھا یوراج کھنا اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور اسے سیدھا کیا تو وہ کوئی بوڑھا آدمی تھا جو قریب المرگ تھا۔

ارے بابا۔ میں آپ کو ہاسپٹل لے چلتا ہوں۔ یوراج کھنا نے اسے اٹھانا چاہا تو انہوں نے اشارے

سے رک جانے کا کہا۔
نہیں بچہ نہیں۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں ویسے بھی مرنے والا ہوں چند گھنٹوں کا مہمان ہوں اس نے اپنی خفیف آواز میں کہا۔

نہیں بابا نہیں اس طرح کی باتیں مت کریں میں آپ کو ہاسپٹل لے چلتا ہوں مجھے بہت افسوس ہے کہ یہ۔

نہیں یوراج۔ میں خود تمہاری گاڑی کے سامنے آیا تھا تمہیں ایک راز بتانے کے لیے جو تمہاری زندگی کا بہت بڑا اور بھیاں رک راز ہے جس سے تم بے خبر ہو بابا جی تمام باتیں یوراج کھنا کو حیرت کے سمندر میں ڈبو گئیں۔ اسے بابا کافی پر اسرار سے لگے وہ حیرت و خوف سے بابا کو دیکھ رہا تھا بابا جی نے آہستہ آہستہ کر کے اسے سشما اور سشما کی تمام حقیقت بتادی اتنی بڑی بھیاں کہ حقیقت جان کر یوراج کھنا پر تو جیسے آسمان آگرا اس کے جسم پر لرز اٹھاری تھا اس کا سر چکرانے لگا تھا بابا مگر چلے تھے مگر مرنے سے پہلے یوراج کھنا کو اپنا نام ضرور بتایا تھا وہ کوئی اور نہیں نارائن بابا تھے جس نے یوراج کھنا کو اس کی زندگی کا اتنا بھیاں رک راز بتا کر اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

نارائن بابا جو سشما کے گرو تھے اسے مترو چلے وغیرہ سکھاتے تھے اور وہ کالے علم کی ماہر بنتی جاتی سشما اکثر بابا جی کے لیے کسی نہ کسی نوجوان کا بندوبست کرتی تھی وہ اپنے حسن کے ذریعے کسی نہ کسی لڑکے کو پھانسل کر بابا جی کی کنیہ تک لے آتی تھی اور بابا جی اسے بے ہوش کر کے اس کا خون پی جاتے تھے اور گوشت کھاتے اور خوش ہو کر سشما کو خلعتیاں حاصل کرنے کے طریقے بتاتے دین یوں ہی گزر رہے تھے مگر پھر بابا کو احساس ہوا کہ ان کی عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی اور خلعتیاں کمزور ہوتی جا رہی تھیں جو اس بات کا اشارہ تھا کہ اب وہ ایک یاد دہینوں میں مر جائیں گے۔ وہ مرنا تو بالکل نہ چاہتے تھے بلکہ امر ہونا چاہتے تھے اس نے اس بارے میں اپنے شیطان آقا سے بات کی تو اس نے بابا کو بتایا کہ وہ کسی جوان لڑکی کی بی بی دے دے جو پورن ماشی کی رات پیدا ہوئی ہو اور اس کے پاس پیدا انہی خلعتیاں ہوں اس کی خلعتیاں حاصل کر کے بابا دوبارہ سے جوان ہو سکتے تھے اور عسقی شالی مایہ بن سکتے تھے انہوں نے شیطان آقا سے لڑکی کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی تو وہ سشما کی ہونے والی بھابھی شمع لگی۔ بابا نے یہ بات جب سشما سے کی تو وہ شمع کا گلہ گھونٹ کر اسے مار کر میرے پاس لے آئے تو سشما نے صاف نکار کر دیا تب بابا نے اسے دھمکیاں دیں تو دونوں میں جھگڑا ہو گیا سشما غصے سے بابا کی کنیہ سے باہر آگئی مگر پھر سوچا کہ اس سے پہلے کہ بابا اسے مارے وہ اسے مار دے یہ سوچ کر وہ پھر سے کنیہ میں گئی اور کنیہ میں موجود گھڑا اٹھا کر پوری فوت سے بابا کے سر پر دے مارا اور اس گھڑے میں بابا انسانی خون جمع کرتے تھے جس وقت سشما نے بابا کے سر پر گھڑا دے مارا تھا اس وقت بابا کا دھیان نہ تھا اس کی طرف بابا کا سر پھٹ گیا تھا اور اس کے سر سے خون کا فوارہ نکلنے لگا تھا تب سشما مطمئن ہو کر گھر چلی گئی تھی کہ اس نے بابا کو مار دیا ہے اس کے جاتے ہی شمعیاں ہاں آگئی تھیں وہ بھی سشما کے شاگرد بننے کے چند دن بعد ہی بابا کی شاگرد بن گئی تھی بابا نے بہت جلد جان لیا کہ دونوں بہنیں ہیں وہ بھی سکی اور دونوں کے مقاصد ایک ہی شخص سے وابستہ ہیں اور وہ یوراج کھنا ہیں۔ ایک یوراج کھنا کو چاہتی تھی جبکہ دوسرے اس کی دولت کی بھوک تھی مگر انہوں نے دونوں بہنوں کو ایک دوسرے کے بارے میں

نہیں بتایا تھا کہ ایک بابا کے لیے انسانی خون و گوشت کا بندوبست کرتی تھی اور دوسری بابا کو پیوں میں تولتی تھی سسٹمیتا تو بابا کا ہر حکم پانچوں چراس مان لیا کرتی تھی اس لیے بہت جلد کالے جادو کی ماہر بن گئی تھی جبکہ سسٹمیتا پھر بھی کوئی نہ کوئی حکم بابا کا کول کر جاتی اس لیے کالے جادو میں زیادہ آگے نہ جا سکی۔ جب سسٹمیتا بابا جی کشیا میں آئی تو وہ تڑپ رہے تھے ان کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور وہ منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہے تھے تب سسٹمیتا نے بھی اپنے منتر شروع کر دیے بابا نے خود پر اپنے منتر پھونکے سسٹمیتا نے بھی ان پر اپنے منتر پھونکے تو وہ ٹھیک ہوتے چلے گئے سسٹمیتا نے ان سے پوچھا کہ انکا یہ حال کس نے کیا اور ساتھ میں ہی بھی بتایا کہ اسے اپنے غم کے ذریعے کوئی دیکھتا ہے تب بابا نے اسے سسٹمیتا کے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور سسٹمیتا کو سسٹمیتا کا دشمن بنادیا اس نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ تاکہ وہ سسٹمیتا سے اپنا بدلہ لے سکے مگر دوسرے دن ہی انہوں نے سسٹمیتا سے بھی وہی مطالبہ کیا جو انہوں نے سسٹمیتا سے کیا تھا سسٹمیتا نے بھی ان کی بات نہ مانی اور دونوں میں جھگڑا ہو گیا کہ سسٹمیتا اپنی بہن کی دشمن ضرور بنی تھی مگر تیش اور صبح کی دشمن سسٹمیتا اس نے بابا کی کمر میں جھگڑا مھونپ دیا تھا دونوں بہنوں نے اپنی اپنی طرف سے بابا کو مار دیا تھا اور دونوں نے بابا پر پیچھے سے وار کیا تھا مگر بابا پھر بھی نہ مرے تھے کہ انکے مرنے کی موت ابھی دور تھی انہوں نے اپنے سے خیر بھی نکال لیا تھا اور اپنے منتروں کے ذریعے اپنے آپ کو ٹھیک بھی کر لیا تھا مگر ان کے منتر روز بروز کمزور ہوتے جا رہے تھے انہوں نے شمع کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ ملک میں ہی نہیں یہ یعنی بابا کی پہنچ سے دور ہو گئی ہے سسٹمیتا اور سسٹمیتا سے انہیں نفرت ہو گئی اس لیے اب اس نے دونوں سے انتقام کی ٹھان لی مھیتا کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ سسٹمیتا کو مارنے کی تھی مگر خود جان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی اور سسٹمیتا کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ یوراج کھنا کے ساتھ شادی کر چکی ہے تب بابا نے سوچا کہ وہ خود مرے گا ہی مگر ساتھ میں سسٹمیتا کو بھی لے جائے گا ان کے مرنے کے دن قریب آتے جا رہے تھے وہ خود تو سسٹمیتا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اس لیے جب ان کے منتروں نے بالکل ہی کام چھوڑ دیا تو وہ سمجھ گئے کہ اب وہ زندہ نہ رہ سکیں گے۔ اس لیے مرنے سے پہلے یوراج کھنا کی گاڑی کے سامنے جان بوجھ کر آگئے تھے اور مرتے مرتے انہیں سب کچھ بتا دیا تھا۔ یوراج کھنا تو کب کے جا چکے تھے سڑک پر بابا کی لاش چھوڑ کر جس سے دھواں اٹھنے لگا تھا ٹھوڑی دیر بعد بابا جی کی آدمی لاش وہاں دکھائی دے رہی تھی آدمی لاش دھوئیں کی نذر ہو گئی تھی اور آدمی لاش کو دھوئیں نے ابھی چٹ کر جانا تھا یوں نارائن بابا کی کہانی ابھی ختم ہو گئی تھی۔

یوراج کھنا غم و غصے سے دیوانے ہو کر یوراج پیلس پہنچ گئے تھے سسٹمیتا اس وقت خوشگوار کے عالم میں ساس سر کا کرہ ٹھیک کر رہی تھی جو گھر پر نہ تھے لکشمی کے ہاں گئے تھے جو بیمار تھی سسٹمیتا اپنے ساتھ لگنکاتے ہوئے کمرے کی شینک کر رہی تھی۔

آج اتنی خوشی ملی ہے مجھے۔
 آج اتنی خوشی ملی ہے مجھے۔
 عمر بھر کے لیے مہمان بنی
 ایسا لگتا ہے کہ میں ہواؤں میں ہوں
 آج اتنی خوشی ملی ہے مجھے۔

لگنکاتے ہوئے اس کی نظر یوراج کھنا پر پڑی جو تیزی سے اپنے کمرے کی طرف گئے تھے ہائے آگئے میرے سرتاج۔ کتنی بے چینی سے گئے ہیں میرے پیچھے ہمارے کمرے میں اسے جیسے ہی پتہ چلے گا کہ

دوڑ۔ آگئے مگر ان کی آنکھوں میں پیار تو نہ تھا نفرت کے موجودگی انتقام کے انگارے موجود تھے اور انہوں میں ریوالتور موجود تھا جو اس نے پیچھے چھپایا ہوا تھا اپنے ہاتھوں میں لے کر۔ آگئے آپ۔ سسٹمیتا خوشی سے پھولے نہ سالی۔ یوراج کھنا کی آنکھوں میں موجود نفرت کو وہ دیکھ ہی نہ پائی تھی۔

یہ بات تم مجھ سے کہہ رہی ہو یا موت کے فرشتے کو۔ یوراج کھنا نے ساٹ لہجے میں کہا۔ اس سسٹمیتا اس کے ساٹ لہجے پر غور کیا اور اس کی آنکھوں میں موجود نفرت کو بھی دیکھ لیا اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ کیا مطلب۔ آپ اسے بھی اپنے ساتھ لائے ہیں۔

ہاں۔ یوراج کھنا نے کہا اور پیچھے چھپایا ہوا ریوالتور اس کے سامنے تان لیا۔ تو سسٹمیتا حیران سی رہ گئی وہ اپنی لال سرخ آنکھوں سے سسٹمیتا کو گھور رہا تھا۔ تم میری خوشیوں کی دشمن ہو تم اور تمہاری بہن آستین کا ساٹ لکھیں۔ میرے ہی ٹکڑوں پر پلٹی رہیں اور مجھے ہی دھیمک کی طرح چاٹتی رہیں تم دونوں نے میری بچی کو بھی مار ڈالا اور وہ جیسی بھی تھی میرا پیار بھی اور تم دونوں نے مجھ سے میرا پیار چھین ڈالا تم دونوں مجھے چھپ چھپ کر ڈستی رہیں اور یہی سمجھتی رہیں کہ مجھے پتہ بھی نہیں چلے گا لیکن ہوتی ہو کر رہتی ہے کالے جادو کی ماہر سسٹمیتا جادو گر کی تم دونوں بہنوں کی حقیقت مجھ پر کھل چکی ہے نارائن بابا نے مرنے سے پہلے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا تم دونوں جادو گر نیاں تو اسے اپنی طرف سے مار چکی تھیں مگر وہ مرے نہ تھے آج مرے ہیں وہ۔ یوراج کھنا نے غصے سے پھنکار تے ہوئے کہا۔ نارائن بابا کا سن کر سسٹمیتا سر سے پاؤں تک لرز اٹھی حالانکہ اس سے پہلے وہ یوراج کھنا کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے اسے یوراج کھنا کی ذہنی حالت پر شبہ ہو۔

جھوٹی۔ ڈراے باز۔ پانی۔ کینٹی۔ ذیل۔ عورت میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں حرا مزادی۔ مجھے برباد کرنے والی اب تجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے میں تم سے اپنی سسٹمیتا کا انتقام لے کر رہوں گا اس نے دیوانگی کی حالت میں چلا کر کہا۔ اور پھر ریوالتور کا ٹریگر دبا دیا۔ ڈاز۔ ڈاز۔ تیسری چوٹی اور پھر پانچویں گولیاں سسٹمیتا کے سینے میں اتار دیں اس کا سینہ پھٹتی ہوئی گرا اور وہ زمین پر گر کر مائی بنے اب کی طرح تڑپنے لگی۔ اور چند گھنٹوں بعد اپنی زندگی کی آخری سانس لینے لگی۔ اس نے اپنی آنکھوں کے ڈیلے یوراج کھنا پر مرکوز کر لیے جس میں یوراج کھنا کے لیے اب بھی بے تحاشہ پیار موجود تھا اور یوراج کھنا اسے نفرت سے دیکھ رہا تھا کہ نے کو تو وہ بھی بہت کچھ کر سکتی تھی کہ وہ کالے جادو کی ماہر تھی مگر وہ تو یوراج کھنا سے اپنے آپ سے بھی زیادہ پیار کرتی تھی تو پھر اس کا مقابلہ کرنا کیا۔

آپ۔ نن۔ نے۔ جذبات۔ مم۔ میں۔ آ۔ آ۔ کر مجھ۔ مجھے۔ مار۔ دیا۔ مم۔ مگر میں۔ آپ۔ سے۔ اب بھی۔ آہ۔ آہ۔ پر۔ پریم۔ کرتی۔ ہو۔ اور۔ سا۔ ساتوں۔ ج۔ جنم۔ تک۔ کرتی۔ رہوں۔ گی۔ آپ۔ نے۔ جذبات میں آکر مجھے مار دیا مگر میں آپ سے اب بھی بہت پریم کرتی ہوں اور ساتوں جنم تک کرتی رہوں گی۔ یہ تھے اسکے آخری الفاظ جو اس نے بڑی مشکل سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ادا کئے تھے اور پھر اس کی روح نفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی اور کمرے کے اندر چاٹک کوئی آیا یوراج کھنا نے اسے دیکھا تو وہ صدمہ میں تھی شمع نے پہلے یوراج کھنا کو دیکھا جو دیوانوں کی جی حالت میں کھڑا تھا اور پھر سسٹمیتا کی لاش کو دیکھا۔ آ۔ آ۔ آ۔ اس کی چیخ نکل گئی گھر کے سارے نوکر چاکر بھی کب

اپنے بچے تھے اور یہ بچیاں تک مسطرہ پھر ہے بچے جس کی ہی مومن ہے واپسی الی سسٹمی شادی کی خبر
اسے فون پر ہی ہوئی تھی وہ آج سسٹما سے ملنے آگئی مگر سسٹما تو وہاں تھی ہی نہیں سسٹما تو کہیں اور جا چکی تھی
ہمیشہ کے لیے۔

یہ آپ نے کیا کر دیا۔ آپ نے مار دیا اسے۔ اس کی تو زندگی کا مقصد ہی صرف آپ تھے۔ یہ تو پوچھتی تھی
آپ کو اور آپ نے اس کے بے پناہ پریم کا یہ بدلہ دیا وہ سر پکڑ کر رو دی۔

اس نے۔ اس نے برباد کر دیا تھا مجھے اس نے میری میکھنا کو مارا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح سر ہلا ہلا کر
بتا رہا تھا۔ اس نے دھوکہ کیا ہے میرے ساتھ یہ بہت بڑی کمینی ہے۔

بکواس بند کریں آپ۔ شمع نے چلا کر کہا۔ برباد اس نے نہیں آپ نے کیا ہے اسے۔ اس نے کو کچھ بھی
کیا تھا آپ کو حاصل کرنے کے لیے کیا تھا اور آپ کے پریم میں مجبور ہو کر کیا تھا اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس نے
میکھنا کی ہتھیاری ہے تو یہ آپ کی بہت بڑی غلطی ہے یہ میکھنا کی ہتھیاری اس نے نہیں سسٹما نے کی تھی سسٹما
کی موت کے بعد سسٹما نے یہ بات مجھے خود بتائی تھی اگر یہ میکھنا کو مارنا چاہتی تو پہلے ہی سے مار ڈالتی یہ تو
صرف میکھنا نے اپنی ذلت کا بدلہ لیا کرتی تھی دشمن آپ کی یہ نہیں تھی دشمن تو آپ کی سسٹما تھی جواب اس
دنیا میں خود بھی نہیں رہی آپ نے بہت ظلم کیا ہے سسٹما کے ساتھ یہ تو آپ سے اتنا پریم کرتی تھی کہ زندگی
کے کسی بھی موڑ پر آپ کو پا لیتی تو دل سے قبول کر لیتی اس نے آپ کو اتنا چاہا ہے کہ اتنا آپ کو کسی نے
نہیں چاہا ہوگا میکھنا نے بھی نہیں۔ اگر آپ کو اب بھی میری باتوں پر یقین نہیں ہے تو جھانک کر اس کی
آنکھوں میں دیکھ لیں۔ اس کی مردہ آنکھوں میں ابھی تک آپ کے لیے پریم موجود ہے سسٹما کی پریم کی
سچائی کا اس سے بڑا ثبوت آپ کو نہیں مل سکتا۔

شمع کے کہنے پر یوراج کھنا نے سسٹما کی آنکھوں سے آنکھیں ملائیں واقعی وہاں پر تو صرف پیاری
پیاری تھا یوراج کھنا کے لیے صرف یوراج کھنا کے لیے۔

آپ نے جلد بازی میں آکر غلط قدم اٹھا لیا نارائن بابا تو شیطان تھے وہ تو آپ کو درغلا نا چاہتے تھے اور
آپ نے ان کی باتوں میں آکر نہ صرف سسٹما کو بلکہ خود کو بھی برباد کر دیا۔ آپ ساری عمر بچھتا میں گے
سسٹما کو تو آپ نے ایک ہی دفعہ مار دیا مگر خود آپ روز مرے میں گے روز جیٹس گے اور خود کو کبھی سسٹما نہیں
کریا نہیں گے کیونکہ آپ نے ایک ایسے انسان کی ہتھیاری ہے جو نندوش ہے بالکل نندوش ہے شمع نے کہا اور
روٹی ہوئی وہاں سے چل دی یوراج کھنا اب سسٹما کی آنکھوں سے آنکھیں ملائیں رہا تھا مارے ندامت کے
اسے واقعی میں بہت پشیمانی ہو رہی تھی اور پشیمانی کے علاوہ اس کے پاس رہ ہی کیا گیا تھا۔

یہ۔۔۔ یہ میں نے کیا کر دیا ہے اب میں واقعی روز جیوں گا روز مروں گا۔ نہیں نہیں وہ چلایا۔ مجھ میں اتنا
خوف نہیں ہے میں خود کو اتنی بڑی سزا نہیں دے سکتا یہ میں نے کیا کر دیا میں اب اتنی سزا کیسے سہہ پاؤں گا وہ
نڈیالی انداز میں روئے لگا سارے نوکر چا کر اس درو پھرے منظر کو دیکھ کر دھکی ہو رہے تھے اور کسی میں ہمت نہ
تھی کہ وہ یوراج کھنا کو چپ کرادے۔

میں نے جلد بازی میں بہت برا فیصلہ کیا میں نے بہت غلط کیا اپنے ہی ہاتھوں خود کو برباد کر دیا میں نے
جلد بازی میں بہت غلط فیصلہ کیا۔ وہ پاگلوں کی طرح کہہ رہا تھا۔ پورا جسم پسینہ میں شرابور ہو چکا تھا لیکن اس
نے جلد بازی میں ایک اور فیصلہ کر لیا دل ہی دل میں کر دیا اور یہ فیصلہ اسے قدرے صحیح بھی لگا۔ اس نے

موت کی منزل۔ آخری قسط

خونفک ڈائجسٹ 46

جنوری 2014

ریو اور اپنی کینٹی پر رکھ دیا وہ سسٹما کے پاس جانا چاہتا تھا سب نوکر چونک پڑے ایک آگے بڑھا۔
صاحب۔ نہ کریں صاحب نہ کریں۔ مگر ڈاڑ۔۔۔ ریو اور کی آخری گولی یوراج کھنا کی کھوپڑی
میں اتر گئی۔ اور اس کی زندگی میں اندھیرا چھا گیا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

سسٹما کا عشق یکطرفہ تھا یوراج کھنا سے اسی طرح بندیا نے بھی یوراج کھنا سے ہی یکطرفہ پریم کیا تھا
یوراج کھنا خود بھی یکطرفہ پریم کی آگ میں جلتے آئے تھے تو سسٹما اور میکھنا کا سسٹما خود پسند لوگوں
میں ہوتا تھا یکطرفہ عشق ایک ایسی آگ ہے کہ اس کی تپش روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور یہ پھر یہ اتنی بڑھ جاتی
ہے کہ اپنے ارد گرد کو بھی جلا ڈالتی ہے اسے ایک مرض کہا جا سکتا ہے لیکن خود غرضی حسد لاپچی پن یہ بھی تو انسان
کے اندر لاوا بھردیتے ہیں جو اندر ہی اندر انسان کو سلگا تارہتا ہے اگر یہ سب برائیاں معاشرے سے ختم
ہو جائیں تو دنیا جنت بن جائے ان سب برائیوں کے جنم لینے کے لیے پیچھے انسان کی اپنی سوچ کا بھی بہت
عمل دخل ہوتا ہے جتنی ہی کسی انسان کی سوچ مثبت ہوگی اتنا ہی وہ زیادہ سکون میں ہوگا اور خوش بھی رہے گا
اور جو لوگ براسو پتے ہیں وہ خود بھی کبھی سکون سے نہیں رہتے اور دوسروں کو بھی سکون سے نہیں رہنے دیتے۔
ایسے لوگوں کی عمر بہت کم ہوتی ہے یہ حسد لاپچی پن خود غرضی تعویذ گندے ایک دوسرے پر کالا جادو کرنا یہ سب
انسانوں کو موت سے پہلے ہی موت کی منزل تک پہنچا دیتے ہیں اور بعض اوقات تو محبت بھی انسان کو موت
سے پہلے موت کی منزل تک پہنچا دیتی ہے ایسی محبت یکطرفہ محبت ہوتی ہے جس کی آگ میں انسان خود بھی جل
جاتا ہے اور ناچا پتے ہوئے بھی دوسروں کا نقصان بھی کر دیتا ہے ہے ناں۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ ختم شد۔

غزل
اپنے دوپٹے میں بانجھی ہے
ساتھی غم کا ساز نہ چھیرو
میں نے کافی صدے جھیلے
جب تک ہے یہ دوپٹہ سر پر
میں نے آنسو ضبط کئے ہیں
اس مٹی کی ہوگی حفاظت
سینے میں پلتے ہیں مولفان
مٹی دل و جان سے پیاری
جاؤ دکھ کی بات نہ چھیرو
عصمت و ناموس سے پیاری
ہاں سچ ہے ہم ہی برے ہیں
اس کی حفاظت فرض ہے میرا
نوسکے کانٹوں پر چل کر
پشتوں سے ہم چومتے آئے
ہم نے نبھائی رسم محبت
اس کی خاطر دار کے پھندے
دار کے پھندے تک کو چوما
پشتوں کی بات نہ چھیرو
اور نبھائی رسم الفت
جب تک جسم میں روح رہے گی
چہر بھی ہم مطعون ہوئے ہیں
جب تک ہے یہ دوپٹہ سر پر
سب کچھ اپنا قربان کر کے
اس مٹی کی ہوگی حفاظت
کیا تم کو معلوم ہے
ارض و مٹن کی مٹی میں ہے
نائل طارق۔

جنوری 2014

خونفک ڈائجسٹ 47

موت کی منزل۔ آخری قسط

--- تحریر: قلم نشاد۔ رتوال۔ فتح جنگ۔

وہاں کی طلسمی طاقتوں کو خبر ہوگئی کہ یہاں کوئی انسان موجود ہے انہیں انسانی خون کی خوشبو محسوس ہوگئی تھی اور وہ جان گئے تھے کہ سمیہ انسان ہے۔ وہ انہیں تباہ کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔۔۔۔۔ سمیہ اور مشال اپنے پیار اس قدر محو تھے کہ ان کو کچھ بھی خبر نہ ہو پائی تھی کہ ان کے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے لیکن کوئی ایسی چیز تھی جو ان کو بچائے جا رہی تھی ہر جہ سے ان کو محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ ان کی شادی کو ایک سال بیت گیا تھا خدا نے ایک چاند سا بیٹا عطا کیا اس کا نام انہوں نے انشال رکھا کیونکہ اسے یہ نام بہت ہی پسند تھا مشال اور سمیہ انشال کے آنے پر بہت ہی خوش تھے انہیں انشال سے بے پناہ محبت تھی مشال اور سمیہ نے بھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی انہیں جدا کر دے گا وہ اپنی دنیا میں مست تھے کہ ایک دن طلسمانی طاقتوں نے ان پر حملہ کر دیا مشال سب کچھ سمجھ گیا ہر طرف کالا دھواں پھیل گیا ہر طرف چیخ و پکار شروع ہوگئی طلسمانی طاقتوں نے اپنا کام کر دکھایا اور محل کو زہرہ ریزہ کر دیا لیکن مشال کی وجہ سے سمیہ اور انشال بچ گئے۔ مشال یہ سب کیا ہو گیا ہے۔۔۔ سمیہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ لگتا ہے طلسمانی طاقتوں کو خبر ہوگئی ہے کہ یہاں کوئی انسانی وجود موجود ہے وہ تمہاری حقیقت جان چکے ہیں اگر تم یہاں رہیں تو وہ تمہیں ختم کر دیں گے اس لیے تمہیں یہاں سے جانا ہوگا مشال نے افسوس سے کہا۔ نہیں مشال میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ سمیہ نے روتے ہوئے کہا۔ سمیہ تم کچھ بھی نہیں سمجھتی ہو میں بہت کچھ دیکھ رہا ہوں تم اپنا وقت ضائع مت کرو اپنا اور اپنے بچے کا بہت خیال رکھنا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں یہاں کے حالات کا مقابلہ کرنے کے بعد تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔ یہ کہہ کر مشال نے منہ میں کچھ بڑھ کر سمیہ اور بچے پر پھونک ماری تو وہ دونوں ہی غائب ہو گئے۔ جبکہ مشال ان طلسمانی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں اتر گیا لیکن وہ طلسمانی طاقتوں کے سامنے بے بس ہو گیا اور ان کی قید میں چلا گیا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

ساحل ڈوب نے بلند آواز سے اپنے دوست کو پکارا وہ ہمیشہ کی طرح خوشگوار موڈ میں تھا ہنستا مسکراتا اپنے ساتھیوں کے پا پھینچ جن میں ڈوب مارہ صدف اور سمیہ شامل تھیں یہ گروپ ہمیشہ ایک ساتھ رہتا تھا ہر مشکل اور خوشی میں سب مل کر ایک دوسرے کی مدد کرتے یہ گروپ یونیورسٹی میں بیٹھا خوش گپوں میں مصروف تھا کہ ساحل کے آنے سے مزید بلی مذاق شروع ہوگئی کیونکہ یہ گروپ بہت ہی شرارتی تھا۔

ساحل ڈوب نے بلند آواز سے اپنے دوست کو پکارا وہ ہمیشہ کی طرح خوشگوار موڈ میں تھا ہنستا مسکراتا اپنے ساتھیوں کے پا پھینچ جن میں ڈوب مارہ صدف اور سمیہ شامل تھیں یہ گروپ ہمیشہ ایک ساتھ رہتا تھا ہر مشکل اور خوشی میں سب مل کر ایک دوسرے کی مدد کرتے یہ گروپ یونیورسٹی میں بیٹھا خوش گپوں میں مصروف تھا کہ ساحل کے آنے سے مزید بلی مذاق شروع ہوگئی کیونکہ یہ گروپ بہت ہی شرارتی تھا۔

آنے پر مزید چڑھتی تھی کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت پیار کرتے تھے جان چھڑکتے تھے ایک دوسرے پر اور ایک پل کی بھی دوری برداشت نہیں کر سکتے تھے ساحل نے صدف کا موڈ خراب دیکھا تو پوچھا۔

کیا ہوا میری جان کو۔

ہونا کیا ہے وہی مسئلہ ہوگا کہ پڑھائی مکمل کر لی ہے تو گھر بیٹھ جاؤ آگے کی فکر کرو وغیرہ وغیرہ مائرہ نے کہا تو صدف مزید پریشان ہوگئی۔ اور رونے لگی۔

سب نے اسے چپ کر دیا اور تسلی دی کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ صدف کے گھر والے بہت سخت ہیں اور آگے کچھ نہیں کرنے دیں گے اور اس کا خواب تھا کہ وہ ساحل کے نام سے کلینک کھلوائے اور غریب لوگوں کا مفت علاج کرے۔

نیشن نہ لوصدف میں شام کو اؤں گا اور بتایا جا ان سے بات کروں گا وہ میری بات کبھی نہیں ٹالیں گے ساحل نے کہا تو صدف مطمئن ہوگئی۔ فریڈر ز آج ہمارے پیپر بھی مکمل ہو گئے ہیں اور ہم اب کہیں سیر و تفریح کے لیے جائیں گے ڈوب جو کہ گھر سے پلان تیار کر کے لایا تھا سب کو بتایا۔

بہت اچھا آئیڈیا ہے ساحل نے خوشی سے کہا تو ڈوب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں سیر کے ساتھ ساتھ اپنا مشن بھی پورا کرونگا کون سا مشن۔ سب نے حیران ہو کر ڈوب کی طرف دیکھا۔

سوری آپ سب کو بتانا بھول گیا تھا کہ میں ایک ٹانگ کی تلاش میں ہوں ایسا ٹانگ جو سو سال کی عمر پوری کرنے کے بعد انسانی روپ اختیار کرنے والا ہو۔ ساحل نے کہا۔ یہ کیسا بے فضول سامن ہے یہ خیال تمہیں آیا

کیسے مجھے کل تک تو صرف شک تھا مگر اب یقیناً ہلومیا ہے کہ تم واقعی پاگل ہو ساحل نے چڑ کر کہا۔ باقی سب انہیں حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

مجھے کل بابا سادھو پنڈت جگن ناتھ رسوئی ملے تھے وہ میرے ابو کے دوست ہیں مجھے انہوں نے بتایا تھا کہ چاند کی چودھویں رات کو ایک ناگ سو سال کی عمر پوری کرنے کے بعد انسانی روپ اختیار کر لے گا ابھی کچھ دن باقی ہیں ہمیں چاند کی چودھویں رات سے پہلے پہلے یہاں سے نکلنا ہوگا ڈوب نے کہا تو ساحل بولا۔

ہم اکام کے لیے تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے مجھے تو یہ سادھو فراڈ لگتا ہے یہ ہمیں کسی مصیبت میں پھنسانا چاہتا ہے تم ان سادھوؤں کو نہیں جانتے ہو یہ بہت خطرناک ہوتے ہیں کالے علم کے ماہر ہوتے ہیں اور یقیناً اس نے تمہیں جنگل کا راستہ بھی بتایا ہوگا۔

آکفورس۔ یار بتایا تھا میں نے خود پوچھا تھا۔ اس سے اور اس نے مجھے روکا بھی تھا کہ وہ جنگل بہت خطرناک ہے وہاں آسیب کا سایہ ہے مگر مجھے ان باتوں پر یقین نہیں ہے۔ اور مجھے ہر حال میں ناگ کو پکڑنا ہے اور اس کام میں تم سب میرا ساتھ دو گے۔ ڈوب نے اٹل لہجے میں کہا۔

مگر تم ناگ کو پکڑ کر دو گے کیا صدف نے پوچھا۔ جبکہ ساحل کو اب چپ لگ گئی تھی وہ جانتا تھا کہ ڈوب جو کام ٹھان لے وہ کر کے ہی چھوڑتا ہے۔ بہت اچھا سوال ہے صدف ڈوب نے مسکرا کر

کہا جب ہم اس ناگ کو پکڑ کر لائیں گے تو وہ ہماری قید میں ہوگا وہ بھی انسان بنے گا تو کبھی ساپ پھر ہم یہ خبر اخبارات میں اور مختلف ٹی وی چینل میں بھی دیں گے یہ خبر پورے ملک میں پھیل جائے گی لوگ اسے دور دور سے دیکھنے کے لیے آئیں گے۔ اور سوچو ہم تھوڑا انہیں صرف تماشا دکھائیں گے بلکہ معاوضہ بھی

لیں گے ان سے اور صدف تم اپنا خواب بھی پورا کر لینا تمہیں کوئی جاب بھی نہیں کرنا پڑے گی بیٹھے بٹھائے ہم کروڑوں روپے کمال لیں گے۔

ہاں ڈوب کہتے تو تم ٹھیک ہو صدف نے کہا اسے ڈوب کی بات پسند آئی تھی سمیہ جو بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھی بولی۔

ڈوب تم کون سا غریب ہو اللہ کا دیا سب کچھ تو ہے تمہارے پس پھر یہ پھر یہ دولت کی ہوں کیوں یہ نہ ہو کہ ہم سب کسی بہت بڑی مصیبت میں پھنس جائیں اس کی بات پر صدف بول پڑی۔ کچھ نہیں ہوگا یار تم تو پہلے ہی ڈرانے والی باتیں کرنے لگی ہو۔

ویری گڈ صدف۔ ڈوب خوشی سے بولا۔ بس دیکھنا کہ تمہارا خواب کیسے پورا ہوتا ہے۔

لیکن ایک بات تو بتاؤ صدف کہ تمہیں اپنا خواب پورا کرنے کے لیے حلال پیسے کی ضرورت ہے حرام کی نہیں سمیہ نے کہا جبکہ مائرہ اور ساحل چپ تھے اور ان سب کی باتیں سن رہے تھے ڈوب سنجیدہ ہو گیا تھا سمیہ کی مداخلت اسے ناکام کر سکتی تھی۔

صدف بھی محنت کرے گی ہمارے ساتھ بھاگ دوڑ کرے گی اور ہمیں پتہ نہیں کتنے دن لگ جائیں اس کام میں تو یہ محنت ہی ہے ناں ڈوب نے وضاحت دے کر کہا۔

اس کام میں محنت کی بھی ضرورت ہوگی اور دل کی بھی کیونکہ ہمیں جنگل میں جانا ہوگا ہے ناں ڈوب سمیہ نے گھورتے ہوئے کہا۔

تو تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ شالا مار باغ میں بیٹھا ہوگا۔ ڈوب نے کہا تو سب تہتہ لگا کر ہنسنے لگے اور سمیہ شرمندہ ہوگئی اور آخر فیصلہ ہو ہی گیا کہ ڈوب نے مائرہ کی مرضی پوچھی تو اس نے ڈوب کی خوشی میں اپنی خوشی جانی کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے اور منگیتر بھی تھے یہی پویشن ساحل اور

صدف کی بھی تھی وہ بھی راضی ہو گئے تھے مگر سمیہ نے جانے سے انکار کر دیا۔

لاچ بری بلا ہے ہمیں کسی کی ذات کے ساتھ نہیں کھیل سکتے وہ بھی اللہ کی پیدا کردہ جاندار مخلوق ہے سمیہ نے دونوں کو جواب دیا۔

پکیز سمیہ۔ میری خاطر مائرہ نے بہت پیار سے کہا تو وہ چپ ہوگئی پھر سب کے اصرار پر وہ مان گئی کیونکہ وہ بھی اپنے دوستوں سے بہت پیار کرتی تھی اور انہیں اپنی جان سے بھی عزیز سمجھتی تھی کیونکہ اس کے والدین بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے وہ اکلوتی تھی دو بھائی تھے اس کے ہوش سنبھالتے ہی اس سے ہوش چھوڑ دیا اور خود اپنی بیوی بچوں کے ساتھ انگلینڈ شفٹ ہو گئے تھے سمیہ کی ملاقات مائرہ سے یونیورسٹی میں ہوئی تھی وہ بھی ان کے گروپ میں شامل ہوگئی تھی ان سب نے بھی اسے اپنوں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی اپنوں سے پڑھ کر اسے پیار دیا تھا تو پھر سمیہ انہیں کیسے انکار کر سکتی تھی۔

تو ٹھیک ہے ہم برسوں جا رہے ہیں آپ سب اپنی اپنی تیاری مکمل کر لیں ڈوب نے کہا۔ اور سب نے اس کی بات پر اتفاق کر لیا شام کو ساحل صدف کے گھر تھا اور بتایا جان کو راضی کر رہا تھا وہ صدف کو جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے معاملہ بہت سنجیدہ ہو گیا تھا مگر بالآخر بتایا جان کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ کیونکہ ساحل صدف کا منگیتر تھا اور اس گھر کا ہونے والا داماد بھی ساری تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ ڈوب گاڑی لے کر مائرہ کے گھر گیا اور اسے پک کیا اور پھر ان دونوں نے سمیہ کو ہوشل سے یک کیا اور ساحل اور صدف کو اپنے پیچھے گئے وہ دونوں گھر سے باہر کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔

ہیلو نیو فریڈر۔ ساحل نے کہا اور ڈوب کے ساتھ ہی بیٹھ گیا جبکہ مائرہ صدف اور سمیہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ سفر بہت اچھا جا رہا تھا۔ ڈوب

ڈرائیونگ کر رہا تھا اور ساحل کے ساتھ مل کر لڑکیوں کو ہنسا رہا تھا بار بار کی چیخیں چھاڑتے لڑکیوں کے قہقہے بلند ہوتے جا رہے تھے یوں سفر آدھے سے زیادہ گزر چکا تھا اور جنگل شروع ہو چکا تھا۔ سب میں خاموشی چھائی ہوئی تھی وہ سب غور غور سے جنگل کو دیکھ رہے تھے جنگل بہت گھٹا اور پراسرار تھا پھر ایک جھٹکے سے گاڑی رکی۔

چلو بھی نکلو۔ یہی ہماری منزل ہے۔ ڈوب نے کہا تو سب ہی باہر نکل گئے اور ایک جگہ رک گئے۔ اور پھر سب ہی رہنے کے لیے خیمہ تیار کرنے لگے جنگل بہت ہی خوفناک تھا اور سنسان بھی تھا کافی حد تک ڈراؤنا بھی تھا۔ شام تک وہ سب خیمہ تیار کر چکے تھے یہ کافی بڑا خیمہ تھا جس میں چھ سات لوگ با آسانی سے رہ سکتے تھے مارہ صدف اور سمیہ نے مل کر بریانی بنائی ساحل اور ڈوب بھی اپنا کام ختم کر کے آچکے تھے پھر سب نے مل کر کھانا کھایا اندھیرا کافی پھیل چکا تھا اور سردی بھی کافی زیادہ تھی سب خیمے میں آئے اور سونے کی تیاری کرنے لگے ڈوب نے سب کو منع کیا کہ رات کو کوئی اکیلا باہر نہیں نکلے گا سردی کی شدت میں دھیرے دھیرے اضافہ ہو رہا تھا گرم بستروں میں جاتے ہی سب سو گئے رات کے ایک بجے کا نام تھا جب مارہ کی اچانک آنکھ کھل گئی اس کو محسوس ہوا جیسے کوئی سرگوشیاں کر رہا ہے وہ بہت غور سے سن رہی تھی پھر کسی کے ہنسنے کی آواز اسے صاف سنائی دی وہ بہت خوفزدہ ہو گئی اور کانپنے لگی پھر اچانک اسے آواز سنائی دی۔

سو جا سوجا۔ اس کے ساتھ ہی قہقہہ فضا میں بلند ہوا اور مارہ نے زوردار چیخ ماری اس کی چیخ پرسوائے ہوئے سب اٹھ گئے۔

کیا ہوا مارہ کیا ہوا صدف نے پوچھا۔
وہ۔ وہ۔ صدف۔ وہ۔ وہ۔ مسلسل کانپ رہی تھی اس کی حالت غیر ہو رہی تھی بات کرتے ہوئے وہ

صدف سے لپٹ گئی اور رونے لگی۔ ڈوب بھی مارہ کی یہ حالت دیکھ کر ڈر گیا۔

مارہ میری جان کیا ہوا ہے بتاؤ تو سہی۔ ڈوب نے مارہ کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔
ڈوب کوئی سرگوشیاں کر رہا تھا پھر ہنسنے لگا مارہ نے صدف سے الگ ہو کر کہا۔

مارہ خود کو سننا لوالیا کچھ نہیں ہے میں دیکھتا ہوں یہ کہہ کر ڈوب خیمے سے باہر نکل گیا جبکہ ساحل بھی اس کے پیچھے باہر نکل گیا۔ وہ دونوں ادھر ادھر دیکھ کر واپس خیمے میں آگئے باہر کچھ بھی نہیں مارہ تم ویسے ہی پریشان ہو گئی ہو وہ سب تمہارا وہم ہے سو جاؤ ڈوب نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

ڈوب وہ۔۔ مارہ نے کچھ کہا چاہا تو ڈوب بول پڑا جان میں ہوں ناں مارہ ڈوب کی طرف دیکھ کر ہلکا سا مسکرائی اور لیٹ گئی۔ صدف اور سمیہ بھی دوبارہ لیٹ گئیں لیکن ساحل اور ڈوب جاگتے رہے پھر وہ بھی یہ نہیں کب نیند کی وادیوں میں چلے گئے۔ صبح اٹھے تو منہ ہاتھ دھویا اور ناستہ کیا پھر سب ایک ساتھ جنگل میں نکل گئے جنگل بہت ہی پراسرار اور خوفناک تھا جگہ جگہ لمبی لمبی گھاس اور کانٹے دار جھاڑیاں تھیں لمبے لمبے گھنے درخت بہت ہی خوفناک تھے وہ سب چلتے جا رہے تھے ان کے دلوں میں خوف بھی موجود تھا لیکن اس کے باوجود بھی وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے ڈوب سب سے آگے تھا وہ چلتے چلتے یکدم رک گیا کیونکہ سامنے کا منظر ہی کچھ ایسا تھا۔

کیوں کیا ہوا ڈوب۔ رک کیوں گئے۔ ساحل نے پیچھے سے کہا جو اس کے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ یہ دیکھو یار ڈوب نے پیچھے دیکھ کر کہا۔ سب قریب آگئے اور حیران نظروں سے دیکھنے لگے سامنے سرسبز گھاس پر ایک انسانی کھوپڑی پڑی ہوئی تھی۔ یہ۔ یہ۔ یہ۔ یہ مارہ نے بات پوری بھی نہیں کی تھی

نہیں جائے گا ساحل نے کہا تو سب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔
ٹھیک ہے نہ جانا میرے ساتھ میں اکیلا ہی چلا جاؤں اس کو تلاش کرنے۔ ڈوب نے کہا۔

شام ہو چکی تھی اندھیرا ہر سو پھیل رہا تھا سب کھانے کے بعد بیٹھے اور باتیں کرنے میں لگے ہوئے تھے آج چاند کی چودھویں رات تھی چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا چاند کی سنہری روشنی میں ہر چیز مست دکھائی دے رہی تھی ڈوب جنگل میں جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا اس نے اپنے پاس حفاظت کے لیے پستل رکھنا نہ بھولا تھا۔
اوکے دوستو میرے لیے دعا کرنا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں ڈوب نے کوٹ پہنتے ہوئے کہا۔

مارہ ڈوب کو روکنا اس کا یوں رات کو اکیلے جانا ٹھیک نہیں ہے۔ صدف نے کہا۔
ڈوب پلیز مت جاؤ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے مارہ نے ڈوب کا بازو پکڑ لیا۔

مارہ تم جانتی ہو کہ میں یہاں کس مقصد کے تحت آیا ہوں اب مجھے مت روکو۔ اس نے پیار سے سمجھایا تو وہ بولی۔

ٹھیک ہے میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلتی ہوں۔ مارہ نے اس کی ضد کے سامنے ہار مانتے ہوئے کہا۔

نہیں مارہ۔ تم یہاں ہی رہو تمہارا جانا مناسب نہیں ہے بس دعا کرنا اتنا کہہ کر وہ خیمہ سے باہر نکل گیا۔ اور چل دیا۔

رات کے وقت جنگل کا ماحول بہت ہی خوفناک لگ رہا تھا دیو قامت درخت چاند کی سنہری روشنی میں بہت ہی بھیانک منظر پیش کر رہے تھے ڈوب کا دل ایک انجانے خوف سے دھڑک رہا تھا

کہ ڈوب بول پڑا لگتا ہے کوئی جانور قبر سے یہ کھوپڑی نکال کر لایا ہے پھر اسے نہ کھاسکا تو اسے یہاں چھوڑ گیا۔ لیکن اس میں پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں ہے ایسا اکثر ہوتا ہے اتنا کہہ کر وہ آگے کی طرف چل دیا۔

ڈوب تم نے یہ سب کیسے کہہ دیا۔ جانور کیسے کھوپڑی قبر سے باہر نکال سکتا ہے صدف نے پوچھا۔

ایسے علاقوں میں لوگ زیادہ تر قبریں کچی بناتے ہیں جو قبریں پرانی ہو جاتی ہیں وہ اکثر ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں اور جنگل کے جانور اپنے شکار کی تلاش میں قبروں کے اندر پہنچ جاتے ہیں اور پھر انسانی جسم کی کوئی بھی ہڈی ٹوٹی ہوئی قبر سے نکال کر لے جاتے ہیں۔ ڈوب انہیں تفصیل بتاتے جا رہا تھا

ویسے ڈوب تم کو یہ سب باتیں بتائیں کس نے ہیں۔ سمیہ نے پوچھا۔
سادھو نے۔ ڈوب نے مختصر کہا۔

ایک تو میں تمہارے سادھو سے بہت تنگ آ گیا ہوں ساحل نے منہ بنا کر کہا تو ڈوب نے اسے گھورا لیکن کچھ نہیں کہا۔

یار تیرا وہ ناگ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ ساحل نے بات کو بدلتے ہوئے کہا۔

ابے پاگل وہ کوئی عام ناگ نہیں جو دن دھاڑے نہیں مل جائے وہ تو چاند کی چودھویں رات کو اپنا روپ بدلے گا ابھی ایک دن باقی ہے ڈوب نے مسکرا کر کہا۔

تو کیا تم رات کو اسے تلاش کرنے جاؤ گے۔ ساحل نے پوچھا۔

ظاہر ہے۔ ڈوب نے کندھے اچکا کر کہا۔
ہم رات کو نہیں جائیں گے سمجھے تم اکیلے ہی جاؤ گے رات کو ہم میں سے کوئی بھی تمہارے ساتھ

اسے اپنے ارد گرد سے خوف سا محسوس ہو رہا تھا چلتے چلتے وہ کافی دور نکل گیا تھا لیکن وہ ناگ اسے کہیں بھی دکھائی نہ دیا اس نے مزید آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور واپسی کے لیے مڑا لیکن سامنے دیکھتے ہی اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں سامنے ایک بہت ہی بھیاں تک چڑیل کھڑی تھی اس کی رنگت کالی سیاہ تھی سرخ انگارے آنکھوں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے بڑے بڑے ہونٹوں سے دانت باہر نکلے ہوئے تھے چہرہ ایسے جلا ہوا تھا جیسے کسی نے تیزاب پھینکا ہو بال پاؤں کو چھو رہے تھے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن لمبے لمبے اور آگے کو مڑے ہوئے تھے اور پورا جسم کالے سیاہ بالوں سے ڈھکا ہوا تھا ڈوب پر سکتہ طاری ہو گیا باہا ہا۔۔۔ چڑیل کا ایک بھیاں تک قہقہہ وہاں گونجا تم سب مارے جاؤ گے یہاں جو بھی آیا ہے واپس نہیں گیا۔ میں تم لوگوں کے خون سے سنی پیاس بھجاؤں گی ڈوب نے وہاں سے بھاگنا چاہا مگر ہل بھی نہ سکا اس کے پاؤں نے حرکت کرنا چھوڑ دی تھی جیسے کسی ظلم میں پھنسے ہوئے ہوں چڑیل ڈوب کی طرف بڑھی ڈوب سنبھل نہ سکا اور گر کر بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ خیمے میں تھا اور اس کے پاس اس کے دوست پریشان بیٹھے ہوئے تھے ڈوب کو ہوش میں آتا دیکھ کر ان کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی وہ اس پر لپکے۔

ڈوب تمہیں کیا ہوا تھا۔ مارہ نے رو ہانسی لہجے میں کہا۔

مجھے یہاں کون لایا ہے۔ ڈوب نے مارہ کا جواب دینے کے بجائے پوچھا۔

تمہیں یہاں مثال لایا ہے مارہ نے کہا۔ مثال کون۔ ڈوب نے حیرانگی سے پوچھا۔

اسی وقت خیمے میں ایک اجنبی لڑکا داخل ہوا نہایت خوبصورت چہرہ نیلی نیلی آنکھیں سفید رنگت چوڑا سینہ سہرے بال وہ ایک مکمل نوجوان تھا۔ ڈوب

کٹنگی باندھے اسے سیکرہ ہاتھا۔ ڈوب یہ مثال ہے ساحل نے مثال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

کیسی طبیعت ہے اب۔ مثال نے پوچھا۔ بہت بہتر ہوں۔ آؤ بیٹھو۔ ڈوب نے ایک گہری نفاس پر ڈالتے ہوئے کہا وہ نوجوان اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ ہمیں کچھ اپنے بارے میں بتاؤ گے اگر تم کون ہو اور آدھی رات کو جنگل میں کیا کر رہے تھے۔ ڈوب نے سوالیہ نظریں اس پر جمادیں۔ اس کی بات سن کر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

جنگل کے اس پار ہمارا ایک جھونپڑا ہے جہاں میں اور میرے بوڑھے والد رہتے ہیں میں رات کو پانی لینے نکلتا تھا جہاں سے میں پانی لاتا تھا وہ کنواں جنگل کے پاس ہی تھا میں پانی بھر رہا تھا کہ اتنے میں مجھے جنگل سے عجیب قسم کی آوازیں سنائی دیں مجھے لگا کوئی خطرے میں ہے اور اسے میری مدد کی ضرورت ہے بس یہی سوچ کر میں جنگل میں داخل ہو گیا کافی دیر چلنے کے بعد تھوڑی دور مجھے ایک سایہ دکھائی دیا جس کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح دھمکی دیتی تھیں مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ سایہ غائب ہو گیا میں جب وہاں پہنچا تو وہاں بے ہوش پڑے ہوئے تھے میں تمہیں کندھے پر اٹھائے ایک طرف کو چل دیا مجھے یقین تھا کہ تم یہاں اکیلے نہ ہوں گے کوئی نہ کوئی تمہارے ساتھ ضرور ہوگا اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا جب کچھ فاصلہ پر پہنچا تو مجھے ایک خیمہ دکھائی دیا سو میں تمہیں اٹھائے یہاں اس خیمہ میں لے آیا اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

بہت شکریہ دوست۔۔۔۔۔ ڈوب نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرایا۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ لوگ یہاں کیا لینے آئے ہیں۔ مثال نے پوچھا۔

آپ پوچھ سکتے نہیں پوچھ چکے ہیں صدف نے

طنز یہ کہا تو ساحل نے اسے گھورا۔ جی ہم یہاں سیر کرنے آئے ہیں ساحل نے کہا تو ڈوب نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔

سیر کرنے کے لیے کیا تم لوگوں کو یہی جنگل ملا تھا مثال کا لہجہ سیاہ تھا۔

کیوں یہ جنگل کی کسی کی کیا کوئی خاص ملکیت ہے جو ہم اس جنگل میں آگئے۔

ہاں ایسا ہی سمجھ لیں۔ مثال نے کہا۔ کیا یہ جنگل تمہاری تو ملکیت نہیں ہے۔ مارہ نے باتوں میں اپنی بات کر دی۔

نہیں میری ملکیت تو نہیں ہے ہاں البتہ بدرحوہ کی ملکیت ہے۔ مثال کی اس بات پر سب ہی خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے لیکن ساحل کے

چہرے پر خوف کا نام و نشان تک نہ تھا۔

یار یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو یہ سب جھوٹی کہانیاں ہیں ہاں میں مانتی ہوں کہ صدیوں پہلے ان

ردحوں کا اور چڑیلوں کا دنیا میں وجود ہوتا ہوگا لیکن اب نہیں۔ ساحل نے مثال کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ویسے تمہیں کیسے پتہ ہے کہ یہاں بدرحوں اور چڑیلوں کا قبضہ ہے۔ صدف نے پوچھا۔ تو مثال نے سر اٹھا کر صدف کو گہری نظروں سے دیکھا۔

میں بہت کچھ جانتا ہوں اور تم لوگوں کی بہتری اسی میں ہے کہ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ آج بلکہ ابھی ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ہم کہیں نہیں جارہے صدف نے کہا۔ کیونکہ ہم یہاں ایک مقصد کے تحت آئے ہیں اور ابھی تک ہمارا وہ مقصد پورا نہیں ہوا ہے۔

کیسا مقصد۔ اس نے پوچھا۔

ہم ایک ناگ کی تلاش میں یہاں آئے ہیں وہ ناگ سو سال کی عمر پوری کر چکا ہے آج رات ہی وہ انسانی روپ میں آیا ہوگا جب تک ہمیں وہ ناگ نہیں

مل جاتا ہم کہیں نہیں جائیں گے مارہ نے صاف صاف کہہ دیا۔

اوہ تو تم اس مقصد کے لیے آئے ہو کہ ناگ کو پکڑ کر لے جاؤ گے اور اس کو قید کر کے رکھو گے لوگوں کو دکھاؤ گے۔

ہاں ہاں ہمارا ایسا ہی مقصد ہے اگر ناگ ہم کو مل جاتا ہے تو ہم اس کو فوری قید کر لیں گے۔ ساحل نے کہا تو ڈوب بول پڑا۔

نہیں ہم اسے قید نہیں کریں گے۔ اس کی بات سن کر سب ہی حیرانگی سے اسے دیکھنے لگے۔ ڈوب یہ تمہارا ہی مشورہ تھا کہ ہم لوگ۔

ہاں میں نے ہی ایسا کہا تھا لیکن اب کچھ بھی نہیں ہوگا تم لوگوں نے مثال کی باتیں نہیں سنی کہ یہاں بدرحوں اور چڑیلوں کا قبضہ ہے اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے چڑیل کو دیکھا ہے۔

ڈوب۔ ڈوب تم یہ کیا کہہ رہے ہو تم جانتے ہو کہ یہ سائنسی دور ہے چڑیلیں بدرحوں یہ سب افسانوی کہانیاں تھیں ان کو حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے مارہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

مارہ میں۔ ڈوب نے اتنا ہی کہا تھا کہ ساحل بول پڑا ڈوب اگر تم نے اس ناگ کو نہیں ڈھونڈنا تو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا اب اس جانور کو میں خود تلاش کروں گا۔

ساحل وہ جانور نہیں ہے اور وہ انسانی روپ میں آنے کے بعد صرف ایک بار سانپ بن سکتا ہے ہاں اس کے پاس کچھ طاقتیں اور ذہرہ جاتا ہے لیکن دھیرے دھیرے زہر اور طاقتیں بھی اس کے جسم سے ختم ہوتی جائیں گی پھر وہ عام انسانوں کی طرح ہو جائے گا مثال نے انکی باتیں سن کر تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

تم اس کے بھائی لگتے ہو جو یہ سب ہمیں بتا

خونفاک ڈائجسٹ 55

جنوری 2014

خونفاک ڈائجسٹ 54

جنوری 2014

خونفاک ڈائجسٹ 55

جنوری 2014

خونفاک ڈائجسٹ 54

جنوری 2014

خونفاک ڈائجسٹ 55

جنوری 2014

خونفاک ڈائجسٹ 54

جنوری 2014

رہے ہو۔ ساحل نے پوچھا۔

ہاں۔ کیونکہ میں خود ناگ ہوں جو یہ سب باتیں کر رہا ہوں اسکی یہ بات سنتے ہی سب کے منہ سے قہقہے نکلنے لگے۔

تم ہمیں بے وقوف سمجھتے ہو لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہے ساحل نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

اگر تم ناگ ہو تو ہمیں ناگ بن کر دکھاؤ کیونکہ تم نے خود ہی کہا تھا کہ وہ انسانی شکل میں آنے کے بعد ایک بار ضرور ناگ بن سکتا ہے۔ مازہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مازہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اگر تم واقعی ناگ ہو تو ہمیں ناگ بن کر دکھاؤ۔ تاکہ ہم تمہاری باتوں پر یقین کر لیں ورنہ نہیں۔ ساحل نے مثال کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے تم کو یقین دلانے کے لیے میں ایسا کرنے کو تیار ہوں اتنا کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا سب کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں مثال کا جسم آہستہ آہستہ سکڑنے لگا اور وہ ملل ناگ بن گیا سب ناگ کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے لڑکیاں تو خوف سے ایک دوسرے کے ساتھ چمٹ کر رہ گئیں اور پھر مثال جلد ہی انسانی روپ میں آ گیا۔ مجھے کسی کی تلاش تھی جواب ختم ہو گئی ہے مثال نے انسانی میں آتے ہی کہا۔

کس کی تلاش ہے تمہیں۔ ساحل نے پوچھا تو مثال کی نظریں سمیہ پر رک گئیں اور سب ہی سمیہ کو دیکھنے لگے۔

کیا سمیہ کی تلاش۔ مازہ نے پوچھا۔

ہاں۔ مثال نے مختصر کہا۔

مگر کیوں۔

کیونکہ یہ میری ناگنی جیسی ہے۔

ناگنی جیسی ہے لیکن ناگنی تو نہیں۔ ساحل نے سمیہ کو دیکھتے ہوئے کہا اور سمیہ بھی حیرت زدہ نظروں سے مثال کو دیکھ رہی تھی۔

ہاں۔ لیکن یہ میرا پیار تو ہے۔ مثال نے کہا۔ میری ناگنی سمیہ جیسی ہے ایک سپرے نے اسے قید کر لیا تھا اور جب اس نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو سپرے نے اسے مار دیا مجھے پتہ چلا تو میں نے اس سپرے کو ڈس لیا پھر مجھے پتہ چلا کہ ہائیکن کی ہم شکل لڑکی مجھے اسی جنگل میں ملے گی یہ کہہ کر مثال خاموش ہو گیا۔

یہ سب جھوٹ ہے بکواس ہے ڈوب چلایا۔ یہ جھوٹ نہیں ہے سچ ہے اگر تم لوگوں کو یقین نہیں آتا تو اس کے بازو پر دیکھو ایک ناگ کی شکل کا سیاہ نشان اسکے بازو پر ہوگا۔ مثال کی اس بات پر سب ہی حیرانگی سے سمیہ کو دیکھنے لگے اور اس کے بازو کو دیکھنے لگے جہاں واقعی ایک نشان تھا ناگ جیسا۔ وہ کانپ کر رہ گئی۔

یہ۔ یہ نشان تو میرے جسم پر بچپن سے ہے۔ ہاں جانتا ہوں یہ بچپن کا ہے اور میری ناگنی کا ہی ہے اتنا کہہ کر مثال اٹھ کھڑا ہوا۔

مجھے اس سے خوف آنے لگا ہے میں یہاں ایک بل بھی رہ کر نہیں چاہوں گی اگر تم لوگ میرے ساتھ چل سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں اسکی ہی چلی جاؤں گی۔ سمیہ نے اپنا بیگ پکڑتے ہوئے کہا۔ جبکہ مازہ نے اسے پکڑ کر روک لیا۔

پامل ہو گئی ہو کیا۔ تم جانتی ہو کہ ہم جس مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں وہ پورا ہونے والا ہے ناگ ہمیں مل گیا ہے اور ہم۔۔۔

مازہ اسے جانے دو۔ ڈوب نے غصہ سے کہا تو مازہ کانپ کر رہ گئی اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ڈوب کو دیکھنے لگی۔ جبکہ سمیہ خیمہ سے باہر نکل گئی۔

ساحل روکواسے وہ اسکی جارہی ہے۔ صدف نے ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم پریشان نہ ہو دیکھنا وہ خود ہی واپس آ جائے گی۔ ساحل نے پوری تسلی سے کہا۔ اور پھر وہ ڈوب

کو ساتھ لے مثال کے پیچھے چل دیئے خیمہ میں اب مازہ اور صدف رہ گئی تھیں۔

کیوں نہ مازہ ہم لوگ سمیہ کی تلاش میں جائیں نجانے وہ بچاری کہاں بھٹک رہی ہوگی۔ ہاں چلو۔ مازہ نے کہا۔ پھر دونوں ہی اسکی تلاش میں چل پڑیں۔ جنگل میں کانٹے دار جھاڑیاں اور لمبی گھاس کثرت سے موجود تھی جس کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھیں چلتے چلتے وہ کافی دور تک نکل گئیں مگر سمیہ انہیں کہیں بھی نظر نہ آئی رات ہو چکی تھی لیکن چاند کی تیز روشنی میں سب کچھ صاف دکھائی دے رہا تھا وہ اسکو تلاش کرتی جارہی تھی لیکن وہ نجانے کہاں جا چھپی تھی۔

مازہ ہمیں واپس چلنا چاہے ہو سکتا ہے کہ ہم اس کی تلاش میں غلط راستے پر چل پڑیں ہوں اور وہ واپس خیمہ میں موجود ہو۔

ہاں یار تمہاری بات ٹھیک ہو سکتی ہے ہمیں واپس چلنا چاہیے اتنا کہہ کر وہ دونوں واپس چل دیں۔ لیکن کچھ ہی دور انہیں کسی کی آہٹ سنائی دی ان دونوں نے گھبرا کر پیچھے دیکھا لیکن پیچھے کچھ بھی نہ تھا۔ جلدی چلو صدف مازہ نے ڈرتے ہوئے کہا وہ دونوں بھاگنے لگیں اچانک ہی مازہ کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا تو وہ گر پڑی مازہ کا پاؤں بھی کافی زخمی ہو چکا تھا۔

اتھو صدف نے مازہ کو اٹھاتے ہوئے کہا مازہ ہمت کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہا ہا ہا ہا۔ وہاں کسی کے خوفناک اور دل کو ہلا دینے والے قہقہے فضا میں بلند ہوتے ہوئے سنائی دیئے۔

بھاگو مازہ نے چیختے ہوئے کہا۔

دونوں بھاگنے لگیں تو مازہ کا پاؤں کسی نے پکڑ لیا اور وہ پھر سے گر پڑی اور اس کی چھینیں آسمان کو چھونے لگیں صدف کے کانوں سے مازہ کی چیخیں ٹکرائیں تو وہ رک گئی اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو مازہ

غائب تھی وہ واپس مڑی تو اس کے سامنے ڈھرم سے کوئی چیز آگری جب اس نے نیچے دیکھا تو اس کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی کیونکہ اس کے سامنے مازہ کی لاش پڑی ہوئی تھی جو خون میں لت پت تھی اسکی گردن آدھی کٹی ہوئی تھی جسم کا گوشت جگہ جگہ سے اڑھرا ہوا تھا سارا چہرہ خون سے ایسے لت پت تھا جیسے خون سے منہ دھویا ہوا زبان منہ سے باہر نکلی ہوئی تھی مازہ کی لاش کی یہ حالت دیکھ کر صدف کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ سکتے کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی اچانک صدف کے سامنے وہی چڑیل نمودار ہوئی اور بلند قہقہہ لگایا۔ ہا ہا ہا۔ ہا ہا ہا۔ تم سب کو مرنا ہوگا۔ اس دن ڈوب بھی اس سخت ناگ کی وجہ سے بچ گیا تھا مگر آج کوئی نہیں بچ پائے گا وہ قہقہے لگاتے جارہی تھی صدف اسے دیکھ کر کاپیتی جارہی تھی اور خدا سے دعا میں کرتی جارہی تھی۔ یا اللہ۔ اس کے منہ سے نکلا تو چڑیل چیختی لگی اور صدف کے کچھ دور جاگری صدف نے جلدی سے آیت الکرسی کا ورد شروع کر دیا۔ اور وہاں سے دوڑ لگا دی۔ وہ بھاگے ہی جارہی تھی کہ اچانک وہ کسی سے ٹکرائی۔ اور نیچے گر پڑی جب اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ساحل اور ڈوب کھڑے تھے انہوں نے صدف کو سہارا دے کر اٹھایا۔

تم یہاں کیا کرنے آئی تھی اور مازہ کہاں ہے۔ وہ۔ وہ۔ اتنا کہہ کر وہ زور زور سے رونے لگی۔ وہ مازہ۔ مازہ۔

ہاں ہاں کیا ہوا مازہ کو۔ جلدی بتاؤ۔ اس چڑیل نے مازہ کو مار دیا ہے۔

کیا۔ کیا۔ ڈوب پر جیسے بجلیاں ٹوٹ پڑیں اسے صدف کی آواز بار بار اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

ژوب۔ ژوب۔ ساحل نے ژوب کو جھوڑا۔
 مارہ۔ ژوب کے منہ سے یہ آواز نکلی اور وہ
 بھاگ پڑا وہ دونوں بھی اس کے پیچھے بھاگنے لگے
 ایک جگہ جا کر ژوب مارہ کی لاش کو دیکھ کر رک گیا۔
 اس کو اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہوا وہ خود کو سنبھال نہ
 سکا اور گر کر بے ہوش ہو گیا اتنے میں مثال بھی وہاں
 آ گیا وہ یہ سب دیکھ کر پریشان ہو گیا۔
 میں نے کہا تھا ناں کہ چلے جاؤ یہاں سے لیکن
 تم نے میری ایک نسنی وہ چڑیل بہت ہی خطرناک
 ہے۔ اتنا کہہ کر وہ مارہ کی لاش کے ساتھ خیمہ تنک
 آئے۔ ژوب کو جب ہوش آیا تو وہ مارہ کی لاش سے
 لپٹ کر رو دیا۔

مارہ مارہ۔ میری جان میں تم سے وعدہ
 کرتا ہوں کہ جس نے تم کو مارا ہے میں اس کو زندہ
 نہیں چھوڑوں گا۔ اتنا کہتے ہی اس کی نظر سامنے
 کھڑے مثال پر پڑی تو وہ اسکی طرف بڑھا اور اس
 کا گریبان پکڑ لیا۔
 تم نے مارا ہے میری مارہ کو۔ میں تمہیں زندہ
 نہیں چھوڑوں گا۔
 جھوڑو اسے۔ تمہاری مارہ کو اس نے نہیں
 چڑیل نے مارا ہے۔ ساحل نے اس کو چھڑایا۔
 میں تمہارے دکھ کو سمجھتا ہوں۔ مثال نے کہا
 اور میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کروں گا تم اکیلے
 نہیں ہو تم سب تمہارے ساتھ ہیں۔
 چلو مارہ کو دفن کرتے ہیں۔ ساحل نے کہا۔
 مارہ کی لاش کو دفن کر دیا گیا۔ رات بہت بیت
 چکی تھی سب ہی خاموش تھے کہ اچانک زوردار آندھی
 چلنے لگی درخت شاخیں شامیں کرنے لگے ایسا لگ
 رہا تھا کہ بہت ساری چڑیلیں مل کر بین کر رہی ہوں
 ایک دم زوردار قہقہے فضا میں بلند ہوئے۔
 تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔ بابا با۔ تم
 سب کے خون سے میں اپنی پیاس بجھاؤں گی بابا با۔

یہ۔ یہ وہ چڑیل ہے جس نے مارہ کو مارا تھا
 صدف نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔
 نہیں چھوڑوں گا میں اسے۔ ژوب غصے سے
 باہر جانے لگا تو مثال نے اسے پکڑ لیا۔
 پاگل مت ہو نہیں ہر کام سوچ سمجھ کر کرنا
 چاہیے یہ کوئی عام چڑیل نہیں ہے بہت خطرناک ہے
 میں اس کو مارنے کے لیے بابا کے پاس گیا تھا
 انہوں نے کچھ تعویذ دیئے تھے یہ لو یہ تعویذ تم لوگ
 اپنے گلے میں پہن لو یہ تمہاری حفاظت کریں گے
 لیکن سمیہ کہاں ہے وہ دکھائی نہیں دے رہی۔
 وہ تو چل گئی ہے صدف نے کہا۔
 چل گئی ہے۔ یہ سنتے ہی مثال پاگلوں کی طرح
 اس کی تلاش میں بھاگ پڑا۔

سمیہ اپنا بیگ اٹھائے چلتی جا رہی تھی لیکن جنگل
 ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ یکدم اسے پیچھے
 سے آواز سنائی دی۔
 سمیہ رکو۔
 سمیہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیچھے مارہ کھڑی تھی
 سمیہ دیکھا تم تک میں پہنچ ہی گئی ہوں ناں چلو
 واپس چلو ہم لوگوں نے فیصلہ کیا ہے صبح چلے جائیں
 گے واپس۔

نہیں مارہ میری منزل اب دور نہیں ہے
 میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گی تم بھی آگئی ہو تو میرے
 ساتھ چلو سمیہ نے مسکرا کر کہا۔ لیکن مارہ کے منہ سے
 قہقہے گونجنے لگے۔ اسکی شکل بدلنے لگی وہ مارہ سے
 ایک چڑیل کے روپ میں آگئی اسے دیکھتے ہی سمیہ
 کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ بھاگ پڑی۔ کہ یکدم
 وہ مثال سے ٹکرائی۔

مثال مثال مجھے بچا لو وہ مجھے مار دے گی۔
 تم پریشان نہ ہو میں آگیا ہوں اب دیکھنا اسے
 میں کیسے مارتا ہوں اتنا کہہ کر وہ چڑیل کی طرف بڑھا

اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو چڑیل چیخنے لگی
 اس کو جسم دھواں بننے لگا مثال نے جلدی سے تعویذ
 سمیہ کو دیا جو اس نے گلے میں ڈال لیا۔ اور دونوں
 خیمہ کی طرف چل دیئے۔ سمیہ کو دیکھ کر وہ سب خوش
 ہو گئے یکدم وہاں ایک بزرگ بابا نمودار ہوئے آتے
 ہی وہ بولے مثال تم نے بہت ہمت کر کے چڑیل کو
 مار دیا ہے اور ساحل بیٹا تم کو ایک چلہ کرنا ہوگا یہ چلہ
 باجی دونوں کا ہے اس چڑیل کو مارنے کا وہ چڑیل
 تمہارے پاس آئے گی تم نے حصار سے مٹی اٹھا کر
 پھونک مار کر چڑیل پر پھینک دینا ہے وہ ختم
 ہو جائیگی۔ اتنا کہہ کر وہ بزرگ چلے گئے۔

ساحل چلہ شروع کر چکا تھا آج اسے چوتھی
 رات تھی پہلی تین راتیں اسے کچھ بھی نہ ہوا تھا لیکن
 آج وہ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ ایک دیو آیا اور بولا یہ چلہ
 ختم کر دو اور بھاگ جاؤ یہاں سے۔ ورنہ اچھا
 نہیں ہوگا ساحل نے اس کی باتوں کی طرف دھیان
 نہ دیا اور ورد کرتا رہا جیسے جیسے وہ ورد کر رہا تھا دیو کی
 آنکھیں سرخ آنکھوں کی طرح ہو رہی تھیں اور پھر وہ
 دیو غائب ہو گیا اس کے بعد کوئی واقعہ بھی پیش نہ
 آیا۔ اس کا چلہ مکمل ہو گیا تھا آج کی رات کا جب وہ
 خیمہ میں آیا تو سب سو رہے تھے وہ بھی لیٹ گیا۔

ابھی وہ سوایا نہ تھا کہ ایک بارہ سنگ نما جانور
 انکے خیمے کو اپنے سینگوں سے چھاننے لگا اس کی شوکر
 کی آوازیں سن کر سب ہی اٹھ گئے اور باہر
 کا منظر دیکھ کر سب ہی ڈر گئے۔ یکدم ان کی نظر باہر
 مثال کی طرف اٹھی مٹی جو اس جانور کے کچھ دور ہی
 کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا لوہے کا
 ڈنڈا۔ جو اس نے خونی جانور کے سر پر مارنا شروع
 کر دیا۔ وہ خونی جانور یکدم پیچھے مڑا اور مثال پر
 چڑھ دوڑا۔ مثال نیچے گر گیا۔ اور وہ اس کو نیچے
 کراتا ہوا ایک طرف بھاگ گیا۔ اس کے بھاگتے

ہی سب ہی خیمہ سے باہر آ گئے اور مثال کو سنبھالنے
 لگے جسے کافی چوٹیں آئی تھیں۔ پھر یکدم وہ درندہ پھر
 آ گیا اور اس بار اس نے ژوب پر حملہ کر دیا اس کو
 اپنے سینگوں پر اٹھا کر ایک طرف جھاڑیوں
 میں پھینک دیا۔ اس کا تعویذ بھی وہاں گر گیا۔ اسے
 پتہ ہی نہ چلا کہ اس کے گلے سے تعویذ اتر گیا ہے وہ
 زخمی حالت میں کراہ رہا تھا وہ درندہ پھر غائب ہو گیا
 سب نے مل کر ژوب کو جھاڑیوں سے باہر نکالا۔
 اور اسے خیمے تک لے آئے۔

یہ بارہ سنگ نہیں ہے بلکہ بارہ سنگا کے روپ
 میں کوئی بلا ہے جس نے ہم پر حملہ کیا ہے ساحل نے
 ہر پہلو پر غور کرتے ہوئے کہا۔

ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔ لیکن جو بھی ہے آج رات
 سب کو ختم کر دوں گا آج انشاء اللہ میں اپنا چلہ مکمل
 کر لوں گا اس کے بعد اس چڑیل کو مار ڈالوں گا جس
 نے مارہ کی جان لی ہے۔ اور پھر سب ہی ژوب کے
 زخموں کو ٹھیک کرنے لگے جو کچھ ہی دیر میں ٹھیک
 ہو گئے۔

آج ساحل کے چلے کی آخری رات تھی وہ چلہ
 کرنے میں مصروف تھا کہ وہی چڑیل نمودار ہوئی
 اس نے اپنے ہاتھوں میں ژوب کو پکڑ رکھا تھا وہ
 چلاتے ہوئے بولی۔ اگر تو نے یہ چلہ نہ چھوڑا تو میں
 اس کو جان سے مار دوں گی ساحل نے ژوب کی
 طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر خوف ہی خوف تھا
 چڑیل نے ایک بھیاںک قہقہہ لگایا ساحل اپنے
 دوست کو بچانے کے لیے حصار سے باہر نکلنے والا تھا
 کہ اسے آواز سنائی دی۔

ساحل ایسا بھی بھی مت کرنا اس منوں نے
 میری مارہ کو مارا ہے تجھے بھی مار دے گی تم نے اسے
 مارا ہے بس میری فکر نہ کر دو۔
 چڑیل نیچی۔ تم نکلتے ہو یا۔ اس نے ساتھ ہی

ثوب کو زمین پر زور سے پٹختے ہوئے کہا۔ لیکن اتنی دیر میں بابا کی آواز سنائی دی۔

بیٹا چلے مت چھوڑنا اگر تم اپنے دوست کو بچانے کے لیے باہر نکلے تو پھر یہ تم سب کو مار ڈالے گی۔ اپنا چلتے جاری رکھو ساحل یہ آواز سن کر دوبارہ چلے کرنے لگا۔ چڑیل نے ساحل کی آنکھوں کے سامنے ثوب کو اپنے دانتوں اور ناخنوں سے نوچنا شروع کر دیا ثوب کی چیخیں وہاں گونج رہی تھی ساحل کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ درد بھی پڑھتا جا رہا تھا اور رائیں دیکھ بھی رہا تھا۔ چڑیل نے ثوب کی گردن علیحدہ کر دی اور اس کا خون پینے لگی ثوب کی چیخیں ختم چکی تھیں اور اس کا جسم ٹھنڈا پڑ چکا تھا چڑیل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور وہاں سے غائب ہوئی۔ جب چلے ختم ہوا تو وہ چڑیل پھر نمودار ہوئی اور بولی۔

تم مجھے سمجھی بھی نہیں ختم نہیں کر سکتے۔ بابا۔ اس کے منہ سے قہقہہ گونجا آج تمہارا آخری وقت آچکا ہے تمہیں مار کر میں اپنے دل کی آگ ٹھنڈی کر دوں گی۔

تم کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ بلکہ اب جو بھی کروں گا میں ہی کروں گا تم نے میرے دوست تم نے میرے دوست کو مار ڈالا تھا اس کا بدلہ لوں گا۔ تم سے اتنا کہہ کر اس نے حصار کی مٹی ہاتھوں میں پکڑ لی اور اس کی طرف بڑھا۔ وہ کانپ کر رہ گئی۔

مجھے معاف کر دو ساحل میں آئندہ کسی کا بھی خون نہیں کروں گی بلکہ جیسا تم کہو گے میں وہی سہی کروں گی چڑیل نے التجا کرتے ہوئے کہا۔ لیکن ساحل نے اس کی ایک نہ سنی اور ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مٹی پر پھونک ماری اور چڑیل پر پھینک دی اسکی بھینک چیخیں گونجنے لگیں اسکے جسم کو آگ لگ چکی تھی اور وہ آگ میں جل رہی تھی کچھ ہی دیر بعد اس کا جسم خاک بن گیا ساحل جدے میں گر گیا اور خدا کا شکر ادا کرنے لگا پھر وہ اٹھا اور ثوب کی لاش کے پاس

جا کر زور زور سے رونے لگا۔ پھر وہ ہمت کر کے اٹھا ثوب کی لاش کو اٹھایا اور خیمے کی طرف چل دیا۔ وہ مسلسل روئے جا رہا تھا۔ خیمہ سے باہر صدف سمیہ۔ مثال اور بابا جی کھڑے تھے ثوب کی لاش کو دیکھ کر صدف اور سمیہ رونے لگیں۔

ساحل بیٹا تم نے چڑیل کو ختم کر کے اپنے دوست کی موت کا بدلہ لے لیا ہے بزرگ بابا نے ساحل کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ساحل بابا کے گلے سے لگ گیا اور زور زور سے رونے لگا پھر ساحل اور مثالی اور بزرگ بابا نے ثوب کی نماز جنازہ ادا کی اور دفن کر دیا۔ ثوب کی قبر مازہ کی قبر کے ساتھ بنی ہوئی تھی پھر سب خیمے میں آگئے رات کا اندھیرا ہر طرف پھیل چکا تھا جنگل پر چھائی ہوئی ویرانی ٹوٹ چکی تھی لیکن ساحل کے دل پر چھائی ویرانی ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی اس کا دل بہت گھبرا رہا تھا وہ اٹھا اور خیمے سے باہر آگیا۔ کسی نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہ کی تھی وہ سب جانتے تھے کہ وہ ثوب سے بہت محبت کرتا ہے ساحل باہر آیا تو اسے سامنے جھاڑی پر ثوب کا نعویہ لگتا ہوا ملا۔ اس نے آگے بڑھ کر نعویہ اتارا اور اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ اور رونے لگا۔

حوصلہ کرو ساحل۔ ہم سب کو ایک ٹھکانہ تو اس دنیا سے جانا ہی ہے تم رونے کی بجائے ثوب کے لیے دعا کرو صدف نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو ساحل نے ہاں میں سر ہلادیا۔

صبح کی روشنی ہر طرف پھیل چکی تھی درختوں پر پرندے مختلف بولیاں بول رہے تھے ساحل صدف اور سمیہ جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے مثال ہی ان کے پاس کھڑا تھا اپنا سامان اٹھانے کے بعد وہ سب خیمے سے باہر آگئے ساحل نے ثوب اور مازہ کی قبروں کو دیکھا آج دونوں ایک ساتھ ہیں لیکن

بالکل خاموش۔ ساحل نے دل ہی دل میں سوچا۔ پھر سب نے فاتحہ خوانی کی اور ساحل نے اپنی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو صاف کیا اور وہاں سے چلنے لگا تو اسے ٹھوکر لگی اور وہ ثوب کی قبر پر گر گیا جیسے ثوب اسے کہہ رہا ہو یا مجھے اکیلا چھوڑ کر جا رہے ہو گلے تول کر جاؤ ناں ساحل بے اختیار رونے لگا مثال نے ساحل کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور گاڑی تک لے آیا۔ ساحل مثال کے گلے لگ کر رونے لگا پھر اس کا شکریہ ادا کیا مثال بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن کہہ نہیں پا رہا تھا۔ سمیہ کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ مثال کو چاہنے لگی ہے پھر کون پاگل نہ سمجھ سکتا تھا ساحل نے اس کی آنکھیں پڑھ لی تھیں ساحل نے مثال کو گلے سے لگایا اور سمیہ کا ہاتھ مثال کے ہاتھ میں دے دیا اس کی اس ادھر دونوں ہی خوش ہو گئے اور سمیہ نے صدف کو گلے سے لگایا۔

مثال سمیہ کا بہت خیال رکھتا یہ میری بہت پیاری دوست ہے اور بہن بھی۔ صدف نے کہا تو مثال بھی مسکرایا۔ صدف اور ساحل گاڑی میں بیٹھ گئے اور مثال نے سمیہ کی طرف پیار سے دیکھا سمیہ کی آنکھوں میں بھی پیار ہی پیار تھا۔ مثال نے سمیہ کا ہاتھ تھاما اور دونوں چلنے لگے۔

سمیہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ اور ہمیشہ تمہیں خوش رکھوں گا۔ مثال نے سمیہ کا ہاتھ دبا تے ہوئے کہا۔ تو وہ مسکرا دی۔

ہم اپنی دنیا بسائیں گے۔ جہاں ہم ہوں گے ہمارا پیار ہوگا۔

ہاں ہم اور ہمارا پیار ہوگا مثال نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر آگے چلنے لگے نجانے انہوں نے پیار بھری باتوں میں کتنا ہی سفر کر لیا تھا لیکن جنگل تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا ہر

ہوں

طرف جنگل ہی جنگل تھا۔

مثال میں تھک گئی ہوں مجھ سے اور نہیں چلا جا تا۔ سمیہ نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔ مثال نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔ مثال نے سمیہ کی آنکھیں بند کر لیں اور جب ہاتھ ہٹایا تو سامنے کا منظر ہی بدل چکا تھا ہر طرف رنگ رنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے اونچے اونچے پہاڑ تھے جہاں سفید پانی کے چشمے بہہ رہے تھے اور ان پہاڑوں کے دامن میں ایک بہت ہی شاندار محل بنا ہوا تھا سمیہ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ مثال کی آواز پر وہ چوکی۔

سمیہ یہ ہمارا گھر ہے آج سے تم اس گھر کی ملکہ ہو پھر وہ دونوں محل میں داخل ہو گئے محل کے اندر آٹھ دس نوکرانیاں کام میں مصروف تھیں انہیں دیکھتے ہی سب نے جھک کر سلام کیا اور مثال کے اشارے سے سمیہ کو اندر لے گئیں اسے دلہنوں والا لباس پہنایا گیا پھر ان کا نکاح ہو گیا۔

وہاں کی طلسمی طاقتوں کو خبر ہو گئی کہ یہاں کوئی انسان موجود ہے انہیں انسانی خون کی خوشبو محسوس ہو گئی تھی اور وہ جان گئے تھے کہ سمیہ انسان ہے۔ وہ انہیں تباہ کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔۔۔۔۔

سمیہ اور مثال اپنے پیار اس قدر محو تھے کہ ان کو کچھ بھی خبر نہ ہو پائی تھی کہ ان کے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے لیکن کوئی ایسی چیز تھی جو ان کو بچائے جا رہی تھی ہر حربے سے ان کو محفوظ رکھے ہوئے تھی۔

ان کی شادی کو ایک سال بیت گیا تھا خدا نے ایک چاند سا بیٹا عطا کیا اس کا نام انہوں نے انشال رکھا کیونکہ اسے یہ نام بہت ہی پسند تھا مثال اور سمیہ انشال کے آنے پر بہت ہی خوش تھے انہیں انشال سے بے پناہ محبت تھی مثال اور سمیہ نے بھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی انہیں جدا کر دے گا وہ اپنی

دنیا میں مست تھے کہ ایک دن طلسماتی طاقتوں نے ان پر حملہ کر دیا مثال سب کچھ سمجھ گیا ہر طرف کالا دھواں پھیل گیا ہر طرف چیخ و پکار شروع ہو گئی طلسماتی طاقتوں نے اپنا کام کر دکھایا اور کل کوریزہ ریزہ کر دیا لیکن مثال کی وجہ سے سمیہ اور انشال بچ گئے۔

مثال یہ سب کیا ہو گیا ہے۔۔۔ سمیہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

لگتا ہے طلسماتی طاقتوں کو خبر ہو گئی ہے کہ یہاں کوئی انسانی وجود موجود ہے وہ تمہاری حقیقت جان چکے ہیں اگر تم یہاں رہیں تو وہ تمہیں ختم کر دیں گے اس لیے تمہیں یہاں سے جانا ہوگا مثال نے افسوس سے کہا۔

نہیں مثال میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ سمیہ نے روتے ہوئے کہا۔

سمیہ تم کچھ بھی نہیں سمجھتی ہو میں بہت کچھ دیکھ رہا ہوں تم اپنا وقت ضائع مت کرو اپنا اور اپنے بچے کا بہت خیال رکھنا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں یہاں کے حالات کا مقابلہ کرنے کے بعد تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔ یہ کہہ کر مثال نے منہ میں کچھ پڑھ کر سمیہ اور بچے پر پھونک ماری تو وہ دونوں ہی غائب ہو گئے۔ جبکہ مثال ان طلسماتی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں اتر گیا لیکن وہ طلسماتی طاقتوں کے سامنے بے بس ہو گیا اور ان کی قید میں چلا گیا۔

مثال نے اسے پھونک مار کر غائب کر دیا سب کچھ یاد آ گیا۔ تو اس نے اپنے بچے کو اٹھا کر گود میں لٹایا اور اس سے پیار کرنے لگی اور پھر اسے اٹھا کر شہر کی طرف چل دی جو زیادہ دور نہ تھا کچھ سفر کرنے کے بعد وہ ساحل کے گھر جا پہنچی۔ ساحل اور صدف کی شادی بھی ہو چکی تھی وہ دونوں بہت خوش حال زندگی گزار رہے تھے سمیہ کو دیکھتے ہی وہ دونوں بہت ہی خوش ہوئے لیکن مثال ان کو دکھائی نہ دیا تو انہوں نے پوچھ لیا۔

سمیہ مثال کہاں ہے وہ نہیں آیا کیا۔

انکی باتیں سن کر سمیہ نے تمام کہانی ان کو سنا دی جسے سن کر وہ بہت پریشان ہو گئے۔ پھر سمیہ مثال کا انتظار ہی کرتی رہی لیکن اس کا انتظار انتظار ہی رہا مثال واپس نہ آیا سمیہ کی حالت خراب سے خراب تر ہو گئی اسے مثال کا غم کھائے جا رہا تھا۔ ہر روز ہی وہ اس کا انتظار کرتی تھی ہر شام ہی وہ جدائی میں سو جاتی تھی۔ بس یہی اس کی زندگی تھی۔

آج سات سال بیت گئے تھے اس کہانی کو انشال سکول جانے لگا تھا وہ سر دیوں کی ایک سر د شام تھی جب وہ انشال کو سکول سے گھر لے کر آئی تو گھر میں عجیب قسم کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی انشال نے بھی گھر پہنچتے ہی پایا۔ پایا۔ کی رٹ لگا دی سمیہ بہت حیران ہوئی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے وہ کچھ بھی سمجھ نہ پا رہی تھی کہ یکدم مثال اس کے سامنے آ گیا۔

مثال تم۔ وہ اسے دیکھتے ہی جیسے پاگل ہو گئی اور بھاگ کر اس کے سینے سے جا لگی۔

ہاں میں۔ دیکھو میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں واپس آؤں گا اور آ گیا۔

ہاں مثال تم واپس آ گئے تو لیکن اتنے سالوں بعد جانتے ہو ایک ایک پل میں نے تمہارا انتظار کیا ہے ایک ایک پل تمہیں یاد کیا ہے۔

ہاں جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم پیٹنے

میرے بچے کو بہت پیار سے رکھا ہوا ہے۔ سمیہ وہاں طلسماتی طاقتوں نے مجھ پر ایسا حملہ کیا کہ میں سنبھل نہ پایا اور ان کی قید میں آ گیا پورے سات سال تک میں ان کی قید میں رہا ہوں پھر میں کسی طرح ان کی قید سے باہر نکل آیا اور پھر ان طلسماتی طاقتوں سے ٹکرا گیا اور ان کا خاتمہ کر دیا اور اب میں تمہارے سامنے ہوں۔

صدف اور ساحل بھی وہاں آ گئے مثال کو دیکھ کر ان کی خوشی کی بھی انتہا نہ رہی پھر سب ہی ایک ساتھ رہنے لگے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازینے گا۔ اور میں ان قارئین کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میری کہانیوں کو پسند کیا اور یہ کہانی میری بہن آمنہ نے سنائی تھی جو میں نے آپ تک پہنچادی ہے تو کیسی لگی ضرور بتائے گا۔ اور جاتے جاتے ایک بات تو سن لیں دوستوں کی عزت کرو کیونکہ دوست بہت مشکل سے بنتے ہیں لیکن انہیں جدا ہونے میں درپیش لگتی۔

دوستی کرو تو دھوکہ مت دینا
دوست کو آنسوؤں کا تھنہ مت دینا
عمر بھر روئے کوئی تیرے بغیر
ایسا موقع کسی کو مت دینا

نایل طارق۔ لیر۔

غموں کو اگر ہم سے دل تھی نہیں ہو
ہمیں یقین ہے کہ پھر شاعری نہیں ہوگی
تمہاری یاد کے دل میں چراغ جلتے ہیں
یہ مجھ گئے تو یہاں روشنی نہیں ہوگی
تمام عمر گزاری ہے آبیاری میں
سر شاخ تنہا میری نہیں ہوگی
میں راہ حق کی مسافروں دوستو
میرے دکھوں میں ذرا بھی کمی نہیں ہوگی

--- تحریر: این اے کاوش۔ سلا نوالی۔ سرگودھا۔ 0346.7002124

رات دس کے بعد منگنی کی رسم تھی اور ساتھ میں دن رکھے جانے تھی مہوش کو موسم کی خرابی کے باعث اس کی دوستوں نے ہی بسانسور اتھا منگنی کی رسم اختتام پذیر ہوئی بارش بھی کر روکنے کا نام نہ لے رہی تھی ہر شخص گھر جانے کے لیے بے چین و مضطرب تھا مہوش اپنے کمرے میں آئی اور اپنے کمرے کو اندر سے لاک کیا تاکہ منگنی والا جوڑا اتار سکے جیسے ہی اس کی نظر بیڈ پر گئی اس کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی زبان گنگ ہو کر رہ گئی باوجود کوشش کے کہ کسی کو بدد کے لیے پکارے اس کے منہ سے آواز تک نہ نکل سکی سامنے بیڈ پر زماخون میں لت پت بیٹھی کھانے والی نظروں سے اسے تنکے جاری تھی بہت خوش ہو آج کیونکہ آج تمہاری منگنی ہوئی ہے اور تمہارے دن رکھے جا چکے ہیں مگر تمہاری یہ خوشی ابھی حقیقت کا روپ نہیں دھار سکے گی کیونکہ آج دسمبر ہے وہی ہے جس دن تمہارے قہقہے اور میری چٹخیں گونجی میری چٹخیں ختم ہو گئی مگر تمہارے قہقہے نہیں۔ اب قہقہے میرے ہوں گے چٹخیں تمہاری۔ زما قہقہے مارنے لگی اور اس کی طرف بڑھنے لگی مہوش کا جسم تھر تھرا کپ رہا تھا اس نے چپنے کی کوشش کی مگر اس کی زبان سے الفاظ ادا نہ ہوئے بھاگنے کی ناکام کوشش کی مگر بے سود یوں لگا جیسے ان دیکھی زنجیروں نے اس کے پیروں کو جکڑ لیا وہ بھی اس کا جسم ہوا میں اٹھنا شروع ہو گیا۔ ایک دم بادل گر جا چکی تھی اور دوسرے ہی لمحے اس کا جسم اچھلتا ہوا کھڑکی کا شیشہ توڑنا ہوا نیچے لڑھکتا چلا گیا ابھی اچانک بارش رک گئی بادلوں کی گرج بجلی کی چمک ختم ہو گئی۔ اور ایک دم اس کی گنگ زبان میں طاقت آئی اور اس کی چیخوں نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا سب دوڑ کر اس کے کمرے کے دروازے میں گئے دروازے کو توڑا اور اندر داخل ہو گئے تو اہل خانہ کے علاوہ جو مہمان اندر داخل ہوئے تھے ان کی اوپر کی سائیں اوپر اور نیچے کی نیچے اٹک کر رہ گئی۔ اندر کا منظر ایسا تھا خون میں لت پت ایک لڑکی کھڑکی میں موجود تھی جسے کچھ لوگ جانتے تھے اور کچھ نہیں۔۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

کافی عرصے بعد ہونے والی تھی بارش نے ہر کسر پوری کر دی تھی دسمبر کا مہینہ تھا موسم آج کافی چنچ ہو چکا تھا سردی سے دانت بچ رہے تھے لوگ بستروں میں دبکے بیٹھے تھے کئی نازک ہستیاں نے تو آتش دانوں میں آگ بھڑکا رہی تھی آسمان صاف ہو چکا تھا۔ کہیں کہیں رنگ برنگی بدلیاں چند کے ساتھ آنکھ پھولی تھیں رہی تھی ٹھنڈائی پڑ چکی تھی کہ آگ کے آلاؤ روشن ہونے کے باوجود کمروں میں ٹھنڈک موجود تھی اور لوگ بستروں کے اندر دبکے بھی



Khuram

میں موت کا خوف بیٹھ چکا تھا۔ کسی کے کمرے کا بھی کسی بھی دروازہ کھل سکتا تھا اور موت کی دیوی کسی کو اپنی آغوش میں بھر سکتی تھی اب گھر میں صرف تین لوگ بچے تھے آشام اور اس کے دو بیٹے اس کی بیٹی بیوی اور دونوں بھائی موت کے منہ میں پہنچ چکے تھے آشام جی جی کے مر رہا تھا۔ دن رات وہ اس کی قبر پر بیٹھا رہتا اور معافی مانگتا کہ اب اس کے حال پر رحم کھا جاؤ چودہ دسمبر وہ اس کی قبر پر بیٹھا تھا۔ مگر وہ مکمل طور پر اسے دماغی اذیتیں دے رہی تھی اور آشام اپنے ہاتھوں اپنے خاندان کی لاشیں منوں مٹی تلے دبا رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیٹھا کھڑکی کھول کر اس قبر کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں اس کے خاندان کی چند ہتیاں سوری تھیں اور تھوڑی دیر میں اس کے جگر کے کسی ایک ٹکڑے کو اس سے ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سلانے والی تھی اسے پتہ تھا کہ اسے وہ اس وقت تک نہیں مارے گی جب تک اس کے خاندان کو مکمل طور پر ملیا میٹ نہ کر دے۔ ماضی کے اوراق پر لکھی ایک اذیت ناک داستان ایک فلم بن کر اس کے دماغ کی سکرین پر چلنے لگی اور وہ ماضی کی جان لیوا دلدل میں پھنستا چلا گیا۔

امیر لوگوں میں ایک خامی اکثر پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی منقوحہ کے علاوہ کسی نہ کسی عورت سے تعلقات بنا کے رکھتے ہیں یہ خامی کم و بیش ہر انسان میں پائی جاتی ہے لیکن امیر لوگوں میں خاص کر کچھ زیادہ ہی پائی جاتی ہے اور اس خامی نے ایک ہنستے ہنستے گھری خوشیوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا تھا۔

آشام کی گاڑی گرد اڑاتی ہوئی شہر کی طرف جاری تھی ہر مہینے کے آخری ایام میں وہ کسی ضروری کام کے سلسلے میں شہر جایا کرتا تھا مگر کوئی اس بات سے واقف نہیں تھا کہ وہ کہاں اور کیا گل کھلانے جاتا ہے کوئی نہیں جانتا تھا میڈم ثریا کے گھر کے

سامنے جا کر اس نے ہارن پہ ہاتھ رکھ دیا تھوڑی دیر بعد ملازم نے دروازہ کھولا۔ اور وہ گاڑی لے کر اندر داخل ہو گیا۔ ملازم نے فوراً دروازہ بند کر دیا گاڑی سے نکل کر وہ اندر گیا۔

میڈم کو مہرے دو ماہ کا عرصہ بیت چکا تھا گھر میں اب اس کی بیٹی نرمی تھی جس کا نام نرمی تھا۔ نرمی اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی اور اس کا ظالم سفاک انسان نے میڈم ثریا کی موت کے بعد اسے اپنی رکھیل بنالیا تھا وہ اس بات سے بے خبر کہ اس پر کیا ظلم کی بجائے گرائی جا رہی ہے اور ماہ کے بعد اب وہ اس کی ناجائز حوس کو بھجانی تھی۔ رات آشام نے اس کے ساتھ گزاری اور صبح جانے لگا تو نرمی اسے روکا اور کہا۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔

نہیں ابھی نہیں اگلے بار جب آؤں گا تب لے جاؤں گا اس نے کہا اور چلتا ہوا۔ نرمی اب بھی نہیں رہی تھی اپنے ہر اچھے برے کو اچھی طرح سے جانتی تھی نجانبے کیوں اس کے دل و دماغ میں آشام کی طرف سے خطرے کے الارم بجتے لگے تھے اس نے فوراً سے بیشتر خود کو عدالت میں پیش کر دیا اور اول تا آخر تمام رواداد لفظ بلفظ کہہ سنائی۔ جسے سن کر ہر شخص کانوں کو ہاتھ لگا رہا تھا وہاں کئی افراد جمع تھے اور نرمی ان کے سامنے میڈیکل رپورٹ بھی رکھ دی تھی اور کہا۔

میں اب آشام کے بچے کی ماں بننے والی ہوں میرے پیٹ میں آشام کا تین ماہ کا بیٹا ہے اور میں اپنے اس بیٹے کو باپ کا نام دینا چاہتی ہوں مگر نہ میری ماں کی طرح اسے بھی ہمہ وقت لوگوں کے طعنے اور ایسی عورت کا لقب نہیں حاصل کرنا چاہتی جسے معاشرے میں بری نگاہ سے دیکھا جائے۔

آشام کے قدموں تلے زمین کھسک گئی جب اس کو عدالت کا نوٹس ملا حالانکہ وہ نرمی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے مکمل انتظام کر چکا تھا اور اس کام کے لیے وہ پورا ایک لاکھ ایک کرائے کے قاتل کو

دے چکا تھا اور برطانیہ بدایت آج رات سونے میں اس کو قتل کرنا تھا مگر یہاں نرمی کی دینی پڑگئی تھی آشام عدالت میں حاضر ہوا اس کے گھروالوں پر سارا بچہ کھل گیا تھا اس کے دو بھائی ارسلان اور امجد جو کہ اس کے ساتھ ہی رہتے تھے علاوہ ازیں دونوں بیٹے علی اور احسان بنی مہوش اور بیوی زبیدہ بی بی سب ساتھ آئے تھے پہلے تو آشام نے ہر بات سے لاشعری کا اظہار کیا اور انکار کیا کہ الزام عائد کر دیا کہ وہ اسے بتا کر دیا تھا جی ہاں اور ان عورتوں کا تو یہ دھندا ہے اور دوسروں کو بلیک میل کر کے رقم بخورنا ان کا پیشہ مگر شاید نرمی اس سے بہت پہلے خطرہ محسوس کر لیا تھا اس نے کمرے میں کیمرو لگایا تھا جس سے مکمل ریکارڈنگ کی گئی تھی اور پچھلے دونوں ملاقاتوں کی مکمل ریکارڈنگ عدالت میں پیش کر کے اس نے آشام کی بولتی بند کر دی تھی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آشام نے ہر بات کا اعتراف کر لیا عدالت نے اسے تین سال کی قید اور جرمانہ کی سزا سنائی اور نرمی کے ہونے والے بچے کو نام دینے کی خاطر عدالت میں نرمی سے اس کا ظالم کا نکاح پڑھا لیا گیا اور آشام کی آدمی جائیداد کا اسے وارث قرار دیا گیا۔ عدالت نے سختی سے تنبیہ کی اگر کسی دن اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی گئی تو اس کے بدلے میں آشام کی ساری جائیداد نرمی کے نام کر دی جائے گی۔

جب وہ سزا بھگت کر آیا تو آتے ہی اس نے کہا کہ جس نے اس کو پھنسا دیا تھا اس کا وہ حشر کرو کہ وہ یاد رکھے اس کی عزت کو نیلام کر دیا اس کو اتنا بے بس کر دو کہ وہ کسی کو مت دکھانے کے قابل نہ رہے لہذا اس کے بیٹوں نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا ان کے علاوہ گھر کے ملازم بھی اس کے ساتھ بد فعلی کرتے رہے نرمی کو نہ موت آئی اور نہ ہی زندگی مل رہی تھی وہ سسک سسک کر اپنی زندگی گزارنے لگی اس کو قید کر دیا تھا جہاں رات کو کوئی نہ کوئی پہنچ جاتا۔

چودہ دسمبر کا دن صبح سے ہی نرمی کے لیے برا ثابت ہوا برتنوں کا ڈھیر ملا زمین کی بجائے اس کے نکلے پڑ گیا موسم بھی ابراؤد تھا ٹھنڈا کافی پڑ چکی تھی دوپہر سے شام ہوئی تھی اور وہ مسلسل کام میں جٹی ہوئی تھی علی ایک کام کے سلسلے میں شہر گیا تھا جہاں اسے لیٹ ہو گیا۔ اور موسم نے پلٹا کھلایا وہ تقریباً مغرب کے وقت فری ہوا ایک تو اس وقت موسم بہت خراب تھا اور دوسرا اس وقت اس کو گاؤں کی گاڑی نہیں ملی تھی مگر نجانبے کیوں اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا جیسے بہت جلد کچھ انہونی ہونے والی تھی مگر پھر اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اڑے گھر پہنچ جائے موسلا دھار بارش شروع ہو چکی تھی اس نے ایک دو جگہ ٹیکسی کا پتہ کیا مگر اس موسم میں کوئی بھی ٹیکسی نہیں لینا چاہتا تھا مجبوراً اس نے اپنے دوست سے رابطہ کیا اور جو پاس ہی رہتا تھا اس سے بانٹک لی اور چل دیا اس نے بہت کہا کہ رک جاؤ مگر اس کے دل میں پھل پھل پھی ہوئی تھی اور اس نے بحث میں وقت ضائع کرنے کی بجائے گھر کی راہ لی۔

موسم بہت بدل چکا تھا موسلا دھار بارش تھی اور اس بارش میں دکھوں کی ماری نرمی کا پڑے دھور ہی تھی اسکی حالت زار پر آسمان رور ہا تھا مگر ان ظالموں کو زورہ برابر رحم نہیں آتا تھا بھی آشام کا بھائی امجد آیا اور اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کمرے کی طرف لے جانے لگا وہ مکمل طور پر شراب میں دھت تھا نرمی کا جسم کچھ ٹھنڈا سے اور کچھ ان کے ظلم ستم سے کانپ رہا تھا جس حالت میں تھی اس حالت میں تو کوئی عورت کو ہاتھ بھی لگا دے تو اس کی جان پر بن جاتی ہے اور یہ بیچارہ نرمی نہ تھا جو اس حال میں بھی رددو کے ان لوگوں کے ظلم و ستم برداشت کر رہی تھی مہوش اور زبیدہ بی بی اس کی بے بسی پر کھلکھلا کر ہنستی اور جتاے کیا کیا تھیں اب بھی وہی صورت حال تھی نرمی چلا رہی تھی اور ان

دونوں سے مدد طلب کر رہی تھی جبکہ جواباً وہ دونوں اس کی بے بسی پر قہقہے ہانک رہی تھیں دونوں بھائی اور بھتیجا تینوں کمرے میں موجود تھے جبکہ آشام اسکی بیوی اور بیٹی کمرے کے پاس ہی بنے ڈرائنگ روم میں جائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے ہال گرج گرج گر حطوفان پر پا کر دینا چاہتے تھے اور بجلی چمک چمک کر ساری دینا کو جلا دینا چاہتی تھی مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا ایسے پلک جھپکتے میں اگر ان ظالموں کو سزا مل جاتی تو دنیا والوں کے لیے عبرت اور برے لوگوں کو دینا میں ملنے والے عذاب کی جھلک کیسے دیکھنے کو ملتی۔

بادل آپس میں ٹکراتے تو بجلی پیدا ہوتی اور بجلی سارے جہاں کو جلا کر بھسم کر سکتی ہے مگر آج اس بجلی کو بھی شاید اس بات کی پریشان نہیں تھی تینوں ظالم اس نوجوان کے ظلم کرنے میں حد کو پار کرتے جا رہے تھے نرمائیں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ بلی بھی سکتی۔ ان کے ظلم کو برداشت کر کر کے وہ بے بس ہو چکی تھی کب تک وہ ان کا مقابلہ کرتی اسے ہارنا تھا سو وہ ہار گئی۔ ان تینوں نے اوپر کی تیسری منزل سے نرماکا نازک اور زخمی نیچے پھینکا تو ایک دلخراش چیخ فضا میں گونجی آشام اس کی بیوی اور اس کی بیٹی کمرے کی طرف اور کھڑکی پاس کھڑے ہو کر جب یہ دیکھا تو ان کے پاؤں تلے سے زمین کھسک کر رہ گئی وہ کانپ کر رہ گئیں اسی اثنا میں آشام کی نظر گیت پر پڑی جہاں کوئی موٹر سائیکل پر سوار اندر داخل ہوا تھا اور موٹر سائیکل کوراستے میں ہی پھینک کر نرم کی طرف بھاگا تھا۔

ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اوپر سے بارش نے ماحول کو اتنا ٹھنڈا بنا دیا تھا کہ اس کے لیے بایک چلانا مشکل ہو رہا تھا بایک پر بیٹھا وہ یوں کانپ رہا تھا جیسے ابھی گر پڑا ہو پونے بارہ بجے وہ گھر پہنچا موٹر سائیکل کے ہارن کی آواز سن کر وراج مین نے دروازہ کھولا وہ

بایک لے کر اندر داخل ہوا ہی تھا کہ اس کو چیخ کی آواز سنائی دی دی جوسی اور کی نہیں نرم کی بھی تھی کچھ فاصلہ پر کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی علی کا دل دھک سے رہ گیا اس نے چلتی بایک ایک طرف کی اور اس طرف دوڑا جہاں سے اسے آواز سنائی دی تھی اگلا منظر دیکھ کر اس کی اوپر کی سانس اور پر اور نیچے کی نیچے انک کر رہ گئی خون میں لت پت نرم زمین پر پڑی تڑپ رہی تھی۔

ماما۔ یہ۔ یہ۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ علی نے نرماکا خون میں لت پت جسم ہانپوں میں بھر کر کہا۔ آخری سانسوں کا بندھن ٹوٹ رہا تھا۔

بیٹا۔ م۔ م۔ میں آؤں گی اتنا کہہ کر نرماکا جسم اس کے بازوؤں کے پھٹنے میں جھول کر رہ گیا بادل نے گرج گرج کر آسمان سر پر اٹھالیا تھا بجلی چمک رہی تھی مگر دفعتاً بارش رک چکی تھی وراج مین نے اپنی چادر میں نرماکا کو اچھی طرح لپیٹ دیا تھا اس کی آنکھیں بھی نم تھیں وہ بھی سب جانتا تھا مگر حالات کے ہاتھوں مجبور تھا علی لاش اٹھائے ٹھہر کر کانپتا ہوا اندر داخل ہوا سب نیچے آچکے تھے علی نے نرماکا لاش فرش پر رکھی۔

اب۔ اب تو آپ کا جی بھر گیا ناں پڑ گئی ناں ٹھنڈی لوگوں کو۔ کیا بگاڑا تھا اس معصوم نے تمہارا علی عم وغصے سے گرج کر بولا مگر دوسرے ہی لمحے دھیسے لہجے میں نرماکا دیکھ کر بولا۔

مجھے تیرا پورا انصاف ملے گا یہاں نہیں تو آگے اس نیلی چھت والے نے سب دیکھا ہے اتنا کہہ کر وہ اندر کمرے کی طرف چل دیا۔

ایک وہ ہی تھا جو نرماکا ہمدرد تھا جو اس پر ہونے والے ظلم کو روکنے کی کوشش کرتا تھا لیکن یہ سب کچھ اس کی عدم موجودگی میں ہو گیا تھا۔

نرماکا وراثت کے اندھیرے میں ہی منوں منی تلے دبا دیا گیا۔ علی کمرے کی کھڑکی سے سب دیکھتا رہا

اور خون کے آنسو روتا رہا وہ کربھی کیا سکتا تھا یہ بھی اسے وہ بھی اپنی وہ کرے تو کیا کرے۔ سوائے اس کے کہ چپ کر بیٹھے دے بھی روز روز کے ظلم سے اس بچاری کی جان چھوٹ چکی تھی۔

علی ہاسل میں رہنے لگا وہ کبھی ہی گاؤں جاتا تھا ورنہ وہاں ہی رہتا تھا اور اپنی پڑھائی کی طرف ساری توجہ دے رکھی تھی۔ چودہ دسمبر کا دن تھا ایک عجیب سی بے چینی نے علی کو گھبرا کر رکھا ہوا تھا وہ کالج میں حاضر ہو کر بھی غیر حاضر تھا۔ ادھر آشام کے گھر میں آج اس کی بیٹی کے دن رکھے جا رہے تھے علی کو کبھی مدعو کیا گیا مگر شیٹ کی وجہ سے وہ گھر نہ جا سکا۔ کہ ایک ہی بار جائے گا مگر جب بے چینی بڑھنے لگی تو اس نے رخت سفر باندھ لیا اور گھر کی راہ لی۔ ہر شخص بہت خوشگوار موڈ میں تھا ابھی شام کے سائے ٹھیک سے نہ ڈھل پائے تھے کہ موسم نے کروٹ بدلی کالے بادلوں نے یک لخت آسمان کو اپنی پلیٹ میں لے لیا اور آنا فانا موسلا دھار بارش شروع ہوئی۔ موسم دیکھتے ہی دیکھتے اتنا ٹھنڈا ہو گیا کہ ہر شخص آتش دان کی طرف بھاگا۔ رات دس کے بعد منگنی کی رسم تھی اور ساتھ میں دن رکھے جانے بھی مہوش کو موسم کی خرابی کے باعث اس کی دوستوں نے ہی بنا سنورا تھا منگنی کی رسم اختتام پذیر ہو گئی بارش تھی کہ روکنے کا نام نہ لے رہی تھی ہر شخص گھر جانے کے لیے بے چین و مضطرب تھا مہوش اپنے کمرے میں آئی اور اپنے کمرے کو اندر سے لاک کیا تاکہ منگنی والا جوڑا اتار سکے جیسے ہی اس کی نظر بیڈ پر گئی اس کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی زبان ٹٹک ہو کر رہ گئی باوجود کوشش کے کہ کسی کو مدد کے لیے پکارے اس کے منہ سے آواز تک نہ نکل سکی سانسے بیڈ پر نرم خون میں لت پت بیٹھی کھانے والی نظروں سے اسے تنکے جا رہی تھی۔

بہت خوش ہو آج کیونکہ آج تمہاری منگنی ہو گئی

ہے اور تمہارے دن رکھے جا چکے ہیں مگر تمہاری یہ خوشی کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھار سکے گی کیونکہ یاد کرو آج دسمبر ہے وہی ہے جس دن تمہارے قہقہے اور میری جھین جھین گونجی میری جھین ختم ہو گئی مگر تمہارے قہقہے نہیں۔ اب قہقہے میرے ہوں گے جھین تمہاری۔ نرماکا قہقہے مارنے لگی اور اس کی طرف بڑھنے لگی مہوش کا جسم ٹھہر کر کانپ رہا تھا اس نے چیخنے کی کوشش کی مگر اسکی زبان سے الفاظ ادا نہ ہوئے بھل گئے کی ناکام کوشش کی مگر بے سود یوں لگا جیسے ان دھیمی زنجیروں نے اس کے پیروں کو جکڑ لیا ہو بھی اس کا جسم ہوا میں اٹھنا شروع ہو گیا۔ ایک دم بادل گر جا بجلی چمکی اور دوسرے ہی لمحے اس کا جسم اچھلتا ہوا کھڑکی کا شیشہ توڑا ہوا نیچے لڑھکتا چلا گیا بھی اچانک بارش رک گئی بادلوں کی گرج بجلی کی چمک ختم ہو گئی۔ اور ایک دم اس کی ٹٹک زبان میں طافت آئی اور اس کی چیخوں نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا سب دوڑ کر اس کے کمرے کے دروازے میں گئے دروازے کو توڑا اور اندر داخل ہو گئے تو اہل خانہ کے علاوہ جو مہمان اندر داخل ہوئے تھے ان کی اوپر کی سانس اور پر اور نیچے کی نیچے انک کر رہ گئی۔ اندر کا منظر ایسا تھا خون میں لت پت ایک لڑکی کھڑکی میں موجود تھی جسے کچھ لوگ جانتے تھے اور کچھ نہیں۔

ت۔ ت۔ تم۔ آشام سے بولا نہ گیا۔ ہاں میں۔ یاد کرو آج چودہ دسمبر ہے یہ وہ دن ہے جب تمہارے ظلمات کی جھجھ پر انتہا ہو گئی تھی تم لوگوں نے نہ میرے زخموں کو دیکھا اور نہ ہی میری حالت کو اپنی پیاس بجھاتے رہے اور پھر مجھے کھڑکی سے نیچے پھینک دیا۔ دیکھ تیری بیٹی بھی اسی طرح مری پڑی ہے جس طرح میں۔ اب دیکھتے جانا میں ایک ایک کر کے تیرے سارے خاندان کو مار ڈالوں گی۔ اس گھر میں کوئی بھی خوشی نہ دیکھ سکے گا۔ بابا۔ میں جا رہی ہوں اور پھر آؤں گی اور آتی رہوں گی۔

اسی طرح جس طرح اب آئی ہوں۔ نما کی آواز کمرے میں گونگی سب حیرت کے بت بنے اس کی باتیں سن رہے تھے اور انگشت بندناں اور جو حیرت سے آشام کو دیکھ رہے تھے۔ آشام اسکی طرف بڑھا مگر دوسرے ہی لمحے سامنے دیوار سے جا ٹکرایا نما یکدم غائب ہو گئی تھی موسم ایک دم پلٹ گیا جہاں چند سے پہلے کافی ٹھنڈی وہاں اب ایک دم اتنی گرمی ہو گئی کہ سب لوگ کمرے سے باہر کی طرف بھاگے کچھ تو باہر گلیوں میں نکل آئے۔ مہوش کی لاش خون میں لت پت زمین پر پڑی ہوئی تھی اور اس پر ماتم ہو رہا تھا۔ عجیب سا منظر وہاں رونما تھا۔

اس گھر میں واقعی دوبارہ خوشی نہیں گونگی تھی پر سال کی چودہ دسمبر کو نما کی روح ایک کال کر جانی اور موسم بھی وقت کے ساتھ ساتھ اسی طرح کروٹ بدلتا رہتا جس طرح نما کی موت کے دن ہوا تھا زبیدہ بی بی اور اسلان اور امجد کو تو اتنی بھیا تک موت ملی تھی کہ لفظوں میں بتانے کے قابل نہیں ہے۔ بس دیکھنے والوں کے لیے عبرت تھی اور ان کی موت کا چال دیکھ کر کئی حوس کے بھوکے بھیڑیوں نے تو یہ کر لی تھی۔ احسان کے کمرے سے صبح کی آواز سن کر علی اس کے کمرے کی طرف گیا مگر اگلا منظر دیکھ کر اسکی آنکھیں بھر آئیں اب وہ عادی ہو چکا تھا مگر اپنا خون اپنا ہوتا ہے اس کی تکلیف اور دکھ ہوتا ہے احسان کی خون میں لت پت لاش بچنے کے ساتھ لٹک رہی تھی بچنے اٹار اس کی آنکھیں خوف سے باہر کی طرف اٹلی ہوئی تھیں جن سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے کتنی عبرت تک موت مارا گیا ہے۔ علی نے اس کے جسد خاکی کو بیڈ پر لٹایا اور اقرود بھانا ہوا باپ کے کمرے میں گیا اس کے قدم منوں وزنی ہو چکے تھے بڑی مشکل سے وہ باپ کے کمرے کے دروازے تک پہنچا خود پر قابو پانے میں

اسے تھوڑی دیر لگی کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ خود بھی غم سے نڈھال ہو جائے کیونکہ پھر باپ کی کنڈیشن پر قابو پانا اس کے لیے مشکل ہو جاتا تھا مگر جیسے ہی وہ کمرے میں اتر ہوا جیسے کسی نے اس کے پیروں تلے زمین چھین لی ہو اس پر غموں کا آسمان ٹوٹ پڑا کیونکہ آشام کی لاش اپنی بے بسی پر ماتم کر رہی تھی آشام کا آدھا جسم بیڈ پر سے نیچے لڑھکا ہوا تھا جبکہ آدھا جسم بیڈ پر ہی تھا۔ وہ باپ کی مردہ لاش سے لپٹ کر دھاریں مار مار کر رونے لگا دوسرے ہی لمحے اسے کمرے میں کسی کے موجود ہونے کا احساس ہوا اس نے لگا پیں اٹھا کر دیکھا تو نما ایک طرف کھڑی تھی اور الفت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

چھوٹی ماں پلیز مجھے بھی ختم کر دیں۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ پلیز مجھے بھی مار ڈالیں۔ وہ زارو قطار روئے جا رہا تھا۔

نہیں بیٹا تو میرے بھائیوں جیسا بھی ہے اور بیٹوں جیسا بھی۔ ایک تو یہ تو ہے جس کی وجہ سے میں نے زندگی کے مشکل ترین دن گزارے تو مجھے حوصلہ اور تسلی دیا کرتا تھا۔ مگر نہ ان لوگوں کے بس میں ہوتا تو وہ مجھے پہلے ہی دن موت کے گھاٹ اتار دیتے اور وہ بھی ایسے کہ میری روح ابھی تک تڑپ رہی ہوئی وہ انسان نہ تھے درندے تھے ان کا مرنا ہی اچھا تھا دیکھ میں نے ان کو مار دیا ہے اب میں پرسکون ہو چکی ہوں اب مجھے کسی کی بھی پروا نہیں ہے میرا انتقام پورا ہو گیا ہے۔ آج بھی دسمبر کی رات ہے اور یہ چودہ دسمبر آخری رات ہے جو میرے ہاتھوں میں مل گیا ہوا اس کے بعد کوئی بھی چودہ دسمبر خوشی نہ ہوگا۔ اتنا کہہ کر نما کی روح غائب ہو گئی۔ جبکہ علی زارو قطار رونے لگا اس کی دھڑکیں سن کر گاؤں والے دروازے سامنے جمع ہونے لگے وہ بھی اس بات کے عادی ہو گئے تھے کہ چودہ دسمبر کی رات ایک قتل ہوتا ہے موسم پہلے نہایت ٹھنڈا ہوتا ہے پھر اتنا گرم ہو جاتا ہے کہ

پول لگتا ہے کہ سب کھلسا دے گا۔ یقیناً آج پھر اس گھر میں قتل ہوا ہے لہذا ایسا ہی تھا جب وہ اس گھر میں داخل ہوئے تو ان کے سامنے دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن میں آشام کی بھی تھی۔ اس کی لاش کو دیکھ کر وہ جان گئے تھے کہ اب بھی یہاں کسی کی بھی موت نہیں ہوئی۔ کیونکہ جو کچھ ان لوگوں نے اس کے ساتھ کیا تھا ان کو ویسا ہی جواب مل گیا ہے۔

باور کھنا بیٹا اگر اس دنیا میں تم کسی سے زیادتی کرو گے تو آشام کی طرح اپنے کئے کی سزا دنیا میں ہی بھگتو گے اور آخرت میں بھی جو کہانی میں نے تم کو سنائی ہے وہ صرف کہانی نہیں ہے بلکہ اس میں حقیقت ہے علی اپنے دونوں پوتوں کو کہانی سنا کر بولا دونوں پوتے ڈبلی جب تک اپنے دادا سے کہانی نہ سن لیتے تھے انہیں نہیں آتی تھی۔ علی نے کہانی سنانے کے بعد انہیں حق تعالیٰ کر سلا دیا۔ اور بیساکھی کا سہارہ لے کر بیڈ روم سے اٹھا اور کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا چاند آج پورے جو بن پر تھا کیونکہ آج چاند کی چودھویں رات تھی اور دسمبر کا مہینہ تھا چاند کی روشنی میں چھ قبریں صاف دکھائی دے رہی تھیں جو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تھیں۔ دو مینے موئے آنسو اس کی آنکھوں میں تیرنے لگے بھی کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک سا گیا۔ اور مڑ کر دیکھا۔

بابا جانی آخر تک آپ یونہی پچھڑے ہوؤں کی یادوں میں اشک بہاتے رہیں گے مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا بلکہ جوج جاتیں یا جوجاتی ہوں ان کی خاطر جینا پڑتا ہے۔ صابر جو کہ علی کا اکلوتا بیٹا تھا اور اپنے باپ سے بہت پیار کرتا تھا باپ کے آنسو پونچھ کر بولا جوا با علی نے صرف ہاں میں سر ہلایا اور بیٹے کا سہارا لے کر بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔ دونوں پوتے شروع ہی سے دادا کے ساتھ سوتے تھے صابر نے باپ کو گڈناٹ کہا کمرے کی لائٹ آف کی

اور دروازہ آہستہ سے بند کر کے چلا گیا پہلے کی نسبت آج ٹھنڈی یا عمر کے حساب سے اسے مخصوص ہو رہی تھی اس کا جسم ٹھنڈے کانپ رہا تھا بھی اس نے کبیل اور بھا اور تھوڑی دیر بعد ہی نیند کی دیوی نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

تم بن جیا جائے کیسے۔

کیسے جیا جائے تم بن

صدیوں سے لمبی ہیں راتیں

صدیوں سے ہیں لمبے دن۔

آ جاؤ لوٹ کر تم

یہ دل کہہ رہا ہے

پھر شام تنہائی جاگی۔

پھر یاد تم آ رہے ہو۔

پھر جان نکلنے لگی ہے۔

پھر مجھ کو تڑپا رہے ہو۔

اس دل سے طوفان گزرتے ہیں

تم بن تو جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

کیا کیا نہ سوچا تھا میں نے

کیا کیا نہ ارمان جگائے

کیا کیا نہ بپتے سجائے

اس دل میں یادوں کے صلے ہیں

تم بن ہم بہت اکیلے ہیں۔

صبا ملک۔ دیپالپور

قطعہ

سکوت شب سے پوچھا ہے
تمہارا سب سے پوچھا ہے
میرا دل کیوں نہیں لگتا
دعا میں رب سے پوچھا ہے
انتظار حسین ساقی۔ تاندالیا نوالہ

یہ جنون منزل عشق ہے

۔۔۔ تحریر: فروا خان۔۔۔ ملتان۔

شام۔ وہ زور سے چیختی اور شام جہاں کھڑا تھا وہ ہی رک گیا۔ وہ حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا مزگان پری طرح اس کے بازوؤں میں جکڑی ہوئی تھی وہ پل پل کر اپنا آپ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی اور شام کو مدد کے لیے بلارہی تھی۔ زکوان تم۔۔۔ شام کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔ ہاں شام میں تم کیا سمجھتے تھے کہ کسی کو یہ نہیں چلے گا اور تم ایک لڑکی سے پیار کرتے ہو اور اس سے شادی کرنے والے ہو تم نے ہمارے قبیلے کی روایت کو توڑا ہے میں تمہیں اس کی سزا دوں گا زکوان نہایت ہی غصے سے بولا۔ زکوان شام وغیرہ کے قبیلے کی فوج کا سپہ سالار تھا شام اپنے ماں باپ کی شادی کے آٹھ سال بعد پیدا ہوا تھا سو جب شام پیدا ہوا تو بہت خوشیاں منائی گئیں ہر کسی کو شام سے بہت پیار تھا آخر کو ان کے بادشاہ کی اکلونی اولاد بھی فوج کا سپہ سالار شروع ہی سے شام کے خلاف دل میں کدورت رکھتا تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر شام پیدا نہ ہوا ہوتا تو کوہ قاف کے بادشاہ کی ساری دولت کا وہ اکلوتا وارث ہوتا۔ لیکن شام کی وجہ سے اس دولت سے محروم ہو گیا اس نے شام کو مارنے کے کئی طریقے آزمائے لیکن ناکام رہا پھر جب اسے پتہ چلا کہ شام کسی انسانی لڑکی سے پیار کا سلسلہ چل رہا ہے تو موقع کی تلاش میں رہنے لگا اور آج اس کا موقع مل گیا تھا۔ سو شام کو مارنے کا زکوان کے پاس یہ اچھا موقع تھا جو اسے دوبارہ نہیں ملنا تھا۔ زکوان تم یہ کیا کہہ رہے ہو تم مجھے مارو گے۔ شام حیرت سے بولا۔ ہاں تمہیں میں ماروں گا۔ میں تو شروع ہی سے تمہارے خلاف رہا ہوں تمہیں مارنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہا تم کوہ قاف کی ساری دولت پر ناگ بن کر بیٹھے ہو آج تم زندہ نہیں رہو گے پھر اس ساری دولت کا پورے کوہ قاف کا میں بادشاہ ہوں گا میں بادشاہ ہوں گا۔ ہا ہا ہا۔ وہ قہقہے لگنے لگا۔ زکوان نے مزگان کو ایک طرف دھکا دیا اور شام کی طرف بڑھا اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر آگیا شام ابھی تک شاک سے نہیں نکلا تھا سو وہ اس حملے کے لیے تیار نہ تھا اور زکوان نے تیزی سے خنجر شام کے پیٹ میں اتار دیا شام کے منہ سے ایک زوردار جھیس نکلی اس کی چیخ کے ساتھ ہی مزگان کی بھی ایک زور دار چیخ ابھری شام اپنے پیچے بیٹھتا چلا گیا مزگان چیختی ہوئی شام کی طرف بھاگی اس کے پاس پہنچ کر وہ زور زور سے رونے لگی اور اسے آوازیں دینے لگی اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگی زکوان نے مزگان کو پکڑا اور ھیسٹا ہوا لیجانے لگا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

آخر تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو مزگان روتے ہوئے بولی۔
دیکھو مزگان پلیز تم روؤ نہیں میں نے تمہیں پہلے ہی کہا ہے تمہارے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے شام پریشانی سے بولا۔

جنوری 2014

خونناک ڈائجسٹ 72

”یہ جنون منزل عشق ہے“

خونناک ڈائجسٹ 73

بھلاتا سمجھاتا لیکن جیسے ہی اس کے لہجے میں اپنے لیے نفرت دیکھتا کسی سوال کا جواب دینے بغیر وہ چلا جاتا شاید اسے محبت کے جواب میں محبت چاہیے تھی نہ کہ نفرت۔

بات انٹرنٹ کی ہی ہوتی ہے جس چیز میں بندہ انٹرنٹ لے وہ آسان ہوا جاتی ہے وہ دونوں باتیں کرتی ہوئی کئی گنیں میں پہنچ گئیں۔

آج بل میں بے کروں کی روزانہ ہی تم کر دیتی ہو مجھے اچھا نہیں لگتا رابعہ نے مزگان کی پاکٹ پر ہاتھ رکھ دیا مبادا وہ میس نہ نکال لے۔

اچھا بابا ٹھیک ہے تم کر دینا اچھا ایک بتاؤ مزگان نیل پر کہیں رکھ کر آگے کو بھٹکتے ہوئے بولی۔

ہاں پوچھو۔ رابعہ نے اگے اس انداز کو تجسس سے دیکھا۔

یہ جو ہمارے کالج کی بیک سائیڈ پر درخت ہے اس کے بارے میں جو باتیں سننے کو آتی ہیں کیا وہ سچ ہیں۔ مزگان نے آہستہ سے پوچھا۔

مجھے کیا پتہ اس بارے میں لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو رابعہ کو شک ہوا کہ کہیں یہ کچھ الٹا سیدھا نہ کرنے جا رہی ہو۔

ایسے ہی پوچھا ہے کیونکہ آج کل کے دور میں کون بھوت پریت پر یقین رکھتا ہے مزگان لا پرواہی سے بولی۔

ایسا ہو بھی سکتا ہے مزگان تم کوئی الٹی سیدھی حرکت نہیں کرنا نہ ہی اس طرف جانے کے بارے میں سوچنا بھی رابعہ نے سختی سے کہا۔

نہیں میں کیوں جاؤں گی بھلا مزگان بولی۔ لیکن وہ دل ہی دل میں ارادہ کر چکی تھی کہ یہ راز معلوم کر کے رہے گی۔

لو کھانا کھا لو تم نے تین دن سے کچھ بھی نہیں کھایا رات کو شام کھانا لے کر آیا تو وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے چپ چاپ بیٹھی چھت کو گھور رہی تھی اس کی یہ حالت دیکھ کر شام کا دل جیسے کسی نے کھجور میں جکڑ لیا لیکن وہ بھی کیا کرتا اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور تھا چھوڑ بھی نہیں سکتا سو کچھ اور کہے بغیر کھانا اس کے سامنے رکھ دیا۔

اور میں تمہیں تین دن سے کہہ رہی ہوں مجھے کھانا نہیں کھانا جب تک تم مجھے میرے گھر نہیں چھوڑ کر آؤ گے۔ وہ ہٹ دھرمی سے بولی۔

تم بھتی کیوں نہیں ہو مزگان یہ ممکن نہیں ہے۔ شام بے بسی سے بولا۔

کیوں ممکن نہیں ہے اگر تم چاہو تو سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے میں کسی کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی بس تم مجھے چھوڑ دو پلیز۔ وہ التجائیہ بولی۔

مزگان اب یہ خیال دل سے نکال دو کیونکہ تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گا میں شام کے لہجے میں سختی در آئی تھی وہ اٹھ کر چلا گیا کاش شام میں نے تم سے دوستی نہ کی ہوتی میں سب کا کہنا مان لیتی اور اس درخت کی طرف نہ جاتی کاش وہ روتے ہوئے ماضی کی یادوں میں گم ہو جاتی۔

آج تو کیمسٹری کا لیکچر بہت زبردست تھا کمال بڑھایا سر نے مزگان نے مسکراتے ہوئے رابعہ کی طرف دیکھا اور تصدیق چاہی۔

ہاں ٹھیک کہا اور ویسے بھی تمہیں تو کیمسٹری پسند ہے تو لیکچر تو کمال لگے گا ہی رابعہ بولی۔ ہاں ساری

مزگان اکثر اندر ہی اندر کہتی جب وہ اپنی کالج کی لڑکیوں کو دیکھتی کہ کبھی انکو لینے انکی ماما تو کبھی پاپا آتے ہیں وہ لڑکیاں ان سے اپنے لاڈ اٹھواتیں اسے ان پر رشک آتا لیکن ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتی کالج میں اس کی صرف ایک ہی دوست تھی رابعہ جس سے وہ ہر بات شہیر کرتی لیکن ایک کام وہ اس سے چھپ کر کرنا چاہتی تھی انکے کالج کی بیک سائیڈ پر ایک درخت تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہاں بھوت پریت کا سایہ ہے دن کے وقت کوئی اس طرف نہ بھٹکتا مزگان کو ایسی باتوں پر یقین نہ تھا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی تھی لیکن رابعہ نے اسے روک دیا تھا سو اب اس نے سوچا کہ رابعہ کو بتائے بغیر وہ ادھر ضرور جائے گی۔

یار ایسا کیا ہے جو تم مجھے اس طرح روکتی ہو وہاں جانے سے کچھ نہیں ہوتا مجھے مزگان رابعہ کی روز روز کی نصیحتوں سے تنگ آگئی سو آج تنگ کر بولی۔

دیکھو مزگان۔ تم میری بہت اچھی دوست ہو میں تمہاری بھلائی چاہتی ہوں اور تمہیں اسی لیے منع کرتی ہوں تم سمجھ کیوں نہیں رہی میری بات رابعہ زچ ہو کر بولی۔

صرف ایک۔۔۔ صرف ایک بار ایک دفعہ تو پلیز جانے دو میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ آخر ایسا کیا ہے وہ وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ پھر بھی نہیں کہوں گی جانے کا۔ بس ایک بار جانے دو پلیز۔ اس نے التجائیہ لہجے میں کہتے ہوئے امید بھری نظروں سے رابعہ کو دیکھا رابعہ نے بے بسی سے اس نادان لڑکی کو دیکھا جو بچوں کی طرح جانے کی ضد کر رہی تھی وہ اسکی دوست تھی اور اسے ہر قسم کی مصیبت سے بچانا چاہتی تھی لیکن وہ اس کی بات سننے کو تیار ہی نہ تھی ٹھک ہار کر رابعہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔

ٹھیک ہے میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی لیکن

صرف ایک منٹ رکھیں گے اور پھر واپس۔ اوہ جھینک پو سوچ رانی تم بہت اچھی ہو ہم کل وہاں جائیں گے اب گھر چلے ہیں پہلے ہی دیر ہو رہی ہے مزگان کے چہرے پر واضح خوشی اور اطمینان تھا۔

اوہو ڈرو نہیں رابعہ آگے آؤ میں تمہارے ساتھ ہوں بھی مزگان نے خوفزدہ سی رابعہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور آج ان کا تیسرا پیر یڈ فری تھا سو مزگان نے اپنے ارادے کا عملی جامہ پہنایا اور دونوں سب سے چھپی چھپاتیں کالج کی بیک سائیڈ کی طرف آئیں اب وہ اس درخت کے سامنے تھیں۔ رابعہ اتو خوف کے مارے برا حال تھا لیکن مزگان بڑی دلچسپی سے اس درخت کو گھوم گھوم کر دیکھ رہی تھی۔

مزگان چلو واپس چلے ہیں مجھے خوف آرہا ہے کہیں کوئی مصیبت نہ گھرے پڑ جائے۔ رابعہ کورہ رہ کر برے خیال آرہے تھے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی کوئی پیچھے سے آکر اسے دبوج لگے۔

کیا ہے یار تو خود پیر تو رو کو دیکھنے تو دو آخر یہاں ہے کیا خواہ خواہ لوگ جھوٹی کہانیاں کہہ دیتے ہیں اور تم بھی ان باتوں پر یقین کر لیتی ہو مزگان مزے سے بولی۔

درخت کی ایک ٹہنی نیچے کی جانب بھکی ہوئی تھی لیکن پھر مزگان کی پہنچ سے دور تھی مزگان اچھل کر اسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگی رابعہ کے روکنے کے باوجود اس نے اپنی کوشش ترک نہ کی کئی دفعہ کی کوشش کے باوجود وہ ٹہنی اس کے ہاتھ نہ آسکی تو ٹھک ہار کر اس نے غصہ سے ٹہنی کو گھورا اچانک ہی ٹہنی میں حرکت محسوس ہوئی ٹہنی خود بخود جھکی اور مزگان کے چہرے کے بالکل قریب آگئی مزگان خوفزدہ ہو کر اگلے قدموں پیچھے بھاگی رابعہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دونوں ٹہنی ہویں اندھا دھند باہر بھاگیں وہ کالج کے پچھلی سائیڈ والے گیٹ کے ذریعے باہر نکل گئیں باہر

نکل کر دونوں سانس بحال کرنے کے لیے رکیں
دونوں کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں تھیں رابعہ
نے غصے سے مزگان کی طرف دیکھا مزگان نے سر
جھکا لیا رابعہ نے بولنے کا ارادہ ترک کیا اس کا ہاتھ
پکڑ کر گھر کی طرف چل دی۔

بہت شوق تھا ناں جا سوسیاں کرنے کا کیا کہتی
تھیں لوگ جھوٹ بولتے ہیں میں جھوٹی باتوں پر
یقین کر لیتی ہوں اور پھر کیا ہو پتہ چل گیا ناں اب کہ
سب کو اس نہیں کرتے تھے لیکن تم کہاں سستی ہوا کر کل
کچھ ہو جاتا تو رابعہ ایک ہی سانس میں بولے جا رہی
تھی کل چونکہ مزگان کچھ خوفزدہ اور پریشان تھی اس
لئے رابعہ نے اسے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا تھا لیکن
اگلے دن جیسے ہی مزگان کا آئی رابعہ نے جی بھر کے
بھڑاس نکالی جسے مزگان نے بہت صبر سے سنتے کے
بعد کہا۔

کوئی بات نہیں رابعہ زندگی میں چھوٹے بڑے
واقعات ہوتے رہتے ہیں ہمیں ہر طرح کے حالات
کے لیے خود کو تیار رکھنا چاہیے۔

اس قدر اطمینان سے بات کرتی وہ رابعہ کو
زہر لگی اس کا پارہ اور بھی ہائی ہوئے لگا لیکن فی الحال
اس سے کوئی بات کرنا فضول تھا سو وہ غصہ جیتی ہوئی
ایک نظر اسے دیکھتی ہوئی کلاس کی طرف بڑھ گئی
مزگان کو پتہ تھا کہ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ حاضر
ہو جائے گی وہ مزگان سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتی
تھی۔

کچھ دنوں سے مزگان کے ساتھ عجیب و غریب
واقعات ہو رہے تھے جنہیں پہلے تو مزگان نے سرسری
لیا پھر پریشان ہو گئی اسے اپنی چیزیں ترتیب سے
رکھنے کی کبھی عادت نہ تھی کوئی چیز کدھر پھینک دیتی تھی
تو کوئی کدھر لیکن اب اسے اس کی ہر چیز ترتیب سے

اپنی جگہ پر پڑی ہوئی ملتی تھی گھر میں دن کے وقت
نوکروں کے علاوہ کوئی نہ ہوتا اور ویسے بھی مزگان کے
کمرے میں کسی کو بھی آنے کی اجازت نہ تھی پھر یہ
سب کون کرتا تھا اور ایک بات اور اس کا کمرہ ہر وقت
ایک انجانی سی مہک کے زیر اثر تھا ایسے محسوس ہوتا کہ
جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہو وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگ
جاتی لیکن کوئی ہوتا تو نظر آتا۔

آج اس کی ساگرہ بھی مانا پانے گھر میں ہی
ایک باڑی اربنچ کی جس میں سب ٹوکوں کو انوائٹ کیا
رابعہ بھی آئی تھی دونوں نے مل کر خوب انجوائے کیا
اس کے پاس ڈھیر سارے گفٹ بنے ہوئے تھے رات
گئے پارٹی کا اختتام ہوا اور سب لوگ اپنے اپنے
گھروں کو چلے گئے تو وہ بھی اپنے روم میں آگئی اس
نے سارے گفٹ کھول کھول کر دیکھنا شروع کر دیے
سب ہی بہت اچھے تھے دیکھنے کے بعد اس نے
سارے گفٹ ایک سائیڈ پر رکھے اور بیڈ کی طرف
سونے کے لیے بڑھی وہ بھی تو اسے بیڈ کی کراؤن
کے ساتھ لگے تکیے کے نیچے رکھ کر کچھ نظر آیا وہ ایک
گفٹ تھا بہت خوبصورت ان تمام گفٹس سے جو اس
نے ابھی دیکھے تھے حیرت اس بات کی تھی کہ گفٹ
اسے دیا کس نے اس نے ذہن پر زور ڈالا تو بھی اسے
یاد نہ آیا کہ کسی نے اسے یہ گفٹ بیک دیا ہو اور اگر وہ
ملتا تھا تو یہاں روم میں تکیے کے نیچے کیوں تھا اسے تو ان
گفٹس کے پاس پڑا ہونا چاہیے تھا کس نے دیا ہے
آخر وہ گفٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی اس کی ایک
سائیڈ پر ایک تحریر لکھی تھی وہ پڑھنے لگی۔

مجھے کیا خبر میرے حال کی
میرے درد میرے ملال کی
میرے خیال کا سلسلہ
کسی یاد سے جڑا ہوا
اسے دیکھنا اسے سوچنا
میری زندگی کا ہے فیصلہ

یہ اسی کی پلکوں کے سائے ہیں
میری روح میں جو تار گئے
یہ جنون منزل عشق ہے
جو چلے تو جاں سے نزر گئے

ادہ مانی گاڑ۔ جیسے ہی اس نے گفٹ کھولا حیرت
سے لگ ہو گئی اس کے ہاتھوں میں شے کا ایک بنا ہوا
بہت ہی خوبصورت تاج محل چمک رہا تھا اس سے نکلنے
والی چمک سیدھی مزگان کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور
اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں اتنا خوبصورت گفٹ
اسے آج تک کسی نے نہیں دیا تھا۔

جسٹ فار یو ایک ہلکی سی آواز کی بازگشت اس
کے کانوں میں گونجی وہ اچھل پڑی۔

ک کک۔ کون وہ سہم کر بولی۔ کون ہو تم بولتے
کیوں نہیں ہو۔ وہ خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھ
رہی تھی لیکن دوبارہ کوئی آواز سنائی نہ دی کافی دیر ایک
ہی پوزیشن میں خوفزدہ بیٹھی رہی پھر آہستہ سے اسی
اور بھاگ کر دروازہ لاک کر لیا اور بیڈ پر آکر لیٹ گئی
اس نے کبل منہ تک تان لیا اور اس آواز کے بارے
میں سوچنے لگی سوچتے سوچتے نہ جانے کس وقت اس کی
آنکھ لگ گئی۔

آج کل وہ خاصی پریشان رہنے لگی تھی عجیب
وغریب واقعات نے اسے چکر کر رکھ دیا تھا اسے
محسوس ہوتا کہ کوئی اس کے آس پاس رہتا ہے وہ جو
کوئی بھی تھا کبھی نظر نہیں آتا بس محسوس ہوتا تھا لیکن
آج کلاس سے بھی مزگان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا
اس بات سے اسے کچھ اطمینان تھا اس لیے اس نے یہ
بات کسی سے نہیں کہی اگر کرتی بھی تو سب نے
اسے پاگل ہی کہنا تھا سو اس لیے وہ خاموش تھی۔

آج صبح اس کی طبیعت خراب تھی سر میں درد
تھا وہ کالج آتو گئی لیکن جلد ہی واپس گھر آگئی جیسے ہی
کمرے میں داخل ہوئی حسب معمول انجانی سی خوشبو

نے اس کا استقبال کیا یہ تو اب روز کا معمول تھا سو اس
نے اب نوٹس لینا ہی چھوڑ دیا تھا اس نے جتے
اتارے اور بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں لیٹ گئی
سر میں شدید درد ہو رہا تھا وہ بے سدھ لیٹی تھی جب
اچانک اسے محسوس ہوا جیسے کوئی آہستہ آہستہ اس کا
سر دبا رہا ہو وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی اس کا جسم ہولے ہولے
کانپ رہا تھا۔

آخر تم کون ہو کیوں مجھے تنگ کرتے ہو سانسے
کیوں نہیں آتے ہو تم کیوں پڑے ہو میرے پیچھے
پلیز ایک دفعہ میرے سانسے آؤ اور بتاؤ کون ہو تم
مزگان نے خود کا بولپاتے ہوئے کہا۔

تم ڈر جاؤ گی۔ اچانک ایک آواز گونجی۔ مزگان
نے خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھا پھر مضبوط
ہوتے ہوئے بولی۔

نہیں میں نہیں ڈروں گی تم سانسے آؤ۔
تھوڑی دیر بعد اس کے بعد کے قریب ایک
دھندلا سا عکس بننے لگا وہ عکس واضح ہوتا گیا۔ پھر اس
نے ایک نوجوان کا روپ دھار لیا وہ جو کوئی بھی تھا کسی
پرستان کا شہزادہ لگ رہا تھا مزگان اسے بے پناہ حسن
گوئی باندھے دیکھ رہی تھی وہ ہلکے سے مسکرایا اور بیڈ
پر بیٹھ گیا۔

کیا ہوا۔ اسکی دلکش آواز کانوں میں گونجی تو
مزگان جیسے ہوش کی دنیا میں واپس آگئی۔ تھوڑی دیر
پہلے والی کیفیت غائب ہو گئی مزگان کو خوف نہ پڑا
لیٹ میں لے لیا۔

مزگان مجھ سے ڈر نہیں میں کچھ بھی نہیں کہوں گا
تمہیں بلکہ میں تو تمہارا دوست ہوں وہ دوستانہ لہجہ
میں بولا۔ اس کی بات سن کر مزگان کو کچھ حوصلہ ہوا اسے
لگا کہ اسے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔

تم کون ہو اور میرے پیچھے کیوں پڑے ہو۔۔۔
مزگان نے کب سے دل میں مغلجہ ہوئے سوال کو
زبان دے دی۔

میں کوہ قاف کے بادشاہ کا اکلوتا بیٹا ہوں اور۔
اور تمہارے پیچھے اس لیے پڑا ہوں کہ تم مجھے اچھی لگتی
ہو اور میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مسکراتے
ہوئے بولا۔

تم جن ہو اور میں انسان۔ ہماری دوستی کیسے
ہو سکتی ہے۔ وہ حیرانی سے بولی۔
کیوں کیا جن دوست نہیں بنا سکتے انکا دل نہیں
ہوتا۔ وہ ہلکے سے ہنسا۔

لیکن تم مجھے دوست کیوں بنانا چاہتے ہو میں تو
تمہیں پہلی دفعہ دیکھا ہے اور تمہارے بارے میں کچھ
جانتی بھی نہیں۔ وہ اچھے ہوئے انداز میں بولی۔

جب تم پہلی دفعہ اپنے کالج کی بیک سائیڈ
پر لگے درخت کی طرف آئیں تو تب میں نے
تمہیں دیکھا اور تم مجھے اچھی لگی پھر میں ہر وقت
تمہارے ساتھ رہنے لگا میں چاہتا تھا کہ تم سے بات
کروں لیکن پھر خیال آتا کہ تم مجھے اسے سامنے دیکھ کر
ڈر جاؤ گی اور شاید مجھ سے بات نہ کر سکیں تم نے خود
ہی اصرار کیا تو مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں تمہارے
سامنے آگیا میرا نام شام ہے اس نے اپنا مختصر سا
تعارف کروایا۔

اوپر تو تم اس درخت پر رہتے ہو وہ گہرا سانس
لے کر بولی جیسے معاملہ کی تہہ تک پہنچی ہو۔

نہیں اس دن پہلی بار میں اپنے دوست سے
ملنے وہاں آیا تھا بتاؤ کرو گی مجھ سے دوستی۔ اس نے
ہاتھ آگے بڑھا یا مزگان کچھ لمبے تو تذبذب کے عالم
میں رہی اور پھر کچھ سوچ کر ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ شام کا
چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

ہم آج سے دوست ہیں تم اپنی ہر بات مجھ سے
شیئر کرو گی۔ اور میں تم سے ٹھیک ہے۔ وہ خوش ہوتے
ہوئے بولا۔

ٹھیک ہے۔ مزگان نے مسکراتے ہوئے اثبات
میں سر ہلادیا اور ان کی یہ دوستی دن بدن گہری ہوئی

گئی۔

میرے ہمسفر تجھے کیا خبر
اسے دیکھتے اسے جھپٹتے
میری آنکھ گرد سے اٹھ گئی
میرے خواب ریت میں کھو گئے
میرے ہاتھ برف سے ہو گئے
وہ جو راستوں کا یقین تھے
وہ جو منزلوں کے اٹھن تھے
وہ نشان پا بھی مٹا دیے
تیرے ہاتھ سے میرے ہاتھ تک
یہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ
تجھی موسموں میں بدل گیا
میرے ہمسفر تجھے کیا خبر

وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہتا دونوں ڈھروں
باتیں کرتے اور خوب ہنستے وہ مزگان کے علاوہ کسی کو
نظر نہیں آتا تھا وہ شائیک پر جاتی تو بھی وہ ساتھ ہوتا
اس دن کچھ شائیک کی عرض سے وہ گھر سے نکلی راستے
میں شام بھی مل گیا مارکیٹ میں پہنچ کر اس نے کچھ
ضروری سامان خریدا اور واپسی پر دونوں باتیں کرتے
ہوئے آڑے تھے ایک جگہ مزگان رک گئی اس نے
دیکھا کہ تین چار لڑکے چادر میں لپیٹی ایک گہرائی ہوئی
لڑکی کو گھیرے ہوئے ہیں وہ بد معاش ہنستے ہوئے اس
پرے ہودہ فقرے کس رہے تھے مزگان کو شہید غصہ یا
وہ ان کی طرف بڑھی وہاں پہنچ کر غصے سے بولی۔

اوسر یہ کیا ہو رہا ہے۔ ان لڑکوں نے مزکر
دھان پانی لڑکی کو دیکھا جس نے بڑے چہینچ سے
ان کو بلایا تھا۔

تم کون ہوتی ہو پوچھنے والی ہم جو مرضی کریں۔
وہ ہنسنے لگی لڑکی خوفزدہ ہو کر مزگان کی طرف
بڑھی تو ان میں سے ایک نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا
مزگان ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور ایک زوردار چمچ

اس لڑکے منہ پر رسید کر دیا لڑکے نے لڑکی کا ہاتھ
چھوڑ دیا اور خوفناک نظروں سے مزگان کی طرف دیکھا
اور جواب میں تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا لیکن وہ
ہاتھ اس کا فضا میں ہی معلق رہا وہ کوشش کے باوجود بھی
ہاتھ کو حرکت نہ دے بار ہاتھ حیرت و خوف سے اس
کے سینے چھوٹ رہے تھے پھر ان چاروں پر تھپڑوں کی
بارش ہوئی لگی وہ بوکھلائے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے
لگے جبکہ مزگان مزے سے شام کو انہیں مارتا ہوا دیکھ
رہی تھی تھوڑی دیر میں وہ گرتے پڑتے وہاں سے رفو
چکر ہو گئے شام ہاتھ جھاڑتا ہوا مزگان کی طرف آیا
مزگان نے تشکر آئیز نظروں سے اسے دیکھا۔

تھینک یو سوچ میڈم میں آپ کی بہت شکر گزار
ہوں کہ آپ نے میری عزت بچائی لیکن مجھے ابھی
تک حیرت ہے کہ یہ سب کیسے ہوا۔ وہ لڑکی حیرت
سے مزگان کو دیکھ رہی تھی شاید وہ اسے کوئی پہچانی ہوئی
ہستی سمجھ رہی تھی۔

شکر یہ کی کوئی بات نہیں تم اس بات کو بھول جاؤ
اور اطمینان سے اپنے گھر جاؤ۔ مزگان نے اسے تسلی
دی تو وہ چلی گئی۔

تھینک یو شام اگر تم نہ ہوتے تو جانے کیا ہوتا
مزگان شام کی طرف مڑی۔

مزگان پلیز کتنی بار کہا ہے یہ غیروں والے
الفاظ مجھ سے مت بولا کرو شام نے ناراضگی سے کہا۔
اچھا ٹھیک ہے اب نہیں کہوں گی چلیں اب
گھر چلیں۔ مزگان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر
دونوں گھر کی طرف چل دیے۔

کہیں سے لاکے دکھاؤ جو دو قافل جائے تم کو
ترس جاؤ گے لیکن کوئی ہم سا نہ ملے گا

مزگان بیٹا مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے مزگان
جب سو نے کی تیاری کرنے لگی تھی کہاس کی ماما
کمرے میں داخل ہوئی۔

جی ماما۔ بولیں وہ اگر چہ اپنے ماں باپ سے
ناخوش تھی ان کی لاپرواہی پر غصہ نہیں لیکن پھر بھی ان
سے پیار کرتی تھی اور ان کی کوئی بات نہیں مانتی تھی۔
بیٹا اب تم بڑی ہو گئی ہو اور ماشاء اللہ پر حائل بھی
مکمل ہونے والی ہے تمہارے پاپا اور میں نے
سوچا ہے کہ تمہاری اب شادی کر دیں ایک بہت ہی
اچھا رشتہ آیا ہے تمہارے پاپا کے دوست کا بیٹا ہے تعلیم
یافتہ ہے اپنا بزنس ہے تمہارا کیا خیال ہے انہوں نے
امید بھری نظروں سے مزگان کی طرف دیکھا اسے ماما
کا اپنے بارے میں یہ فکر مند نہ سنا انداز بہت اچھا لگا
اور ماما نے پہلی بار اس سے کچھ مانگا تھا اسے انکار کرنا
اچھا نہیں لگا اور ایسے بھی انکار کی کوئی وجہ نہ تھی سو وہ
بولی۔

ماما جیسے آپ کی مرضی جو آپ کو اچھا لگتا ہے وہ
کریں۔ مجھے بھلائیوں اعتراف ہوگا۔

تھینک یو پاپا۔ مجھے تم سے یہی امید تھی مجھے
پتہ تھا کہ میری بیٹی کسی انکار نہیں کرے گی میں ابھی
تمہارے پاپا کو بتاتی ہوں وہ خوشی سے اس کے ہاتھ
پر بوسہ دیتی ہوئی بولی۔ اور کمرے سے باہر چلی گئیں
مزگان انہیں خوش دیکھ کر خوش ہو گئی۔

شام ایک بات بتاؤں۔ اگلی شام کو شام اس
سے باتیں کر رہا تھا تو باتیں کرتے ہوئے اچانک
مزگان نے کہا۔

ہاں۔ ہاں بتاؤ۔ وہ ہمتن گوش ہوا۔
جب میں یہاں سے چلی جاؤں گی تو تم مجھے یاد
کرو گے۔ مزگان کے شام کے چہرے پر کھوہنی ہوئی
نظروں سے دیکھا۔ شام نے چونک کر اسے دیکھا
۔ یہ کیا کہہ رہی ہو کہاں جا رہی ہو تم

میری ماما نے میرا رشتہ طے کر دیا ہے وہ جلد سے
جلد میری شادی کرنا چاہتی ہیں۔ وہ مسکراتے ہوئے
بولی۔ وہ اک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

کیا۔۔ تم۔۔ تمہاری شادی۔ لیکن کیوں۔ اور۔ اور۔ کب۔ کس سے۔

کیا مطلب کیوں۔ ایک نہ ایک دن تو ہونی تھی میرے پاپا کے دوست کا بیٹا ہے تم کیوں پریشان ہو رہے ہو میں تم سے ملنے آئی رہوں گی مرگان نے گویا تلی دی۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو مرگان میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا اور تم ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہی ہو مرگان نے حیرت سے شام کے مضطرب چہرے کی طرف دیکھا۔ کیسی عجیب بات کر رہا تھا وہ شام تھوڑی دیر اس کے چہرے کو دیکھا رہا پھر پریشان سا چلا گیا مرگان نے سو رہنے کی کوشش کی لیکن وہ چلا گیا۔

بھی بھی تیری بے نیازی سے خوف آتا ہے میں سوچتا ہوں کہ تو میرا انتخاب کیوں ہے پھر کی یونہی گزر گئے اس کی شادی کے دن قریب آگئے شام دوبارہ نہیں آیا تھا حالانکہ مرگان نے اس کا بڑی بے چینی سے انتظار کیا تھا۔ اتنی شدت سے وہ شخص میری رگوں میں اتر گیا کہ اسے بھولنے کے لیے مجھے مرنا ہوگا۔

آج اس کی بارات تھی یونین کے ہاتھوں نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے تھے کسی کی نظر نہیں ٹھہر رہی تھی اس کے چہرے پر۔

کل چودھویں کی رات بھی شب بھر ہا چر چا تیرا کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرہ تیرا ہم بھی وہاں موجود تھے ہم سے بھی پوچھا گیا ہم ہنس دیے ہم چپ رہے منظور تھا پردہ تیرا اس شہر میں کس سے ملیں ہم سے تو چھوٹیں پھٹلیں ہر شخص تیرا نام لے ہر شخص دیوانہ تیرا تھوڑی دیر بعد بارات کے آنے کا شور مچا تو سب لوگ نیچے چلے گئے مرگان کمرے میں اکیلی رہ گئی وہ شیشے کے سامنے بیٹھی خود کو دیکھ رہی تھی اس

سے اپنا آپ پہنچانا نہیں جا رہا تھا وہ مسکراتے ہوئے شیشے کے سامنے سے اٹھی اور بیڈ کی طرف آئی اچانک اس کے دماغ میں غبار سا بھرنے لگا سب کچھ دھندلا گیا اور وہ بے ہوش ہو کر بیڈ پر گر گئی۔

ارے لڑکیو جاؤ مرگان کو لے آؤ دلہا تو کب کا آچکا ہے مرگان کی ماما نے مرگان کی کزنوں کو ہدایت جاری کی اور خود آگے بڑھ گئیں لڑکیاں ہنستی ہوئیں اور چلیں گئیں انہیں کیا پتہ کہ اوپر کیا قیامت منتظر ہے تھوڑی دیر بعد ایک حواس باختہ لڑکی بھاگتے ہوئے نیچے آئی اور مرگان کی ماما کی طرف بڑی اور ان کے کام میں کچھ کہا تو وہ پریشان ہو گئیں اوپر کی جانب بھاگی تھوڑی دیر بعد شور مچ گیا مرگان کمرے سے غائب ہے سب لوگ کہہ رہے تھے کہ لڑکی بھاگ گئی اپنے عاشق کے ساتھ مرگان کی ماما کا زور دکر برا حال تھا انہیں اپنے ایشیئس کی فکر تھی لوگ کیا کہیں گے کہ ان کی بیٹی بھاگ گئی ہے کیا عزت رہ جائے گی ہماری کاش مرگان تم پیدا ہوتے ہی مرگتی ہو تھیں۔ آہستہ آہستہ سارے مہمان سرگوشیاں کرتے ہوئے نکل گئے با رات واپس چلی مرگان کے پاپا غصے سے ادھر ادھر ٹپ رہے تھے انہوں نے پولیس کو اطلاع کر دی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا تھا کہ اگر وہ لوگ مرگان اور اس کے ساتھ جس کو بھی دیکھیں وہیں گولی مار دیں انکی بیٹی نے ان کی عزت خاک میں ملا دی ہے کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑا تھا انہیں اب وہ اس کی شکل تک دیکھنے کو تیار نہ تھے۔

کچھ خواب ہیں جن کو لکھنا ہے تعبیر کی صورت دینی ہے کچھ لوگ ہیں اجڑے دل والے جنہیں اپنی محبت دینی ہے کچھ بچوں ہیں جن کو چھنا ہے اور ہار کی صورت دینی ہے

جنہیں بانٹنا ہے چھ لولوں میں ان کو بھی تو راحت دینی ہے اے عمر دلاں آہستہ چل

ابھی خاصہ قرض چکانا ہے

آہستہ آہستہ اسے ہوش آ رہا تھا ہوش میں آنے کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا تو خود کو ایک نامانوس سی جگہ پر پایا وہ ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی یہ کون سی جگہ ہے میں کہاں ہوں وہ خود کو دکھائی کرتے ہوئے بولی۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔۔۔ یہ ایک کمرہ تھا بہت ہی خوبصورت۔۔۔۔۔ جیسے کسی شہزادے کے محل کا کوئی خوبصورت کمرہ ہو وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی لیکن دروازہ شاید باہر سے بند تھا اس نے دروازہ زور زور سے دھڑکھڑانا شروع کر دیا۔ کوئی ہے کوئی ہے تو پلیز دروازہ کھولو۔ مجھے یہاں کیوں لائے ہو کون ہو تم لوگ پلیز دروازہ کھولو وہ زور زور سے چیخ رہی تھی لیکن اس کی پکار سننے والا کوئی بھی نہ تھا تھک ہار کر وہ نیچے بیٹھ گئی اور رونے لگی یہ تو اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اغوا ہو چکی ہے لیکن کس نے کیا ہے یہ پتہ نہ تھا اسے رہ رہ کر گھر کا خیال آ رہا تھا یہ نہیں کیا حال ہوگا ماما یا کا آج تو میری شادی تھی لوگ کیا کہیں گے کہ ان بھاگ گئی ہے ماما پاپا نے لوگوں کو کیا جواب دیا ہوگا۔ اس کے رونے میں مزید اضافہ ہو گیا اچانک اس کو اپنے کندھے پر دباؤ محسوس ہوا تو تیزی سے پیچھے مڑی حیرت کا ایک جھٹکا اسے لگا۔

شام۔ تم۔ تم مجھے یہاں لائے ہو میرے گھر سے اٹھا کر۔ وہ حیرت دے بیٹنی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔ مرگان میری مجبوری تھی میں تمہیں کسی اور کا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا تم نہیں جانتی میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں وہ جذباتی ہو رہا تھا۔ تم ایسی گھٹیا حرکت کرو گے میں سوچ بھی نہیں

بیہوش منزل عشق ہے

سکتی تھی میں نے تو تمہیں اپنا دوست سمجھا تھا اور تم ہی میرے دشمن بن گئے وہ شدید غصے کے عالم میں اپنی ساری نفرت اگل رہی تھی شام چپ چاپ سنا رہا اور پھر اٹھ کر باہر چلا گیا۔

یارب غم ہجراں میں اتنا تو کیا ہوتا جو ہاتھ جگر پر ہے وہ دست دعا ہوتا اک عشق کا غم آفت اس پر ہے یہ دل آفت یا غم نہ دیا ہوتا یا دل نہ دیا ہوتا مرگان شام اس پر جھکا ہوا اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔ ہوں وہ کراہ کر رہ گئی تھا بہت کی وجہ سے اٹھا نہیں جا رہا تھا تین دن سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ شام اس کی حالت دیکھ کر تپ گیا مرگان پلیز اٹھو کھانا کھا لو دیکھو تمہاری وجہ سے میں نے بھی کچھ نہیں کھایا پلیز کچھ تو کھا لو مرگان کو خود بھی لگ رہا تھا کہ اگر اس نے کچھ نہ کھایا تو وہ واقعی مرجائے گی سوچ چپ آہستہ سے اٹھی اور شام نے اسے ہاتھ سے اسے کھانا چاہا اس نے ہاتھ جھٹک دیا اور خود سے کھانے لگی لیکن جلد ہی ہاتھ روک لیا شام اسے دیکھ کر رہ گیا۔ کیا حال کر دیا ہے میں نے اس کا کیا یہ میری محبت ہے میں کتنا خود غرض ہوں لیکن کیا کروں اس کے بغیر جی بھی تو نہیں سکتا ناں۔ وہ سوچتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

اپنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کر دو میں کے صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو نہ تمہیں ہوش رہے نہ مجھے ہوش رہے اس قدر ٹوٹ کے چاہو مجھے پاگل کر دو تم پہلی کو میرے پیار کی مہندی سے رنگو اپنی آنکھوں میں میرے نام کا کاجل کر دو دھوپ ہی دھوپ ہوٹ کر برسو مجھ پر اس قدر برسو میری روح میں جل نکل کر دو

اس کے سائے میں میرے خواب دکھ انھیں
میرے چہرے پر ہلکا ہوا آنچل کر دو
اسے کتنے ہی دن گزر گئے یہاں آئے ہوئے
لیکن اس نے شام سے بات تک نہ کی تھی وہ جب بھی
آتا مزگان نفرت سے منہ موڑ لیتی وہ ہونٹ بھینچتا چلا
جاتا وہ ایک ہی کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی
محسوس کر کے آج وہ جی کڑا کے باہر نکل آئی شام
اسے کئی دفعہ گھر دکھانے کی آفر کی تھی لیکن وہ تو اس
سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی تھی کجا کہ اس کے
ساتھ اس کا گھر دیکھتی گھر سے باہر نکلنے سے شام نے
تحتی سے منع کر رکھا تھا اس کا کہنا تھا کہ باہر گنا جنگل
ہے اور جنگل میں جنگلی جانور مزگان کا ارادہ پلیر جانے
کا تھا وہ شاید حالات کے ساتھ سمجھوتا کر چکی تھی جانتی
تھی کہ اب شاید بھی یاں باپ سے نڈل سکے وہ جیسے
جیسے گھر دیکھتی جارہی تھی حیران ہوتی جارہی تھی بہت
ہی خوبصورت محل تھا گمان ہوتا تھا جیسے کوئی خواب ہو
وہ چلتی ہوئی جارہی تھی اور باہر آگئی۔ حیرت کی بات
اسے گھر میں اپنے علاوہ کوئی دکھائی نہ دیا باہر آ کر اس
نے مڑ کر دیکھا تو اسے حیرت کا ایک جھٹکا لگا تو وہی
محل تھا جو مجھے گفٹ ملا تھا تو شام نے یہ گھر اس کے
لیے بنوایا تھا وہ سوچتی ہوئی آگے جنگل کی طرف
بڑھنے لگی آگے کیا ہے وہ دیکھنا چاہتی تھی جنگل میں ہلکی
ہلکی دھند اور تاریکی تھی مکمل سناٹا تھا مزگان کو اس قدر
خاموشی سے خوف آنے لگا لیکن پھر بھی وہ آگے بڑھ
رہی تھی پتوں کی سرسراہٹ محسوس ہوئی تو اس کا دل
خوف سے اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا
تو اچانک اوپر سے کسی نے چھلانگ لگائی اور مزگان پر
حملہ کر دیا مزگان نے زوردار چیخ ماری اور واپس گھر کی
طرف بھاگی۔ خونخوار بھیڑیا اس کے پیچھے تھا کہاں
تک بھاگتی کہاں وہ خونخوار بھیڑیا اور کہاں وہ نا تو اس
سی لڑکی بھیڑیا بالکل اس کے سر پر پہنچ گیا وہ جیسے ہی
مزگان پر جھپٹا ایک زوردار قوت نے اسے پیچھے کی

طرف پھینچ دیا مزگان نے دیکھا تو وہ شام تھا جس کے
چہرے پر غصہ کے آثار تھے اس نے اسی انداز میں
بھیڑیے کو دو تین دفعہ اٹھا کر پٹنا بھیڑیا نیچے گر کر
کراہنے لگا شام ان اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس
کی طرف کیوں انگلیوں میں سے تیز شعاعیں نمودار
ہوئیں جنہوں نے بھیڑیے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔
آگ بھیڑیے کو بری طرح جلا رہی تھی شام ادھر سے
فارغ ہونے کے بعد مزگان کی طرف مڑا تمہیں کہا تھا
ناں کہ جنگل کی طرف نہیں آنا پھر بھی تم۔ وہ کڑے
تیوروں سے اسے دیکھ رہا تھا مزگان پہلے ہی خوفزدہ تھی
اور سہم گئی شام کو اس کی حالت پر ہلکی سی آئی اور پیار
بھی چوٹ تو نہیں آئی ناں اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو وہ فکر
مندانہ لہجے میں بولا۔
اچھا ہوتا میں مرجاتی تم سے تو جان چھوٹی۔ وہ
بے رحمی سے بولی شام نے دکھ سے اسے دیکھا اور
چپ چاپ اسے لیے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔
بس ختم کرو یہ سبھی بازی عشق غالب
مقدر کے ہارے سبھی جیتا نہیں کرتے

تجھے محبت کرنا نہیں آتا
مجھے محبت کے سوا کچھ نہیں آتا
زندگی گزارنے کے دو ہی طریقے ہیں
اک مجھے نہیں آتا اک تجھے نہیں آتا
تمہیں شوق ہے ناں جنگل دیکھنے کا چلو میں
دکھاتا ہوں شام خوشگوار موڑ میں بولا اور یہ دیکھ کر اس
کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب مزگان چپ چاپ اٹھ
کر اس کے ساتھ چل پڑی وہ حیرت و خوشگوار کے
احساس میں گھر اسے لے کر جنگل کی طرف آیا دونوں
ساتھ ساتھ چل پڑے شام چاہتا تھا کہ وہ اس سے
باتیں کرے لیکن وہ بالکل خاموش تھی چلتے چلتے دونوں
کا فاصلہ دور نکل آئے جنگل کا فضا گھٹا چلتے چلتے مزگان
ایک دم سے رک گئی۔ اور شام کی طرف دیکھنے لگی پھر

بولی۔
تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔
یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے جہاں تمہاری
نفرت کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے میری محبت کی ابتدا
ہوتی ہے شام نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ آج وہ
مسلل شام کو حیران کرنے پر تلی ہوئی تھی۔
تو پھر میری ایک بات مانو گے وہ شام کی طرف
دیکھتے ہوئے بولی۔
تم بولو تو سہی مزگان تم میری زندگی ہو تمہاری
ہر بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ شام نے
داری سے اس کے حسین چہرے کو دیکھا۔
تو پھر تم مجھے واپس چھوڑ آؤ میرے گھر۔ وہ
سپاٹ لہجے میں بولی شام نے ایک دم سے سروا برا اٹھایا
اس کے چہرے پر پھپھلا کر ب اور اضطراب دیکھ کر
مزگان نے نظریں جھکا لیں۔
بولو کر سکتے ہو ایسا۔ وہ ایک بار پھر بولی۔ شام
نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ وہ ایک دم بے چین
ہو گیا تھا۔
بولتے کیوں نہیں۔ بولو کر سکتے ہو ایسا نہیں تم
ایسا نہیں کر سکتے یہی کہو گے ناں ٹھیک ہے تم نہ کرو یہ
کام میں خود ہی کرتی ہوں۔
یہ کہہ کر مزگان نے ایک طرف اندھا ہند
بھاگنا شروع کر دیا شام اس کی اس اچانک حرکت پر
بوکھلا گیا۔ وہ اسے پیچھے سے آوازیں دیتے ہوئے
اس کے پیچھے بھاگا۔ مزگان بھاگتی چلی جارہی تھی کافی
دور بھاگنے کے بعد اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو شام
اس کے پیچھے تھا وہ پھر سے تیز بھاگی بھاگتے بھاگتے
اسے ایک جھٹکا لگا کسی نے مضبوطی سے اسے تھام لیا وہ
خوفزدہ ہو گئی۔
شام پلیز مجھے چھوڑ دو مجھے جانے دو۔
یہ کہتے ہوئے اس نے جیسے ہی اس پکڑنے کو
دیکھا تو اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی

انتہائی کریمہ شکل کا ایک لمبا چوڑا دیویدیکل شخص اسے
جکڑے ہوئے تھا۔
شام۔ وہ زور سے چیخی اور شام جہاں کھڑا تھا وہ
ہی رک گیا۔ وہ حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا
مزگان بری طرح اس کے بازوؤں میں جکڑی ہوئی
تھی وہ پھل پھل کر اپنا آپ چھڑانے کی کوشش کر رہی
تھی اور شام کو مدد کے لیے بلارہی تھی۔
زکوان تم۔۔۔ شام کی حیرت میں ڈوبی ہوئی
آواز ابھری۔
ہاں شام میں تم کیا سمجھتے تھے کہ کسی کو پتہ
نہیں چلے گا اور تم ایک لڑکی سے پیار کرتے ہو اور اس
سے شادی کرنے والے ہو تم نے ہمارے قبیلے کی
روایت کو توڑا ہے میں تمہیں اس کی سزا دوں گا زکوان
نہایت ہی غصے سے بولا۔ زکوان شام وغیرہ کے قبیلے
کی فوج کا سپہ سالار تھا شام اپنے ماں باپ کی شادی
کے آٹھ سال بعد پیدا ہوا تھا سو جب شام پیدا ہوا تو
بہت خوشیاں منائی گئیں ہر کسی کو شام سے بہت پیار تھا
آخر کو ان کے بادشاہ کی اکلونی اولاد بھی فوج کا سپہ سالار
شروع ہی سے شام کے خلاف دل میں کدورت رکھتا
تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر شام پیدا نہ ہوا ہوتا تو کوہ قاف
کے بادشاہ کی ساری دولت کا وہ اکلوتا وارث ہوتا۔
لیکن شام کی وجہ سے اس دولت سے محروم ہو گیا اس
نے شام کو مارنے کے کئی طریقے آزمائے لیکن ناکام
رہا پھر جب اسے پتہ چلا کہ شام کسی انسانی لڑکی سے
پیار کا سلسلہ چل رہا ہے تو موقع کی تلاش میں رہنے لگا
اور آج اس کا موقع مل گیا تھا۔ سوشام کو مانے کا زکوان
کے پاس یہ اچھا موقع تھا جو اسے دوبارہ نہیں ملنا تھا۔
زکوان تم یہ کیا کہہ رہے ہو تم مجھے مارو گے۔ شام
حیرت سے بولا۔
ہاں تمہیں میں ماروں گا۔ میں تو شروع ہی سے
تمہارے خلاف رہا ہوں تمہیں مارنے کی ہر ممکن
کوشش کی لیکن ناکام رہا تم کوہ قاف کی ساری دولت

پرتاک بن کر بیٹھے ہو آج تم زندہ نہیں رہو گے پھر اس ساری دولت کا پورے کوہ قاف کا میں بادشاہ ہوں گا میں بادشاہ ہوں گا۔ بابا ہا۔ وہ قہقہے لگانے لگا۔

زکوان نے مزگان کو ایک طرف دھکا دیا اور شام کی طرف بڑھا اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا جگر آگیا شام ابھی تک شاک سے نہیں نکلا تھا سو وہ اس حملے کے لیے تیار نہ تھا اور زکوان نے تیزی سے جگر شام کے پیٹ میں اتار دیا شام کے منہ سے ایک زوردار چیس نکلی اس کی چیخ کے ساتھ ہی مزگان کی بھی ایک زوردار چیخ ابھری شام نیچے بیٹھتا چلا گیا مزگان چینی ہوئی شام کی طرف بھاگی اس کے پاس پہنچ کر وہ زور زور سے رونے لگی اور اسے آوازیں دینے لگی اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگی زکوان نے مزگان کو پکڑا اور کھینچنا ہوا لیجانے لگا۔

شام شام پلیز مجھے بچا لو شام۔ مزگان روتے ہوئے چلا رہی تھی۔ زکوان اسے کھینچتا ہوا ایک کھائی کے قریب لے آیا اچانک مزگان کا ہاتھ کسی نے مضبوطی سے پکڑا تھا زکوان کا منہ دوسری طرف تھا اس نے مزگان کو کھینچ کر کھائی میں پھینکنا چاہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔

شام۔ مزگان زور سے چینی۔ شام نے زور دار جھٹکے سے مزگان کو اپنی طرف کھینچ لیا اس کے زخم سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا شام نے زکوان کو گردن سے پکڑا اور اوپر اٹھا کر زور سے زمین پر دے مارا وہ تڑپنے لگا شام نے ایک نظر اسے دیکھا مزگان کو ساتھ لئے چل پڑا۔

شام ہٹ جاؤ۔ اچانک ایک زوردار آواز آئی شام پھرتی سے مزگان کو لے کر ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ تیزی سے آتا ہوا آگ کا ایک گولہ سیدھا گزر گیا شام جلدی سے سامنے آیا زکوان دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن اچانک وہاں شام کا باپ نمودار ہوا جیسے ہی زکوان نے آگ کا گولہ شام کی طرف پھینکا

شام کے باپ نے اسے خبردار کر دیا اور زکوان کی طرف اپنا ہاتھ کر کے اسے زور سے جھکا دیا تو اس میں سے تیز شعاعیں نکلیں اور زکوان کو اپنی پیٹ میں لے لیا زکوان کا جسم جلنے لگا شام بھاگ کر اپنے باپ کے پاس آیا اور ان سے لپٹ گیا۔

بابا جان۔ آپ یہاں کیسے وہ پوچھ رہا تھا۔ بیٹا ہم کوہ قاف کے بادشاہ ہیں اور ہمیں بل بل کی خبر رہتی ہے تم ہمیں بے خبر سمجھتے ہو وہ کھٹکی سے بولے۔

نہیں نہیں بابا جان ایسی بات نہیں ہے۔ اچھا ہوا آپ آگے اس شیطان کا خاتمہ ہو گیا شام اطمینان سے بولا۔

اے تمہارا زخم گہرا ہے ایک منٹ رو شام کے بابا نے اپنا ہاتھ شام کی طرف کر دیا شعاعیں زخم پر پڑیں اور زخم کھ بھر میں غائب ہو گیا ہاں بھی بہو کو بھی لے چلو وہ خوشی سے بولے۔

بابا پلیز آپ چلیں میں آتا ہوں۔ شام ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

کیوں کیا ہوا بیٹا خیریت تو ہے ناں۔ وہ پریشان ہو گئے۔

ہاں بابا خیریت ہے آپ گھر چلیں وہ کچھ پریشانی سے وہاں سے چلے گئے شام نے کچھ لمحے درخت کے پاس کھڑی مزگان کو دیکھا جو سوالہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے شام اس کے قریب ہوا اور کہا۔

تمہیں واپس جانا ہے ناں اپنے ماں باپ کے پاس چلو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں یہ کہہ کر شام نے مزگان کا ہاتھ پکڑا مزگان نے بولنا چاہا لیکن اسے موقع نہ مل سکا چند لمحوں میں وہ اپنے گیٹ کے پاس کھڑی تھی جاؤ اپنے گھر شام نے سپاٹ لیجے میں کہا۔ وہ عجیب سی گفتگو کی حالت میں اندر داخل ہوئی اندر داخل ہوتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ

آگے بڑھی اس کے ماما بابا باہر لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہی ان کی نظر مزگان پر پڑی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور حیرت سے اسے دیکھنے لگے مزگان روتے ہوئے آگے بڑھی۔

وہیں رک جاؤ۔ اس کے بابا کی پاٹ دار آواز لاؤنج میں گونجی۔ اب کیا لینے آئی ہو یہاں پہلے ہی تمہاری وجہ سے ہماری بہت بدنامی ہو چکی ہے اب کیا تماشہ دیکھنے آئی ہو ہماری عزت کو جو تم نے چار چاند لگائے تھے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں ہمیں دفع ہو جاؤ یہاں سے اس کے ساتھ جس کے ساتھ گھر سے بھاگی تھی اس کے بابا پیچھے۔ بابا نہیں میری بات سنیں میں بھاگ کر نہیں گئی تھی میری بات تو سنیں۔ بس میں نے کہہ دیا کچھ نہیں سننا اب ہمیں رجو رجو دھکے دے کر نکال دو اسے یہاں سے میں اس کی شکل تو کیسا کاسایہ بھی نہیں دیکھنا چاہتا ملازم دوڑتا ہوا آیا اور مزگان کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچ کر باہر نکالنے لگا وہ تڑپنے لگی اس نے اپنا آپ ملازم سے چھڑا اور بابا کے قدموں میں گر گئی بابا پلیز میری بات سنیں وہ بری طرح رو رہی تھی اس کے بابا نے نفرت سے اسے دیکھا اور غصے سے وہاں سے چلے گئے۔ مزگان نے ماما کی طرف دیکھا وہ بھی رخ موڑ کر وہاں سے چلی گئی جیسے اس سے کوئی تعلق ہی نہیں اسے یقین نہیں آ رہا تھا رشتے اس طرح بھی بدلتے ہیں خون اس طرح بھی سفید ہو سکتے ہیں وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باہر آنے لگی۔ وہ باہر نکل کر رو دی۔

دیکھ لیا تم نے اپنوں کو بہت یاد کرتی تھی ناں ان کو انہیں تم سے زیادہ اپنا اسٹیشن عزیز ہے۔ مزگان نے شام کی طرف دیکھا اور اپنے آنسو پونچھے۔ میں بہت بری ہوں شام میں تمہارے ساتھ بہت برا کیا تمہارے قابل نہیں ہو مجھے مر جانا چاہیے ہاں مجھے مر جانا چاہیے وہ جوش سے کہتے ہوئے ایک طرف جانے لگی جب شام نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھاما

کیا پاگل پن ہے مزگان جب تم کو مجھ سے نفرت تھی تب برا کیا تھا یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے اب جب تمہیں لگا کہ میں اچھا ہوں تو اب میرے ساتھ برا کرنے جا رہی ہو مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ وہ غصہ میں الجھتے ہوئے بولا۔

اب میں نے کیا برا کیا ہے۔ مزگان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

مرنے جا رہی ہو یہ کیا میرے ساتھ اچھ کر رہی ہو تمہیں معلوم کہ تم میرے لیے کیا ہو پھر اس طرح کیوں کر رہی ہو شام نے بے بسی سے کہتے ہوئے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ اپنی ایم سواری شام میں تمہیں ہمیشہ دکھ ہی دیتی آئی ہوں کبھی کوئی خوشی نہیں دے سکی میں بالکل بھی اچھی نہیں ہوں مزگان افسردہ لہجے میں بولی۔ نہیں مزگان تم بہت اچھی ہو۔ میرے دل سے پوچھو اور اس اچھائی کا ثبوت تمہیں ابھی دینا ہو گا شام پر شوق نظروں سے اسے دیکھنے لگا کیسا ثبوت۔ وہ حیران ہوئی۔ میرے ساتھ چلو میرے مگر جہاں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں پیار ہی پیار ہے چلو کی ناں میرے ساتھ اس نے امید بھری نظروں سے مزگان کی طرف دیکھا۔ اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ میرا تمہارے سوا اب کوئی نہیں شام میں خود کو اس قابل تو نہیں سمجھتی کہ تم جیسے عظیم شخص کی ہم راہی میں چلوں لیکن اسے اپنی خوش قسمتی ضرور سمجھوں گی مزگان نے کہتے ہوئے شام کا ہاتھ تھام لیا۔ تھینک یو مزگان تم نہیں جانتی ہو کہ میں آج کتنا خوش ہوں آج مجھے میری منزل مل گئی ہے جس کے پیچھے میں بہت خوار ہوا ہوں شام خوشی سے جھوم اٹھا تھا اور دونوں اس مگر چل پڑے جہاں خوشیاں ان کی منتظر تھیں مزگان شام کی طرف دیکھا اور دھیرے سے گنگنائی۔

دھنک کے بل پر چل کے۔
گنگن کے پار جاتے ہیں
چلو ہم جا جاتے ہیں

راہ حق کا مسافر

-- تحریر: کامران ٹیلل -- واہ گارڈن -- واہ کینٹ --

میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار شیطان جادوگر کے پیٹ میں چھوئی وہ تکلیف سے بچنے لگا اور مجھ سے معافیاں مانگنے لگا میں اسے کیسے معاف کر سکتا تھا وہ تو انسانیت کا دشمن تھا اور اللہ کا منکر تھا اسے معاف کرنا انسانیت کی توہین تھی میں قیامت کے روز ان لڑکیوں کے سامنے شرمسار نہیں ہونا چاہتا تھا جن کی زندگیوں کو اس شیطان سادھو نے ایک پتھر کے سامنے قربان کر دیا تھا اس بت پر دو بارہ میری نگاہ پڑی تو میں غصہ سے لال پڑا ہو گیا میں نے سادھو کو چھوڑا اور بت کی جانب چل پڑا میں نے تلوار کا ایک بھر پورا اس کی گردن پر کیا جب تلوار بت کی گردن سے ٹکرائی تو اس سے ایک چنگاڑی نکلی میں ابھی دوسرا وار کرنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے سادھو نے مجھ پر حملہ کر دیا اس کے ہاتھ میں ایک چمکدار تلوار تھی اس نے اپنی تلوار پیچھے سے میری ٹانگ میں پیوست کر دی میں درد کی شدت سے چلا اٹھا اس نے تلوار میری ٹانگ سے نکالی اور وہ دوبارہ مجھ پر حملہ کرنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی میں نے اس کو ایک فلائنگ کلک ماری جس سے وہ گر پڑا اور تلوار بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی میں نے لپک کر اس کی تلوار اٹھالی اور اتنے میں وہ دوبارہ اٹھ چکا تھا اپنی تلوار کو میرے ہاتھ میں دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا اس نے ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے قریب ہی تین بھیانک شکلوں والے بھوت نمودار ہوئے ان تینوں کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے جڑے تھے سادھو نے ان سے کہا کہ وہ مجھے ختم کر دیں اس کا حکم سنتے ہی وہ تینوں میری طرف بڑھنے لگے میں نے سفید ہونے کو حاضر ہونے کا دروازہ اٹھان بھوتوں کے مجھ تک پہنچنے سے پہلے وہ سفید ہولہ نمودار ہو چکا تھا اس نے ایک ہی پھونک ماری تو ان تینوں بھوتوں کے جسم بھٹ گئے اور ان کے اعضا غار میں پھیل گئے۔ میں سادھو کی طرف بڑھنے لگا مجھے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر سادھو پیچھے ہٹنے لگا اور غار سے باہر دوڑ لگا دی میں بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑا اس کی رفتار بہت تیز تھی میں بھی اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہا تھا اور پھر جلد ہی میں اس تک پہنچ گیا میں نے اس کو نیچے گرا دیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

جون کا مہینہ تھارات کے بارہ نک رہے تھے شہر کی سڑکوں پر لوگوں کی رونقیں آہستہ آہستہ ماند پڑتی جا رہی تھیں میں اپنے گھر کی چھت پر کھڑا تھا ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی جو دل کو سرد دے رہی تھی وقت گزرتا چلا گیا شہر کی سڑکیں بالکل ویران ہو گئیں اچانک سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں میری نظر ایک سائے پر پڑی اس کے چلنے کے سائل سے لگتا تھا کہ وہ کوئی عورت ہے وہ جب میرے گھر کے سامنے پہنچی



رات کو کوہ قاف سے ایک جن آتا ہے اور وہ لڑکیوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے مجھے اس بات پر یقین نہیں تھا میرے پاس نورانی طاقتیں تھیں۔ میں نے اپنے علم کے ذریعے یہ معلوم کر لیا تھا کہ لڑکیوں کو غائب کرنے والا کوئی جن بھوت نہیں بلکہ ایک انسان ہے میں نے اس انسان کے بارے میں جاننے کی بہت کوشش کی تھی لیکن وہ بہت طاقتور تھا اور میری طاقت اس کی طاقت کے آگے بے بسی تھی لیکن آج مجھے لگ رہا تھا کہ میں اس لڑکی کے ذریعے اس شاطر انسان تک ضرور پہنچ جاؤں گا مجھے لگ رہا تھا کہ یہ لڑکی بھی اسی انسان کے جادو کے زیر اثر چل رہی ہے اور یہ بھی یقیناً وہیں جائے گی جہاں پہلے غائب ہونے والی لڑکیاں گئی تھیں وہ لڑکی مسلسل چلتی جا رہی تھی ایک گلی سے نکل کر وہ دوسری گلی میں داخل ہوئی اور پھر اس گلی سے نکل کر وہ سڑک پر چلنے لگی میں مسلسل اس کا پیچھا کر رہا تھا کافی دیر وہ اسی طرح سڑک پر چلتی رہی اور پھر شہر کی آبادی سے نکل کر ایک ویران علاقے میں داخل ہوئی اب تو مجھے سو فیصد یقین ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی اسی انسان کے جادو کے زیر اثر چل رہی ہے جو ہر رات لڑکیوں کو غائب کر دیتا ہے مجھے لگ رہا تھا کہ اس شاطر انسان کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں اس لڑکی کا پیچھا کر رہا ہوں اور وہ مجھ پر حملہ کر کے مجھے ختم کرنے کی کوشش کرے گا اس لیے میں نے اپنے آپ کو اس کے حملہ سے بچاؤ کے لیے تیار کر لیا مجھے یقین تھا کہ میں اس کی ہر چال سے بچ کر اس تک پہنچ جاؤں گا کیونکہ میں حق پر تھا وہ شیطان کا چیلہ تھا خدا را حق پر چلنے والوں کی مدد ضرور کرتا ہے اور انہیں ان کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ آخر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا وہ شیطان کا چیلہ اپنی چال چل گیا اچانک ایک خوفناک شکل والی چڑیل میرے سامنے نمودار ہوئی اس کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا خنجر تھا اس نے اس خنجر سے مجھ پر حملہ کیا میں نے اس کا دار اپنی

جادوئی طاقت کے ذریعے روکا میں نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر اس چڑیل پر پھونک ماری تو وہ پانی بن کر زمین میں جذب ہو گئی وہ لڑکی جس کا میں پیچھا کر رہا تھا مجھ سے بہت دور جا چکی تھی میں تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب ہونے لگا میں نے غور کیا کہ اس کی رفتار پہلے سے کافی تیز ہو چکی تھی میں اس کے پیچھے بھاگنے لگا اور جلد ہی اس کے قریب پہنچ گیا وہ لڑکی اسی طرح مدھوشی کی حالت میں چل رہی تھی اچانک زمین لرزنے لگی یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے بہت بڑا زلزلہ آگیا ہو میں سمجھ گیا کہ یہ بھی اس شیطان کی چال ہے وہ مجھ اپنے تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے مختلف حربے استعمال کر رہا تھا وہ زلزلہ ابھی تک جاری تھا اور اس سے درخت گرنے لگے اچانک ایک درخت مجھ پر گر کر جس سے میں شدید زخمی ہو گیا وہ درخت زیادہ بڑا نہ تھا ورنہ شاید میں اپنی جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا۔ میرے زخموں سے خون بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ مجھے بس اپنی منزل تک پہنچنا تھا اور میری منزل اس شیطان کے چیلے کی موت تھی مجھے کچھ دور ہی ایک پہاڑ دکھائی دیا وہ لڑکی اس پہاڑ کی جانب بڑھنے لگی میں اس کے پیچھے پیچھے تھا جلد ہی ہم اس پہاڑ کے نزدیک پہنچ گئے اس پہاڑ میں ایک غار تھی غار روشن تھی وہ روشنی بہت دور سے بھی دکھائی دیتی تھی وہ لڑکی اس غار میں داخل ہو گئی میں اس غار سے کچھ دور ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا مجھے یقین تھا کہ وہ شخص جس کے سحر میں لڑکی یہاں تک آئی ہے اسے میری موجودگی کا علم بھی ہوگا اور وہ مجھے ضرور تلاش کرنے باہر آئے گا کچھ دیر بعد ایسا ہی ہوا اس غار میں سے کوئی نکلا اور اسی درخت کی جانب آنے لگا جس کے پیچھے میں چھپا ہوا تھا۔ میں نے سوچا اس سے پہلے کہ وہ مجھ تک پہنچ جائے اور مجھ پر حملہ کرے مجھے خود اس پر حملہ کر دینا چاہیے اور پھر

میں نے ایسا ہی کیا میں نے کچھ جادوئی الفاظ پڑھ کر ہاتھ پر پھونک ماری تو ایک تلوار میرے ہاتھ میں آگئی وہ شخص درخت کے قریب چکا تھا میں نے ایک دم آگے بڑھ کر اس پر حملہ کر دیا وہ اس حملے کے لیے تیار بالکل بھی نہ تھا میں نے ایک ہی وار میں اس کا سر دھڑ سے علیحدہ کر دیا میں نے با آواز بلند اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور غار کی جانب بڑھنے لگا جلد ہی میں غار کے قریب پہنچ گیا جو جہنم میں اندر داخل ہوا سامنے کا منظر دیکھ کر میں حیران و پریشان رہ گیا وہاں ایک بہت بڑا بت تھا جس کا رنگ سرخ تھا بت کے قدموں میں اسی لڑکی کی لاش پڑی ہوئی تھی جس کا پیچھا کرتے ہوئے میں یہاں تک آیا تھا لاش کے قریب ایک بھیاں کی شکل والا سادھو کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ایک برتن تھا جس میں لاش کا خون تھا اس سادھو کا رنگ سیاہ تھا اس نے کپڑے بھی سیاہ رنگ کے پہنے ہوئے تھے اس کے گلے میں کھوپڑیوں کا ایک ہاتھ داڑھی اور بال بہت بڑے بڑے تھے وہ پاجمل دکھائی دیتا تھا اس نے میری جانب دیکھا اور ایک زوردار قہقہہ لگایا ہا ہا ہا اس کے بعد اس نے بولنا شروع کر دیا تم نے سمجھا تھا کہ تم نے مجھے ختم کر دیا ہے جسے تم نے مارا ہے وہ میرا ایک غلام تھا تم بھی مجھے نہیں مار سکتے میری طاقت کے مقابلے میں تمہاری طاقت بہت معمولی ہے تم مجھے مارنے آئے تھے لیکن افسوس تم مجھے نہیں مار سکتے بلکہ اب یہاں سے زندہ واپس بھی نہیں جا سکتے تمہاری موت تمہیں یہاں کھینچ کر لائی ہے تمہاری موت میرے ہاتھوں ہی ہوگی اس نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا اور چپ ہو گیا میں مسکراتے ہوئے بولا میں موت سے نہیں ڈرتا میں راہ حق کا مسافر ہوں اور راہ حق کے مسافر مر کر بھی زندہ رہتے ہیں اگر میری موت کا تمہارے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے تو پھر اسے کوئی نہیں ٹال سکتا لیکن اگر تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہوئی تو تمہیں آج دنیا کی کوئی بھی

طاقت مجھ سے نہیں بچا سکتی اس کے ساتھ ہی میں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور اس پر حملہ کر دیا میری تلوار اس کے بازو پر لگی اور اس کے بازو سے ٹکراتے ہی واپس پلٹ آئی میں حیرانگی سے اس جگہ کو دیکھنے لگا جہاں تلوار ٹکرائی تھی۔ اس جگہ پر کسی قسم کا کوئی بھی نشان دیکھائی نہیں دے رہا تھا اسے کوئی بھی زخم نہیں آیا تھا مجھے حیرانگی میں دیکھ کر اس نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا میں نے تمہیں کہا تھا ناں کہ تمہاری طاقت میرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے اور تمہیں موت میرے ہاتھوں سے آئے گی۔ لیکن میں تم کو اتنی آسانی سے نہیں ماروں گا میں تڑپا تڑپا کر تمہیں ماروں گا اس کے ساتھ ہی اس نے ایک منتر پڑھ کر مجھ پر پھونکا اور میرا دماغ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ جب ہوش آیا تو میں ایک ویرانے میں تھا اور میرا پورا جسم سو جا ہوا تھا اور بہت درد ہو رہا تھا اذیت کی وجہ سے میری چیخیں نکلنے لگیں۔ تکلیف کی وجہ سے مجھ سے اٹھنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی میں نے بڑی مشکل سے اپنے اندر ہمت پیدا کی اور اٹھ بیٹھا جو جہنم میری نظر اپنے ارد گرد پڑی خوف کی وجہ سے میری سانس رکنے لگی میرے چاروں طرف سانپ ہی سانپ تھے شاید میرے جسم میں تکلیف انہی کے ڈسنے سے ہو رہی تھی ان کا زہر میرے خون میں شامل ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے میرا پورا جسم درد کر رہا تھا میں بہت بری طرح تڑپ رہا تھا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جلد ہی میری روح میرے جسم سے پرواز کر جائے گی اچانک مجھے ایسی طاقت کا خیال آیا میں ایک منتر پڑھ کر ان سانپوں کو پھونک ماری لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا وہ بدستور مجھے ڈسنے میں مصروف تھے میں اذیت سے چلاتا رہا ایک بار پھر میرے حواس میرے قابو میں نہ رہے اور میں بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو میں ایک سرسبز علاقے میں ایک خوبصورت جمیل کے پاس گھاس پر لیٹا ہوا تھا میں بالکل نارمل ہو چکا تھا جسم سے درد اور سوچ

دونوں غائب تھے سورج غروب ہونے کے قریب تھا مجھے خیال آیا کہ میری فجر کی نماز ظہر اور عصر کی نمازیں قضا ہو چکی ہیں میں نے اٹھ کر جمیل کنارے ٹھنڈے ٹھنڈے پانی سے وضو کیا اتنے میں سورج غروب ہو چکا تھا میں نے مغرب کی نماز ادا کی اس کے ساتھ ہی میں نے فجر ظہر اور عصر کی قضا نماز ادا کیں رات کی تاریکی آہستہ آہستہ چلی جاتی جا رہی تھی مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس جگہ پر ہوں اتنی حسین جگہ میں نے اس سے پہلے بھی نہیں دیکھی تھی وہاں ہر طرف سبزہ سبزہ تھا میں اٹھ کر ایک جانب چل پڑا ابھی میں تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ مجھے اپنے قریب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا مجھے یوں لگا جیسے کوئی میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے میں حیرانگی سے اپنے ارد گرد دیکھنے لگا لیکن مجھے کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا میں سمجھ گیا کہ وہ ضرور کوئی غیر انسانی مخلوق ہے جو میرے ساتھ ساتھ چل رہی ہے اور مجھے دکھائی نہیں دے رہی ہے میں نے اسے دیکھنے کے لیے ایک خاص ورد پڑھا تو مجھے وہ دکھائی دینے لگا وہ واقعی انسان نہیں تھا بلکہ ایک بہت ہی ڈروانی شکل والا بھوت تھا وہ میرے بالکل قریب تھا۔

کون ہو تم۔ میں نے اس سے پوچھا۔ وہ میری جانب حیرانگی سے دیکھنے لگا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ مجھے دکھائی دے رہا ہے اس نے تو اپنے جادو کے ذریعے اپنے آپ کو مجھ سے چھپا رکھا تھا لیکن میری نورانی طاقت اس کی شرکی طاقت سے زیادہ تھی اس لیے وہ مجھے دکھائی دینے لگا تھا وہ بدستور خاموش تھا میں نے ایک بار پھر اس سے کہا۔ بتاؤ کون ہو تم اور یہ کون سی جگہ ہے اس بار میری آواز میں رعب و غصہ شامل تھا جس سے وہ ڈر گیا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ میں ذریام جادوگر کا غلام ہوں تم اس وقت جس جگہ پر ہو یہ کوہ قاف کے مشرق میں واقع ہے اور۔۔

اور یہاں ذریام جادوگر کی حکومت ہے۔ کیا کیا میں اس وقت کوہ قاف میں ہوں۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا تو وہ بولا۔ ہاں تم اس وقت ذریام جادوگر کے علاقے میں ہو جو کہ کوہ قاف میں واقع ہے۔

لیکن میں یہاں کیسے پہنچا۔ آج صبح ذریام جادوگر تمہاری دنیا میں گیا تھا وہاں اس نے تمہیں دیکھا تم بہت بری حالت میں تھے تمہارے ارد گرد ہزاروں سانپ تھے جو تمہیں ڈس رہے تھے اور تم بے ہوشی کی حالت میں تھے ذریام جادوگر کو تم پر ترس آ گیا اور وہ تمہیں اپنے ساتھ کوہ قاف لے آیا اس نے اپنے جادو کے ذریعے تمہارے جسم سے سانپوں کا زہر نکال لیا ہے اب تم بالکل ٹھیک ہو وہ چپ ہو گیا۔ میں نے ایک لمبی سانس لی اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا آسمان پر ستارے جگمگا رہے تھے کچھ دیر میں میری نگاہیں آسمان پر جمی تھیں پھر میں نے ذریام جادوگر کے غلام کی طرف دیکھا اور کہا۔

تمہارا ذریام جادوگر کہاں ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں میری بات سن کر وہ بولا۔ میں آپ کو ذریام جادوگر کے پاس لے چلتا ہوں آپ میرے پیچھے پیچھے آتے جائیں۔ اتنا کہہ کر وہ ایک طرف کو چلنے لگا میں اس کے پیچھے چلنے لگا وہ مجھے لے کر ایک محل کے سامنے پہنچ گیا دروازے پر دو بھیا تک شکلوں والے بھوت کھڑے تھے وہ بھوت جو مجھے ساتھ لایا تھا وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر چلا گیا مختلف راہدار یوں سے گزرنے کے بعد ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے اس کمرے میں ایک شخص بیٹھا تھا جس کی عمر تیس برس تھی مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی مجھے اس نے اندر آنے کا اشارہ کیا میں اندر چلا گیا جبکہ وہ بھوت جو مجھے ساتھ لے کر آیا تھا وہ واپس چلا گیا۔

آؤ بیٹھو اس نے کہا تو میں اس کے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا بہت قسمت والے ہو جو ان سانپوں سے بچ گئے ہو اگر میں تمہیں نہ دیکھتا تو ہو سکتا تھا کہ وہ تمہیں مار ڈالتے۔

زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے مجھے موت سے ڈرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ میں اپنی جان اللہ کے راہ میں قربان کروں اور مجھے یقین ہے کہ میرا خدا میری مدد ضرور کرے گا میں تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے مجھے اذیت سے چھٹکارا دلایا اور اب میں تم سے اب اجازت چاہوں گا مجھے واپس اپنی دنیا میں جانا ہے۔

نہیں میں تمہیں اتنی جلدی واپس نہیں جانے دوں گا تم یہاں میرے مہمان ہو اور ہم مہمانوں کو یوں واپس نہیں جانے دیتے تم یہاں کم از کم دو مہینے ٹھہرنا ہوگا۔ اس نے کہا تو میں بولا۔

نہیں ذریام جادوگر میں یہاں ایک دن بھی نہیں رہ سکتا مجھے ابھی اور اپنی وقت اپنی دنیا میں واپس جانا ہے اور اس ہندو سادھو کو ختم کرنا ہے جو انسانوں کی جانوں سے کھیل رہا ہے میں چپ ہو گیا تو ذریام جادوگر بولا۔

وہ ہندو سادھو میرا بھی دشمن ہے اس کو تم اکیلے ختم نہیں کر سکتے ہم دونوں کو مل کر اس کا مقابلہ کرنا ہوگا تب ہی وہ مرے گا۔

ہاں تو ٹھیک ہے اگر تم میرا ساتھ دینا چاہتے ہو تو ابھی میرے ساتھ چلو ہم دونوں آج ہی اس سادھو کا کام ختم کر دیتے ہیں میں نے کہا تو وہ بولا۔

نہیں آج نہیں ابھی میں ایک چلہ کر رہا ہوں اس چلے کے بعد میری طاقتیں بڑھ جائیں گی اور پھر ہم آسانی سے اس ہندو سادھو کو ختم کر سکیں گے وہ چپ ہو گیا تو میں نے کہا۔

تمہارا چلہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں۔ صرف پانچ دن۔ اور یہ پانچ دن تم کو انتظار کرنا

ہوگا اس کے بعد تمہارا اور میرا مشترکہ دشمن ہم سے بچ نہیں سکے گا تمہیں بھوک تو لگ رہی ہوگی آؤ چل کر کھانا کھاتے ہیں۔

اس نے کہا اور ساتھ ہی اٹھ گیا اور چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلا گیا میں بھی اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا پھر اس نے مجھے میرا کمرہ دکھایا اور کہا آج تمہارا یہ کمرہ ہے تم یہاں آرام کیا کرنا اور مزے کی نیند سویا کرنا میں اس کی بات سن کر کمرے میں چلا گیا تو وہ اپنے کمرے میں چلا گیا میں نے عشاء کی نماز ادا کی اور لیٹ گیا نیند میری آنکھوں سے کسو بخود نہ آ سکی دل بے چین تھا میں یہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا ہر رات کی طرح آج رات بھی کوئی نہ کوئی لڑکی اس شیطان کے ہاتھوں ماری جا چکی ہوگی اور اسے کسی بھی اس کے ہاتھوں مرنے سے نہیں بچایا ہوگا۔

میں چاہتا تھا کہ میں اڑ کر اس سادھو کے پاس پہنچ جاؤں اور یوں میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دوں اڑ کر اس تک پہنچنے کی طاقت تو میرے پاس تھی لیکن اس کو ختم کرنا تھا تو مشکل تھا ذریام جادوگر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ اس سادھو کو ختم کرنے میں میری مدد کرے گا اس سے مجھے کچھ حوصلہ ہوا تھا مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ بہت جلد میں اس سادھو کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا میری اس سے زانی کوئی دشمنی کوئی نہیں تھی وہ انسانیت کا دشمن تھا اور اللہ کو جھٹلانے والا تھا اسی وجہ سے میں اسے اپنا بدترین دشمن سمجھتا تھا نہ جانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گیا۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو رات کی تاریکی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی میں کمرے سے باہر نکلا اچانک مجھے ایک کمرے سے سرگوشیوں کی آواز سنائی دی وہ کمرہ ذریام جادوگر کا تھا میں اس کے کمرے کے قریب گیا تو مجھے اس کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔ ذریام جادوگر کہہ رہا تھا۔

اس لڑکے کو اپنے ہاتھ سے نکلنے نہ دینا وہ ہمارے لیے بہت اہم ہے ہمیں اس سے بہت سے کام نکلوانے ہیں میں نے اس کے سامنے بھی ظاہر کی اسے میں اسی خدا کو مانتا ہوں جسے وہ مانتا ہے یعنی میں بھی مسلمان ہوں اور وہ بے وقوف انسان سمجھ ہی نہیں سکا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تم بس سامنے کی طرح اس کے ساتھ رہنا اور اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھنا کہ میں اس کے ساتھ ملکر ہندو سادھو کو ختم کر دوں گا اب تم جاؤ۔

اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گیا میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور سوچنے لگا کہ میں ایک اور شیطان کے چنگل میں پھنس گیا ہوں میں بھی کتنا پاگل تھا کہ بغیر سوچے سمجھے اس جادوگر پر یقین کر لیا اور اسے اپنا ہمدرد سمجھنے لگا۔ اب مجھے اس ہندو سادھو کے ساتھ ساتھ زریام جادوگر کا بھی خاتمہ کرنا تھا ہاں میں اسے بھی جہنم واصل کر دوں گا۔ میں نے چند جادوئی الفاظ پڑھے تو ایک سفید ہیولہ میرے سامنے حاضر ہوا میں نے اس سے کہا۔

مجھے انسانی دنیا میں پہنچاؤ بس سفید ہوئے نے مجھے آنکھیں بند کرنے کو کہا میں نے آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد دوبارہ اس کی آواز سنائی دی آنکھیں کھول دو میں نے آنکھیں کھولیں تو میں اپنے گھر میں تھا میں نے وضو کر کے فجر کی نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے گزرا کر مدد کی دعا مانگی اچانک میرے دماغ میں میرے محترم استاد کا خیال آیا اس مشکل وقت میں وہ میری بہت مدد کر سکتے تھے میں نے ان سفید ہیولے کو پھر سے حاضر کیا اور کہا۔

مجھے میرے استاد محترم تک پہنچا دیں۔
آنکھیں بند کرو اس نے پہلے کی طرح کہا میں نے آنکھیں بند کیں تو کچھ ہی دیر میں ایک غار کے پاس کھڑا تھا اسی غار میں میرے استاد محترم رہتے تھے میں غار کے اندر داخل ہو گیا غار میں ایک چراغ جل

رہا تھا جس کی روشنی پورے غار کو روشن کر رہی تھی وہ اس چراغ کے قریب ہی بیٹھے ہوئے قرآن پاک پڑھ رہے تھے میرے قدموں کی آہٹ سن کر وہ چونک سے گئے اور میری جانب دیکھا انہوں نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کو کہا میں ان کے قریب ہی بیٹھ گیا وہ دوبارہ سے تلاوت میں مشغول ہو گئے ان کی آواز بہت ہی مٹھی مٹھی اور سیریلی بھی میں توجہ سے تلاوت سنتا رہا جی چاہتا تھا کہ میں ساری عمران کے پاس بیٹھا رہوں وہ تلاوت کرتے رہیں اور میں سنتا رہوں وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا جب استاد محترم نے تلاوت ختم کی تو دو پہر ہو چکی تھی انہوں نے سب سے پہلے میرا حال پوچھا اور بولے۔

ہاں اب بتاؤ مجھ تک کیسے پہنچے کیا کام آن پڑا ہے مجھ سے میں نے انہیں کہا۔
ایک سادھو جوان لڑکیوں کی زندگیوں سے کھیل رہا ہے اس کے علاوہ کوہ قاف میں ایک اور شیطان چادوگر ہے مجھے لگتا ہے کہ وہ بھی انسانوں کی جانیں قربان کر کے طاقتیں حاصل کر رہا ہے وہ مجھے بھی اپنے چنگل میں پھنسانا چاہتا تھا لیکن میرے اللہ نے مجھے اس سے بچالیا۔ میں ان دونوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے اگر آپ میرا ساتھ دیں تو ہم انشاء اللہ ان دونوں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے وہ بولے۔

مسلمان میں اس نیک کام میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں جس طرح کی مدد کی ضرورت ہو میں کروں گا میں ویسے بھی اب یہی سوچ رہا تھا کہ اپنی تمام طاقتیں تم کو دے دوں کیونکہ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں نجانے کس لمحے میری زندگی کی شام ہو جائے وہ اٹھے اور غار کے ایک کونے کی جانب بڑھنے لگے چند منٹوں بعد وہ واپس آئے ان کے ہاتھ میں ایک چمکدار موتی تھا انہوں نے وہ موتی میری جانب بڑھا

دیا اور کہنے لگے۔

مسلمان بنا اس موتی میں میری تمام طاقتیں ہیں تم اس موتی کو نگل لو میری تمام طاقتیں تمہیں ملی جائیں گی میں نے وہ موتی نگل لیا جیسے ہی وہ موتی میرے حلق سے نیچے اتر اتو میں بھنے آپ کو پہلے سے کئی گنا زیادہ طاقتور محسوس کرنے لگا استاد محترم نے دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کیا ان کی غار سے نکلنے کے بعد میں نے سفید ہیولے سے کہا مجھے گھر پہنچاؤ۔ ظہر کا وقت ہو چکا تھا میں نے نماز ادا کی اور رات ہونے کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا کیونکہ رات کو میں نے اس ہندو سادھو سے مقابلہ کرنے جانا تھا اسی بے چینی کے عالم میں میری آنکھ لگ گئی۔ اسنے قریب کسی کی موجودگی کے احساس سے میری آنکھ کھلی میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور حیرانگی سے ارد گرد دیکھنے لگا لیکن مجھے کمرے میں کوئی بھی دکھائی نہ دیا میں سمجھ گیا کہ یہ ضرور کوئی جن بھوت ہے جس نے اپنے آپ کو مجھ سے پوشیدہ رکھنے کے لیے کوئی خاص منتر پڑھ رکھا ہے میں نے بھی ایک خاص چلے کا ورد پڑھ کر اپنے چاروں جانب پھونکیں ماریں تو وہ مجھے دکھائی دینے لگا وہ وہی زریام جادوگر کا غلام تھا جو مجھے زریام جادوگر کے محل تک لے کر گیا تھا۔

تم یہاں کیوں آئے ہو میں نے رعب دار آواز میں کہا۔ تو وہ غصے سے کانپنے لگا ایسا لگ رہا تھا کہ وہ مجھے کچا چبا جائیگا میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ چیختے ہوئے بولا۔

تم ہمارے علاقے سے ہماری اجازت کے بغیر کیسے بھاگ آئے۔ اس کی آواز اتنی گونج رہی کہ مجھے اپنے کانوں کے پردے سمجھتے ہوئے محسوس ہوئے میں اس سے ڈرنے والا تھوڑی تھا میں نے کہا۔

میں تمہارا یا تمہارے زریام کا غلام نہیں ہوں جو تم سے اجازت لے کر آتا تم لوگوں نے تو مجھے اپنے جاہل میں پھنسانے کی کوشش کی ہے لیکن میری قسمت

راہِ حق کا مسافر

خونفاک ڈائجسٹ 93

جنوری 2014

اچھی تھی جو میں تمہاری اور زریام کی فطرت کو جان گیا مجھ پر تمہاری اور زریام جادوگر کی اصلیت کھل گئی تم لوگ شیطان کے چیلے ہو اور میں اس کا دشمن ہوں اور راہِ حق کا مسافر ہوں میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف تم جیسوں کو ختم کرنا ہے اور انشاء اللہ میں تمہاری اس شیطانی بستی کو بھی ضرور ختم کر دوں گا جاؤ اور اپنے زریام جادوگر سے کہہ دو کہ مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ میں بہت جلد اسے فنا کرنے آ رہا ہوں میں نے کہا تو وہ بولا۔

میں تمہیں لینے آیا ہوں تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا میرے آقا نے تجھی سے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں ہر صورت میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر آؤں۔
ایسا بھی سوچنا بھی مت کہ میں تمہارے ساتھ چل پڑوں گا تم جاؤ ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھ گے میں نے کہا تو اس نے مجھے گھورا اور کہا۔
نہیں میں تمہیں ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔

لگتا ہے تم پر میری باتوں کا کوئی بھی اثر ہونے والا نہیں ہے میں تم کو ابھی بتاتا ہوں میں نے اتنا کہہ کر ورد پڑھا اور اس کی زندگی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ وہ میرے سامنے ہی جل کر مر گیا۔ میں نے پرسکون سانس لی اور پھر رات ہو گئی میں نے عشاء کی نماز ادا کی اور اس سادھو کا نایا مٹانے کے لیے چل دیا۔ راستہ کا فی لہا تھا میں دل ہی دل میں اللہ کا ورد کرتا ہوا چلتا جا رہا تھا میرے اندر ذرا بھی خوف نہ تھا کیونکہ مجھے اپنے اللہ پر پورا یقین تھا کہ وہ میرے ساتھ ہے اس لیے دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس سادھو کا خاتمہ کرنے سے نہیں روک سکتی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں اپنی منزل کے قریب پہنچتا چلا گیا۔ چاند کی روشنی میں مجھے راستہ تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی لاسٹ ٹائم میں اس لڑکی کا پیچھا کرتے ہوئے اس غار تک پہنچا تھا جہاں وہ ہندو سادھو قیام پذیر تھا اس وقت میں نے رستے کو اچھی

خونفاک ڈائجسٹ 92

جنوری 2014

راہِ حق کا مسافر

طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ اچانک ایک بھیاں تک شکل والی چڑیل میرے سامنے حاضر ہوئی اس کی خوفناک شکل دیکھ کر میرے رو کھٹے کھڑے ہو گئے اس کے سر کے بال اتنے لمبے تھے کہ وہ زمین سے ٹکرا رہے تھے چہرہ جلا ہوا تھا آنکھ صرف ایک ٹھنی دانٹ بہت لمبے تھے ہونٹ نہیں تھے ہاتھ پاؤں کی ناخن ایک ایک فٹ تک لمبے تھے مجھے دیکھتے ہی اس نے ایک زہریلا قہقہہ لگایا اور میری جانب بڑھنے لگی میں نے ایک خاص منتر پڑھ کر اس پر پھونک ماری میرا خیال تھا کہ وہ جل کر مر جائے گی لیکن یہ دیکھ کر مجھ پر ہر توں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ ایسے بالکل کوئی اثر نہ ہوا وہ میرے قریب پہنچ چکی تھی اس نے اپنے ہاتھوں کے بڑے بڑے ناخن میرے جسم میں کھمبو دیئے جس سے میرا جسم زخمی ہو گیا اور میرے منہ سے ایک اذیت ناک چیخ نکل گئی میرے جسم سے بہت تیزی سے خون بہنے لگا اچانک مجھے اس سفید ہولے کا خیال آیا جو میری خاص طاقت تھا اور وہ میری مدد کر سکتا تھا میں نے ورد پڑھ کر اسے بلایا مجھے اذیت میں دیکھ کر اسے شدید غصہ آ گیا اس نے ایک لمحہ سے پہلے ہی اس پر حملہ کر دیا وہ چڑیل جس نے اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے مجھے بری طرح زخمی کیا تھا اس کے سامنے یوں چلانے لگی کہ یوں لگ رہا تھا کہ وہ ابھی مرنے والی ہو اور پھر ایسا ہی ہوا اس کا جسم پھٹ گیا اور اعضا ادھر ادھر بھرنے لگے میں نے شکرانہ نظروں سے سفید ہولے کی طرف دیکھا تو وہ ہولے۔

تم نیک کام کرنے جا رہے ہو اس لیے مجھے بہت خوشی ہے کہ میں نے تمہاری مدد کی ہے جب بھی تمہیں میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے ایسے ہی بلایا کرنا اتنا کہہ کر وہ سفید ہولہ غائب ہو گیا۔ اور میں اس سادھو کی جانب چل دیا۔ میرے جسم سے خون ابھی بھی بہہ رہا تھا اور بہت تکلیف بھی ہو رہی تھی لیکن مجھے اس وقت اس تکلیف کی چنداں پروا نہ تھی میرے دل

میں سادھو کے خلاف نفرت کا جو لاوا ابل رہا تھا اس نے میری اس تکلیف کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا میں ایک بار پھر اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا اچانک کسی نے پیچھے سے مجھ پر حملہ کر دیا میں بڑی مشکل سے سنبھلا میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک بھیڑیا تھا جو مجھ سے کچھ دور کھڑا غرا رہا تھا میں نے ایک منتر پڑھا تو میرے ہاتھ میں تلوار آگئی میں اس بھیڑیے کی جانب بڑھنے لگا مجھے اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھ کر وہ پیچھے ہٹنے لگا میں اس کے قریب پہنچ چکا تھا اچانک اس نے پیچھے جانا چھوڑ دیا اور تیزی سے اگے کی جانب بھاگا اس نے مجھے ایک زور دار ٹکر ماری میں اس حملے کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا اس لیے سنبھل نہ سکا اور اچھل کر کئی فٹ دور جا گرا میں پہلے ہی زخمی تھا بھیڑیے کی اس ٹکر کے بعد میں مزید زخمی ہو گیا میرے زخموں سے بہتا ہوا خون تیز ہو گیا میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو مجھ سے اٹھنے کی ہمت نہ ہوئی میں نے اپنی پوری قوت ٹانگوں میں اکٹھی کی اور اٹھ کھڑا ہوا میری تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھی میں نے بھاگ کر وہ تلوار اٹھائی اور بھیڑیا کی طرف ہوا وہ ایک مرتبہ پھر مجھ پر حملہ کے لیے تیار تھا وہ اپنی پوری رفتار سے میری طرف بھاگا لیکن اب میں اس کے ہر حملہ کے لیے تیار تھا وہ جوئی میرے قریب پہنچا میں آگے سے ہٹ گیا بھیڑیا ایک درخت سے جا ٹکرایا اور گر پڑا میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور آگے بڑھ کر تلوار سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور ایک بار پھر سادھو کی طرف چل دیا اب راستہ بہت کم رہ چکا تھا مجھے امید تھی کہ دوبارہ مجھ پر کوئی حملہ نہ ہوگا۔ میرے زخموں سے بہتا ہوا خون رک گیا تھا اور درد کی شدت میں بھی کمی آچکی تھی مجھے وہ پہاڑ دکھائی دینے لگا جس کے ایک غار میں سادھو رہتا تھا میں نے اپنی رفتار تیز کر دی تاکہ جلد از جلد اس

غار تک پہنچ جاؤں میں غار کے قریب پہنچ گیا آج بھی اس غار میں روشنی دکھائی دے رہی تھی میں غار کے اندر داخل ہوا وہ سادھو سرخ بت کے قدموں میں بیٹھا ہوا اس سے مدد مانگ رہا تھا آج تمہارا یہ شیطان آقا تم کو مجھ سے کسی صورت میں بھی بچائیں سکتا اس لیے مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ میں نے کہا تو اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر خوف کے سائے دکھائی دینے لگے تمہارا کیا خیال ہے کہ ان سانپوں کے ڈسنے سے میں مر جاؤں گا اور تمہارا راستہ صاف ہو جائے گا یہ صرف تمہاری سوچ تھی دیکھو میں تمہارے سامنے زندہ سلامت کھڑا ہوں آج میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں آؤ میرے سامنے مقابلہ کرو مجھ سے وہ سادھو اس بت کے قدموں میں گر پڑا اور اس سے اپنی زندگی مانگنے لگا وہ بت خود پتھر کا تھا بھلا وہ اس کو کیسے زندگی دے سکتا تھا میں نے آگے بڑھ کر اسے بت کے قدموں سے اٹھالیا اور ایک زوردار گھونسا اس کے منہ پر دے مارا اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار اس کے پیٹ میں چھوئی وہ تکلیف سے چیخنے لگا اور مجھ سے معافیاں مانگنے لگا میں اسے کیسے معاف کر سکتا تھا وہ تو انسانیت کا دشمن تھا اور اللہ کا منکر تھا اسے معاف کرنا انسانیت کی توہین تھی میں قیامت کے روز ان لڑکیوں کے سامنے شرمسار نہیں ہونا چاہتا تھا جن کی زندگیاں اس کو اس شیطان سادھو نے ایک پتھر کے سامنے قربان کر دیا تھا اس بت پر دوبارہ میری نگاہ پڑی تو میں غصہ سے لال پیلا ہو گیا میں نے سادھو کو چھوڑا اور بت کی جانب چل پڑا میں نے تلوار کا ایک ٹکڑا پورا کر اس کی گردن پر کیا جب تلوار بت کی گردن سے ٹکرائی تو اس سے ایک چنگاڑی نکلی میں ابھی دوسرا وار کرنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے سادھو نے مجھ پر حملہ کر دیا اس کے ہاتھ میں ایک چمکدار تلوار تھی اس نے اپنی تلوار پیچھے سے میز کی ٹانگ میں

پیوست کر دی میں درد کی شدت سے چلا اٹھا اس نے تلوار میری ٹانگ سے نکالی اور وہ دوبارہ مجھ پر حملہ کرنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی میں نے اس کو ایک فلائنگ کلک ماری جس سے وہ گر پڑا اور تلوار بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی میں نے لپک کر اس کی تلوار اٹھائی اور اسے میں وہ دوبارہ اٹھ چکا تھا اپنی تلوار کو میرے ہاتھ میں دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا اس نے ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے قریب ہی تین بھیاں تک شکلوں والے بھوت نمودار ہوئے ان تینوں کے ہاتھوں میں جھپٹے ہوئے خنجر تھے سادھو نے ان سے کہا کہ وہ مجھے قتل کر دیں اس کا حکم سنتے ہی وہ تینوں میری طرف بڑھنے لگے میں نے سفید ہولے کو حاضر ہونے کا ورد پڑھا ان بھوتوں کے مجھ تک پہنچنے سے پہلے وہ سفید ہولہ نمودار ہو چکا تھا اس نے ایک ہی پھونک ماری تو ان تینوں بھوتوں کے جسم پھٹ گئے اور ان کے اعضا غار میں پھیل گئے۔ میں سادھو کی طرف بڑھنے لگا مجھے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر سادھو پیچھے ہٹنے لگا اور غار سے باہر دوڑ لگا دی میں بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑا اس کی رفتار بہت تیز تھی میں بھی اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہا تھا اور پھر جلد ہی میں اس تک پہنچ گیا میں نے اس کو نیچے گرا دیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی تھی میں اللہ کے حضور سجدے میں گر گیا اس نے مجھے بہت بڑی کامیابی عطا کی تھی میں نے شکرانے کے نواہل ادا کئے اور غار کی جانب چل دیا جاتے ہی میں نے اس شیطان بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور غار سے باہر نکل گیا رات آدھی سے زیادہ ہو چکی تھی میں سوچنے لگا اب کیا کروں گھر جاؤں یا پھر ذریعہ کو ختم کرنے کوہ قاف جاؤں کافی دیر سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے آج ہی ذریعہ جادو گر کا ناپاک وجود بھی اس دنیا سے مٹا دینا ہوگا میں نے سفید ہولے کو حاضر کیا اور کہا۔

مجھے ذریعہ کے علاقے میں پہنچا دو

انہوں نے مجھے آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ اپنی آنکھیں بند کرلو میں تم کو تمہاری منزل تک پہنچا دیتا ہوں میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور پھر وہ مجھے لے اڑے۔

اب آنکھیں کھول دو۔

جب میں نے آنکھیں کھولیں تو میں ذریعہ جادوگر کے محل کے سامنے کھڑا تھا وہ سفید ہیولہ دیکھو میں جنات کا مقابلہ کر سکتا ہوں چڑیلوں کو مار سکتا ہوں بڑے سے بڑے دیو سے لڑ سکتا ہوں لیکن کسی بھی جادوگر سے نہیں لڑ سکتا ہوں کاش میں ایسا بھی کر سکتا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اس سے لڑو اس کو واصل جہنم کر دو تم بہت اچھے راستے پر چل رہے ہو دنیا سے برائی کا خاتمہ کر رہے ہو ان لوگوں کے لیے موت بنے ہوئے جو دوسروں کی زندگی سے کھیل رہے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں میں موت کا خوف پھیلا ہوا ہے جو انسانوں کے خون سے پرورش پاتے ہیں لڑوان سے اور ان کو ایسی موت دو کہ کوئی دوسرا شیطانی کام کرنے سے توبہ کر لے۔

انشاء اللہ۔ میں نے کہا۔

اب میں چلتا ہوں۔ جادوگر کو مارنے کے علاوہ اگر میری ضرورت پیش آئے تو مجھے بلا لینا میں آ جاؤں گا۔ اتنا کہہ کر وہ سفید ہیولہ میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور ذریعہ کے محل کی جانب چل دیا دروازے پر وہی پہلے والے بھوتوں کو دیکھا میں نے ایک خاص ورد پڑھ کر ان پر بھونکا تو وہ دونوں ترپنے لگے اور ان کے جسم پانی بن کر زمین میں جذب ہو گئے۔ میں مین گیٹ سے اندر داخل ہو گیا مین نے جو نبی اندر قدم رکھا میں حیران و پریشان ہو گیا وہاں جن بھوتوں کی ایک لمبی لائن لگی ہوئی تھی وہ سب بہت ہی خوفناک تھے ان سب کا مقابلہ کرنا میرے بس میں نہ تھا میں

نے اسی سفید ہیولے کو بلایا اور کہا۔

میری مدد کریں میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں اکیلا ان سب بھوتوں سے نہیں لڑ سکتا۔ میری بات سن کر وہ ہیولے تم فکر نہ کرو میں ان سب کو ایسی موت ماروں گا کہ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے گا اتنا کہہ کر وہ ان کا مقابلہ کرنے لگے اور پھر ایک ایک کر کے وہ سب کو ہی مارتے چلے گئے میں دیکھ رہا تھا ان کے ہاتھوں سے روشنی نکلتی تھی جو سامنے والے کو ایک لمحہ سے پہلے آگ لگا دیتی تھی ایک ایک کر کے وہ سب ہی ختم ہونے لگے۔

اچانک آگ کا لالہ میری جانب آیا اور اس نے مجھے اپنی پلیٹ میں لے لیا میرے کپڑوں کو آگ لگ گئی میں چلانے لگا ہیولے نے مجھے اذیت میں دیکھا تو ایک لمحہ میں انہوں نے میرے جسم کو لگی ہوئی آگ کو بجھا دیا۔

میں نے ان بھوتوں کا صفایا کر دیا ہے اب تم جاؤ اور ذریعہ کا خاتمہ کر دو اس کے ظلمات سے انسانوں کو بچاؤ اتنا کہہ کر وہ سفید ہیولہ غائب ہو گیا۔ میں ذریعہ کے کمرے میں جانے لگا کئی راہداریوں سے گزرنے کے بعد میں اس کے کمرے تک جا پہنچا۔ مجھے اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ مسکرایا اور بولا۔

مسلمان مجھے تمہارا ہی انتظار تھا تم کہاں چلے گئے تھے میرا چلہ ختم ہو گیا ہے اب ہم بہت جلد اس سادھو کا مقابلہ کرنے جا رہے ہیں جس نے تمہیں موت کے منہ تک پہنچا دیا ہے اور پھر میں نے تمہیں مرنے سے بچایا تھا میں نے کہا۔

ہاں میں جانتا ہوں کہ تم نے اس دن میری زندگی بچائی تھی لیکن آج تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکتے یہ کہتے ہی میں نے اس پر حملہ کر دیا لیکن وہ بچ گیا۔ اور میری جانب آگ بجھتی آگ کا وہ گولہ میرے جسم سے ٹکرایا اور اس نے میرے جسم کو آگ لگا دی میں نے ایک ورد پڑھ کر ذریعہ کی جانب

چوبہ مارا جسے اب اب اب اب اب اب اب اب اب اب میں چلے گئے وہ لمحوں میں ہی جل کر راکھ ہو گیا میرا سارا جسم بھی جل چکا تھا لیکن میں خوش تھا کہ میں نے اس ناپاک انسان کو مار دیا ہے اور خود بھی راہ حق میں اپنی جان دینے لگا ہوں۔

قارئین کرام یہ تو بھی راہ حق کے ایک مسافر کی کہانی جس نے راہ حق پر چلتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی مرنے کے باوجود بھی وہ بہت خوش تھا موت کے وقت بھی اس کی روح پرسکون تھی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس کا ایمان مضبوط تھا اور جن کا ایمان پختہ ہوتا ہے وہ حق کی خاطر خوشی سے اپنی جان قربان کر دیتے ہیں لیکن افسوس آج ہمارا ایمان کمزور ہو چکا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ ہمارے دلوں میں ایمان کی طاقت تقریباً ختم ہو چکی ہے اس لیے ہمیں مظلوم مسلمان بھائیوں کی آواز سنانی نہیں دیتی ہے آج ہمیں ہمارا بیت المقدس پکار رہا ہے لیکن ہمارا ایمان اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ ہمیں اس کی پکار سنائی نہیں دے رہی ہے کیوں ہمارے دلوں میں وہ ایمان نہیں ہے جو ایک مسلمان کے دل میں ہونا چاہیے ہمیں اسے گریبانوں میں جھانکنا ہوگا اور سوچنا ہوگا کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے ہمیں دنیا کا فخر ختم کرنا ہوگا اور ایسی راہ پر چلنا ہوگا جو ہمیں آخرت میں روشن زندگی دے سکے۔ ہمیں بھی راہ حق کا مسافر بننا ہوگا۔ کاش ہم سوچ لیں۔ اے کاش ایسا ہو جائے۔ قارئین کرام یہ دنیا فانی ہے یہاں کسی نے بھی ہمیشہ نہیں نہیں رہنا ہے ایک نہ ایک یہاں سے کوچ کر جانا ہے اور ایک ایسی زندگی کی طرف چلے جانا جو ہمیشہ ختم ہونے والی نہیں ہے کیا ہم نے اس زندگی کے لیے تیاری کی ہوئی ہے۔ کیا ہم نے اس بارے میں کبھی سوچا ہے نہیں ناں۔ ہاں اگر نہیں سوچا تو ہمیں سوچنا چاہیے کیونکہ اسی میں ہی ہم سب کی بہتری اور خوشی ہے اسی میں راہ حق کی پہنچان ہے۔

غزل

کیسی خوشیاں پائیں، کیا جہاں سجایا تھا کسی کے ارمانوں کے کھنڈر پہ اپنا محل بنایا تھا بو کر آنکھوں میں کانٹے، دے کر ہجر کے آنسو لوٹ کر چین کسی کا محل کا بستر چنویا تھا کر کے محفلیں سونی، چین کے سنے کسی کے دے کر غم فراق خوشیوں کا دیپ جلایا تھا کھو کر اپنے کو، دے کر غم چاہنے والے کو تم ہی سوچو کتنا کھویا کتنا پایا تھا جیون کر کے سونا، توڑ کے سارے وعدے وفا کے بدلے بے وفا تو نے اپنا جہاں بسایا تھا کیسے خوش رہو گے تم، کیسے سکوں پاؤ گے جلو گے ہجر کی آگ میں جس میں مجھے جلایا تھا پھر ہمیں یاد کرو گے، پھر دکھ کا احساس کرو گے ہر سمت ڈھونڈو گے جسے اپنے ہاتھوں سے گتویا تھا ساون جیسے ٹوٹ کے چاہا تھا دل کی گہرائیوں سے اپنا تھا (ملک علی رضا فیصل آباد)

غزل

آنکھوں کے راستے تجھے دل میں اتارا تھا تو پیار تھا پہلا صنم مجھے جان سے پیارا تھا اب لوٹ ہی آئے ہو تجھے دل میں جگہ دیں گے تو نے کتنی بے دردی سے موجوں میں اتارا تھا اب یاد کر وہ دن جب تم نے یہ کہہ ڈالا تیرے جیسے لاکھوں ہیں میں نے صنم گزارا تھا نہیں پیار ملا تجھ کو میرے پان چلے آئے میں نے تیری پیاس کے لیے سمندر کو اچھالا تھا۔ تیری یاد میں آنکھیں میری برسی ساون کی طرح پھر بھی تجھے اے بادل کب میں نے پکارا تھا۔ نہیں بھولے تجھے شگدل نہ ہوئے راتوں کو۔ ہر دن تیری یاد میں رورو کر گزارا تھا۔ غلام رسول پری۔ قصور

لال چشمہ

--- تحریر: نامعلوم --- محترمہ آپ نے اپنا نام نہیں لکھا۔

جونہی رات ہوئی تو میں نے چلہ شروع کر دیا اور ورد پڑھنے لگی۔ ابھی چلہ شروع کیا ہی تھا کہ کئی چڑیلیں میرے سامنے آ گئیں ان سب کے ہی پاؤں اٹے تھے اور لمبے لمبے دانت تھے ان کے منہ سے خون بہہ رہا تھا ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی ابھی کسی کا خون پی کر آ رہی ہوں بال اتنے لمبے تھے کہ زمین پر ٹکرا رہے تھے رنگ کالے سیاہ تھے اور ان کی آنکھوں میں جیسے بلب لگے تھے جن سے لال رنگ کی روشنی نکل رہی تھی میں یہ سب دیکھ کر کانپ کر رہ گئی میرا دل دھڑکنے بند ہو گیا تھا مجھے لگا کہ آج میری موت یقینی ہے میں ہی ان چڑیلوں کا شکار بنوں گی اور یہ میرا بھی خون پی جائیں گی۔ وہ ایک ایک کر کے میرے پاس آنے لگیں اور جو جو بھی حصار سے ٹکرانی وہی ان کو آگ لگ جاتی اور جل کر راکھ بن جاتیں۔ ان کی چیخیں ایسے گونجنے لگ جاتی تھیں جیسے جنگل میں بجائے کیا کچھ ہو رہا ہے۔ ان کے مرنے کے بعد مجھے کچھ سکون ملا یکدم آتما میرے سامنے آئی اس کے قبضے میں میرے تمام سامھی تھے وہ بولی اگر تم اپنے ساتھیوں کو زندہ بچانا چاہتی ہو تو چلہ چھوڑ کر باہر آ جاؤ ورنہ ایک ایک کر کے میں ان سب کو مار ڈالوں گی میں نے دل میں سوچا کہ اب جو ہونا ہے ہو جائے میں چلہ نہیں چھوڑوں گی میں نے اپنی تمام توجہ چلہ پر دے دی اور میرے چلہ کا وقت ہونے والا تھا کہ مجھے زریاب کی آواز سنائی دی۔ عانتشہ یہ بانی کی بوتل اس چڑیل پر پھینک دینا۔ اس کو آگ لگ جائے گی اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ میں نے بوتل کو دیکھا جو میرے پاس ہی پڑے ہوئی تھی مجھے آتما اپنی طرف آتی ہوئی دکھائی دی اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ بے بس ہو چکی ہے اپنی تمام ہمت مار چکی ہے میرے سامنے آ کر وہ رک گئی اور مجھ سے بولی۔ عانتشہ مجھے معاف کر دو۔ اور باہر آ جاؤ میں تمہیں کچھ بھی نہیں کہوں گی۔ میں بھلا اس کو کیسے معاف کر سکتی تھی کبھی بھی نہیں میں اپنا چلہ مکمل کرتی جا رہی تھی جو کچھ ہی محسوس کا رہ گیا تھا جب میں نے اپنا چلہ مکمل کر لیا تو بانی کی بوتل کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس کا ڈھکن کھولا اور سارا بانی اس آتما پر ڈال دیا۔ میرے ایسے کرنے کی دیر ہی کہ اس کے منہ سے بھیا تک قسم کی چیخیں نکلے لگیں اس کو آگ لگ گئی وہ تڑپنے لگی آگ نے پوری طرح اس کو جلانا شروع کر دیا تھا۔ وہ چیخ بھی جاری تھی اور ادھر ادھر بھاگے بھی جا رہی تھی آگ نے پوری طرح اس کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا پھر وہ بے بس ہو کر گر گئی اور اس کا جسم جلتے جلتے دھواں بنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

ماما کالج کا ٹرپ جا رہا ہے ایک ہفتے کے لیے گی جنگلوں میں۔ ماما نے انکار کر دیا۔
وادی کی تلاش میں ہمیں ایک بڑے جنگل پلیز ماما سب دوست جا رہی ہیں آپ مجھے جانے دیں۔ پلیز ماما پلیز۔ وہ ہمت کرنے لگی۔
اچھا ٹھیک ہے چلی جانا۔

تھینکس ماما۔ لیکن پاپامان جائیں گے ناں۔
تم ان کی فکر نہ کرو میں ان کو منالوں گی۔ جاؤ
ور فریش ہو جاؤ میں تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں ٹھیک
ہے میں ابھی آتی ہوں رات میں جب میں کھانا کھا
کر فارغ ہوئی تو میں نے اپنی پیکنگ شروع کر دی
اور میں آج بہت خوش تھی کیونکہ مجھے جنگلوں میں
گھومنے کا بہت ہی شوق تھا صبح کے سات بجے جب
میری آنکھ کھلی تو میں جلدی سے تیار ہو کر سب کی
عائیں لیے کالج پہنچی جہاں سب دوستیں میرا انتظار
کر رہی تھیں جن میں نور اور ثناء بھی شامل تھیں یہ میری
بچپن کی سہیلیاں تھیں کیونکہ ہم ہمیشہ ایک ساتھ کھیلتی
تھیں اور پڑھتی تھیں اس لیے وہ میری بہت اچھی
سہیلیاں تھیں اس ٹرپ میں ہمارے ساتھ کچھ لڑکے
بھی شامل تھے اور پھر سراسر احمد کی ہدایت پر ہم سب بس
میں سوار ہو گئے پھر جیسے ہی بس روانہ ہوئی ہم سب
نے گانا بجانا شروع کر دیا۔ پورے راستے میں ہم نے
بت اُٹھوائے کیا پھر شام تک ہم راستے میں رکتے
وئے آخر کار چترال کی خوبصورت سے وادی میں پہنچ
گئے جہاں کے بارے میں ہم نے سنا تھا کہ ہندو
بہب کا ماننا ہے کہ وہاں کے پہاڑوں میں ان کے
یوتا بھولے تاحر رہتے ہیں اور ان کا سچا پیر وکا ذہنی
برف ان پہاڑوں کو پار کر سکتے ہیں خیر یہ تو ان کا
عتیدہ تھا ہم مسلمان ہونے کے ناطے ایسے عقیدے
یقین نہیں رکھتے تھے اب ہم وادی کی تلاش کی حدود
میں داخل ہو چکے تھے یہ وادی اپنی خوبصورتی میں بے
نال تھی ہم سارا دن جنگل میں گھومیں گے اور ہمیں
پرل ہی جان ہے کیونکہ آگے بس کے جانے کا راستہ
میں تھا جب سراسر احمد نے ہمیں بتایا تو ہم سب اپنا اپنا
مامان لیے ان کے پیچھے چل پڑے ابھی ہم کچھ ہی
صلے پر گئے تو ہمیں کچھ لوگ ملے جو شاید کہیں آس
ن ہی رستے تھے انہوں نے ہمیں کہا۔
آپ لوگ اس جنگل میں مت جائیں یہاں

آج تک جو بھی گیا ہے وہ زندہ بچ کر نہیں آیا یہ جنگل
موت کا پیغام لاتا ہے ہم سب ان کی انہیں باتوں سے
مارے حیرت کے چونک پڑے کہ آخر کار اس جنگل
میں ایسا کیا ہوگا جو سب لیے موت کا باعث بنتا ہے
اب تو ہماری بے چینی اور بھی بڑھ گئی اور ہم نے ان
سے کہا۔

ہم ایک بار اس جنگل میں جا کر ضرور دیکھیں
گے اور اس جنگل کا راز جانے کے لیکن پھر ان لوگوں
نے ہمیں بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر ہم اپنے آگے
کے ہونے والے حالات سے بے خبر ہو کر اپنی منزل
کی طرف بڑھ گئے جب ہم جنگل میں پہنچے تو ہلکا سا
اندھیرا چھانے لگا ہم نے مل کر ایک جگہ پر ٹیمپ لگا لیے
اور پھر قریب پڑی ہوئی لکڑیاں اٹھائیں اور ان سے
آگ جلائی اور پھر سب نے مل کر کھانا کھایا کھانا
کھانے کے بعد ہم نے صبح کی پلاننگ شروع کر دی
سب لوگ مل کر کافی دیر تک باتیں کرتے رہے ثناء
نے اپنے ساتھ ایک کمرہ بھی لایا تھا کیونکہ اسے
تصویریں بنانے کا بے حد شوق تھا اب رات بہت
ہو چکی تھی اس لیے سب اٹھ کر اپنے کمپ میں جانے
لگے میں ثناء اور نور بھی چلے آئے سب لوگ اپنے
اپنے کمپ میں جا کر سو گئے تھے لیکن مجھے نیند نہیں
آ رہی تھی میں سونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن پوری
طرح ناکام ہو رہی تھی پھر اچانک مجھے قدموں کی
آہٹ سنائی دی پہلے تو میں بھی کہ شاید کمپ میں سے
کوئی باہر آیا ہو لیکن اس خیال سے مجھے ایک جھٹکا لگا
کہ کمپ کے سب لوگ تو سوچے ہیں تو میں صرف
ایک ہی بات سوچ رہی تھی کہ یہ قدموں کی آہٹ کس
کی ہوگی ہو سکتے کہ جنگل میں کوئی جانور ادھر آ نکلا ہو پھر
جب تک میں دیکھ نہ لیتی تو مجھے چین نہیں آ سکتا تھا اس
لیے میں ہمت کر کے اٹھی اور کمپ سے باہر نکل آئی
میں ثناء اور نور کو جگانا مناسب نہ سمجھا آہستہ آہستہ
قدموں کے ساتھ میں کمپ سے باہر نکل تو ادھر ادھر

دیکھنے لگی لیکن وہاں تو کوئی جانور نظر نہیں آ رہا تھا میں
نے اسے اپنا وہم سمجھا جب میں واپس مڑنے لگی تو ہوا
کے ایک جھونکے نے مجھے کسی کی موجودگی کا احساس
دلایا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک درخت کے پیچھے
مجھے ایک سایہ دکھائی دیا میرے سارے حواس جاگ
اٹھے میں لاشعوری طور پر اس سائے جانب بڑھنے لگی
لیکن جب میں اس کے قریب پہنچی تو اس سائے کو
دیکھ کر میرے حواس بھج کر رہ گئے میرا دل مارے خوف
کے کاٹنے لگا اور میرے قدم وہیں جم کر رہ گئے تھے یہ
منظر دیکھ کر میری زبان ساکت ہو گئی جب تک میں
اپنے آپ کو سنبھال پائی تب تک وہ سایہ وہاں پر ہی
موجود تھا وہ سایہ کسی جانور کا نہیں بلکہ ایک نوجوان
لڑکے کا تھا اور اس کی مسکراہٹ سے ایسے محسوس
ہوتا تھا جیسے وہ اس وقت کسی جنگل میں نہیں بلکہ اپنے
کسی عالی شان محل میں کھڑا ہو اور ہوا بھی ایسا ہی وہ
جنگل ہی اس کا محل تھا وہ نوجوان ابھی تک کھڑا
مسکرا رہا تھا اس کی مسکراہٹ کو دیکھ کر مجھے اپنا خوف کم
ہوتا وہ اندھ محسوس ہوا لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ
کون ہے اور اتنی رات کو اس گھنے اور خوفناک جنگل
میں کیا کر رہا ہے اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھنے کی
ہمت کرئی اس نے خود ہی کہا۔

میرا نام زریاب ہے اور میں تمہارا ہی انتظار
کر رہا تھا۔
اس کی یہ بات سکر میں حیران ہی رہ گئی مجھے کچھ
بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں کیا کروں میں اس سے
کچھ قدم پیچھے ہٹ گئی اس کی آواز سنائی دی۔
عائشہ کو۔ میری بات سنو۔
اس کی زبان سے اپنا نام سن کر خوف سے میرا برا
حال ہونے لگا کہ یہ میرا نام کیسے جانتا ہے لیکن اس
وقت ایک اور بات مجھ پر بجلی کی طرح گری وہ یہ کہ وہ
نوجوان ایک انسان نہیں بلکہ ایک جن تھا اس نے مجھ
سے کہا۔

میں بہت عرصہ سے تمہیں چاہتا آ رہا ہوں تم
مجھے بہت ہی پسند ہو۔
دیکھیں۔ میں نے بہت کوشش کے بعد ہمت
کر کے زبان کھولی انسانوں اور جنات کی دنیا بہت
الگ ہوتی ہے۔
ہاں جانتا ہوں۔ وہ یکدم بول پڑا۔ کیا جنات
انسانوں سے پیار نہیں کر سکتے جنات انسانوں سے
پیار کرتے ہیں اور انسان بھی جنات سے پیار کرتے
ہیں۔ ایسا ہو جانا کوئی بھی مشکل کام نہیں ہے اور نہ ہی
کچھ عجیب ہے۔
وہ بولتا جا رہا تھا اور میں اس کی باتیں سنتی جا رہی
تھی مجھے اب اس سے کوئی بھی خوف نہیں آ رہا تھا
کیونکہ میں جان گئی تھی کہ وہ مجھے کوئی نقصان نہیں
پہنچا سکتا۔ اس نے اپنے گلے میں پہنا ہوا ایک نہایت
ہی خوبصورت لاکٹ اتار کر میری طرف بڑھایا
اور کہنے لگا۔
عائشہ یہ رکھ لو جب بھی تم کو میری ضرورت ہو تم
اس لاکٹ کو ہاتھوں میں رگڑنا میں حاضر ہو جایا کروں
گا۔
نہیں نہیں مجھے نہیں لینا یہ لاکٹ۔ میں نے
ڈرتے ہوئے اس سے کچھ اور پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تو
وہ میری اس ادا پر مسکرا دیا۔
عائشہ مجھ سے ڈرو نہیں میں تمہارا اپنا ہوں۔ یہ لو
پکڑو۔ اس نے اس قدر دھمکے لہجے سے کہا کہ میں
نے اس کے ہاتھ سے لاکٹ پکڑ لیا تو وہ بولا۔ اب
میں چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ اور میں اس
جگہ کو دیکھنے لگی جہاں وہ کھڑا تھا اس کے غائب ہوتے
ہی مجھے ہر طرف سے خوف آنے لگا میں ایک دم کمپ
کی طرف بھاگی۔ اور سکون کے ساتھ نور کے ساتھ ہی
لیٹ گئی سب لوگ ہی گہری نیند سو رہے تھے میں اس
کے بارے میں سوچنے لگی وہ مجھے کیوں چاہتا ہے مجھے
کیوں پیار کرتا ہے اس نے مجھے کہاں دیکھا تھا میں تو

اس کو جانتی تھی تک نہیں ہوں اور نہ ہی کبھی اس کو اپنے آس پاس بھی محسوس کیا ہے۔ میں ایسی ہی باتیں سوچتی چلی گئی اور پھر سو گئی۔

صبح ناشتہ کرنے کے بعد سب نے ہی جنگل میں گھومنے پھرنے کا فیصلہ کر لیا اور ضروری چیزیں ساتھ رکھ لیں کہ راستہ میں ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے شام نے اپنا کیمرو بھی ساتھ لے لیا میں نے انہیں کچھ بھی نہ بتایا تھا کہ رات کو میرے ایسا واقعہ پیش آیا ہم سب ہی باہر نکل گئے اور جنگل کی طرف چل دیے۔ دن بھر ہم جنگل میں گھومتے پھرتے رہے لیکن مجھے بھی تک ایسا کچھ بھی دکھائی نہیں دیا تھا یا سنا دیا تھا جو یہاں آنے سے پہلے لوگوں سے سنا تھا مجھے یوں لگ رہا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں خواہ مخواہ خوف بھردیا گیا ہوا ہے اصل حقیقت کوئی بھی نہیں ہے۔ خیر ہم لوگ جنگل میں انجوائے کرتے رہے شام نے تصویریں بھی بنائیں ہم نے نہ صرف اپنی بلکہ مختلف مقامات کی بھی تصاویر بنائیں خوب مزالے رہی تھی سب لوگ ہی بہت خوش تھے شام تک ہم لوگ جنگل میں گھومتے پھرتے رہے نہ کسی کو خوف آیا اور نہ ہی ہمارے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جو ہم لوگوں کو کہہ سکتے کہ یہاں یہ کچھ ہے۔ کچھ بھی نہ تھا وہاں۔ ہم نے جہاں موجود تھے وہاں ہی رات بسر کرنے کا انتظام کر لیا کیونکہ سب کچھ ہمارے پاس ہی تھا۔ ہم نے یہی طے کیا ہوا تھا کہ جنگل میں ایک جگہ نہیں رہیں گے جہاں جہاں رات پڑتی رہے گی ہم وہاں ہی رات بسر کریں گے اور ایسا ہی کرنے لگے ہم لوگ شام کا کھانا تیار کرنے لگے وہاں جنگل میں ایک پانی کا چشمہ تھا جہاں سے ہم لوگ پانی بھی لے آئے تھے ہم کو کسی بھی قسم کی کوئی بھی دشواری نہ ہو رہی تھی ہم لوگوں نے کھانا تیار کیا اور سب نے ہی مل کھایا۔ اور پھر آگ کے ارد گرد ایک ساتھ بیٹھے رہے ہم سب بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ہمارے ایک ساتھی نے کہا

میں چشمے کے پاس جا رہا ہوں اور کچھ ہی دیر میں واپس آ جاؤں گا یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اور ہم سب پھر سے اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے یکدم ہمیں ایک چیخ کی آواز سنائی دی یہ آواز کسی اور کی نہ تھی بلکہ ہمارے اسی ساتھی کی تھی جو کچھ دیر پہلے چشمے کی طرف گیا تھا ہم سب اس آواز کی طرف بھاگے جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ کہاں جا سکتا ہے سب ہی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے تھے اور پھر ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کو تلاش کیا جائے۔ لہذا ہم نے اس کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ ہم نے اسے ایک دو گھنٹہ تلاش نہیں کیا تھا بلکہ پوری رات اس کو تلاش کرتے رہے ہم لوگ تھک چکے تھے لیکن اس کے باوجود بھی اس کو تلاش کر رہے تھے اس کو آوازیں دے رہے تھے لیکن اس نے نہ ملنا تھا اور نہ ہی ملا ہم تھک مار کر اپنے خیمے میں آ گئے رات اس کی تلاش میں بیت گئی تھی۔ ہمیں کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ یکدم کہاں چلا گیا ہے حالانکہ وہ چشمہ ہم سے زیادہ دور نہ تھا کچھ ہی فاصلہ پر تھا لیکن وہاں تو کیا پورے جنگل میں اس کا نام و نشان تک موجود نہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی جنگل جانور کا شکار بن گیا ہو۔ ہمارے ایک ساتھی نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

ہاں ایسا ہی ہو سکتا ہے ورنہ۔ اتنی جلدی اس کا غائب ہونا ایک عجیب سی بات ہے ہم کو متاثر رہنا ہوگا تاکہ ہم میں سے کسی کے ساتھ یہ واقعہ دوبارہ پیش نہ آئے۔ ہم لوگ اس چشمے کے پاس ہی موجود تھے اور اس کو تلاش کرنے کے لیے نظریں پانی میں جمائے ہوئے تھے ہمیں یوں لگا کہ پانی کے اندر کوئی چیز موجود ہو کیونکہ ایسا لگا تھا کہ کسی نے باہر کوئی چیز پھینکی ہو وہ دھڑم کی آواز ہمیں اپنے پیچھے سے سنائی دی تھی ہم لوگوں نے جونہی مڑ کر دیکھا تو ہمارے پاؤں سے جیسے زمین نکل گئی وہ کوئی چیز نہ تھی بلکہ ہمارے ساتھی کی لاش تھی اس کی عبرتاک موت کو دیکھ کر خوف

ہماری رگوں تک اتر آیا تھا وہ لاش کیا تھابڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھا جس پر گوشت نام کی کوئی بھی چیز نظر نہیں آ رہی تھی سب کی آنکھوں میں سوائے دکھ اور آنسوؤں کے کچھ نہ تھا۔ ہم لوگ خوف میں ڈوبے ہوئے اپنے خیمہ میں آ گئے۔ مجھے لاکٹ کا خیال آ گیا کہ اس نے کہا تھا کہ اس لاکٹ کو جب بھی ہاتھ پر رگڑ دی اور اسے پکارو گی تو وہ حاضر ہو جائے گا میں نے اس کو بلانے کا فیصلہ کر لیا اور لاکٹ کو نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس کو ہاتھوں میں رگڑنے لگی اور ساتھ ساتھ اس کو پکارنے بھی لگی یکدم وہ میرے سامنے آ گیا اس کے بول پر وہی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی لیکن اس لمحے میرے سامنے ہماری ساتھی کی موت تھی میں نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

ہمارے ایک ساتھی کی موت ہو گئی ہے اس کے جسم کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا گیا ہے بتاؤ یہ کس نے کیا ہے۔ میری بات سن کر اس کا چہرہ سجھ سا گیا۔ میں اس کے چہرے کو جھٹکتے ہوئے دیکھ کر حیران ہی رہ گئی اور پھر سے کہا۔ بتاؤ کیا بات ہے۔

بولائیں اس راز کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ کیسا راز۔ میں نے پوچھا۔ بولایہ کام اسی آتما کا ہے۔ کس آتما کا۔ میں خوفزدہ ہو گئی۔

یہاں ایک آتما رہتی ہے اور اب تم سب اس کا شکار بننے والے ہو تم سب ہی اس کے حصار میں پھنس گئے ہو۔

کیا کیا۔ میں خوف سے لرز گئی۔ آج سے کچھ سال پہلے کی بات تھی کہ یہاں ایک شادی شدہ جوڑا گھومنے آیا تھا جو کہ پاس ہی ایک چھوٹے سے گیٹ ہاؤس میں ٹھہرا تھا انہیں ایک لڑکی جو کہ بہت ہی خوبصورت تھی اس کے شوہر کا نام طلحہ تھا وہ اس روز وہاں رکے وہاں اس وقت صرف ایک ہی چوکیدار تھا اور ایک ملازم تھا صبح کو جب طلحہ میر

کی غرض سے باہر نکلا تو اس وقت اس گیٹ ہاؤس کا مالک وہاں آ گیا اور اس کی نظر لڑکی پر پڑی اس کے حسین سراپے کو دیکھتے ہی اس کے دل و دماغ میں شیطانی وسوسے ابھرنے لگے وہ عیاش انسان تھا اور لڑکیوں کو دیکھ کر اس کے اندر شیطان اٹھ اٹھاتا تھا۔ اس کا نام عالمگیر تھا اس نے موقع کا فائدہ اٹھایا اور لڑکی کو اپنے حوالے میں پھنسانے کی کوشش کرنے لگا لیکن لڑکی جان بچی تھی کہ اس کے ارادے شیطانی ہیں تو وہ وہاں سے بھاگ نکلی۔ لیکن وہ بھی کم طاقت والا نہ تھا کہ لڑکی کو بھاگنے دیتا اس نے لڑکی کو دیوبچ لیا اور اندر کمرے میں لے جا کر دروازہ بند کر دیا۔ لڑکی نے اس کے ہاتھوں پھنسنے کی پوری کوشش کی وہ بار بار اس کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا اور پھر اس نے ایک زوردار دھکا لڑکی کو دیا وہ ایک نیبل کے ساتھ ٹکرائی تو اس کی ایک جج نکل گئی چیخ کی آواز اس کے شوہر طلحہ نے سن لی وہ تیزی سے ہول پہنچ گیا۔ لیکن جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہاں لڑکی کی زخمی لاش پڑی ہوئی تھی اپنی بیوی کی موت دیکھ کر وہ خونخوار ہو گیا اور عالمگیر کی طرف بڑھنے لگا عالمگیر نے جان لیا کہ وہ اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا لہذا اس نے اسی کالج کے ٹکڑے سے اس کی گردن کاٹ دی جس سے ٹکڑا کر لڑکی زخمی ہوئی تھی۔ وہ بھی تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ عالمگیر نے ان دونوں کی لاشوں کو چشمہ کے قریب پھینک دیا۔ لیکن وہ درندہ صفت انسان زیادہ دن بچ نہ سکا ایک دن اس کی لاش ہاؤس میں پڑی دکھائی دی اس کو کسی نے بری طرح قتل کیا تھا اس کے جسم کے گوشت کے ٹکڑے کر دیئے تھے بس اس کے بعد تل کا یہ سلسلہ چلنے لگا۔ اور یہاں تک کہ یہاں جنگل میں جو بھی آتا وہ موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا زریاب کی اس کہانی کے بعد مجھے ان لوگوں کی باتیں یاد آنے لگیں جنہوں نے ہمیں یہاں آنے سے منع کیا تھا اتنے میں ایک جج سنائی دی اور وہ جن زریاب غائب

ہو گیا ہم سب باہری طرف دوڑے تو دیکھا کہ ہمارے دوستوں کی لاشیں اسی طرح چٹنے کے قریب پڑی ہوئی تھیں جس طرح پہلے ساتھی کی لاش تھی۔ اور چٹنے کا پانی ایسے ہو گیا تھا جیسا اس کا رنگ بدل گیا ہوا۔ پانی خون جیسا ہو گیا تھا یہ دیکھ کر ہم سب کے ہوش اڑ گئے۔

یہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری دوست نور چیتے ہوئے بولی اور میں بھی کچھ نہ کہہ سکی ہمارے چہروں پر خوف کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا میں تو سمجھ رہی تھی کہ اس جنگل کے بارے میں صرف کہانیاں ہیں یہاں کچھ بھی نہیں ہے لیکن اب یقین ہو گیا تھا کہ لوگوں نے جو کچھ بھی کہا تھا کچھ بھی غلط نہ کہا تھا۔

ہم چٹنے کے پاس سے ایسے بھاگے جیسے ہمیں ابھی کوئی پکڑ کر مار ڈالے گا۔ سب ہی یہ سوچ رہے تھے کہ اب کیا کیا جائے ہم رات بھر جاگتے رہے چہروں پر خوف موجود تھا نظروں سامنے ان کی لاشیں موجود تھیں کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

ہم سونے کی کوشش کر رہے تھے لیکن نیند آنے کا نام نہیں رہے تھے نور جو کہ کانپ رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ مجھے اندر سے خوف آ رہا ہے میں باہر جاری ہوں میں نے اس کو منع کیا لیکن اس نے میری ایک نہ سنی اور خیمہ سے باہر نکل گئی اور کچھ ہی دیر بعد یکدم ہمیں باہر سے زور زور سے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں ہم نے دیکھا تو ایک لمبے بالوں لڑکی ہماری ثناء کو بالوں سے پھینچتے ہوئے چٹنے کی طرف لے جا رہی تھی ہم اس کے چہرے کو نہ دیکھ پائے تھے لیکن ہم سب کو اتنا ضرور معلوم ہو گیا تھا کہ یہ وہی آتما ہے جس نے ہمارے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اس سے پہلے کہ ہم اسے دبا جانے سے روکتے وہ ثناء کو لیے چٹنے کے اندر چلی گئی اور چٹنے کا پانی پھر سے سرخ ہو گیا۔ میں مسلسل کانپ رہی تھی اور سوچ رہی

تھی کہ نور کو اس کی موت خیمہ سے باہر لے کر گئی تھی میں نے اسے منع بھی کیا تھا لیکن اس نے پیری ایک نہ کی تھی شاید موت اس کا باہر انتظار کر رہی تھی۔ میری ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ اتنے میں پانی میں پھنس گیا اور وہ آتما دوبارہ ابھری اس کا چہرہ دیکھ کر ہم مارے خوف کے پیچھے بنے گئے اس سے پہلے کہ ہم اس سے بچ سکتے اس نے سر اٹھ کر پکڑا اور اسی طرح چٹنے لگی جس طرح وہ ثناء کو کھینچ کر لے گئی تھی ہم تڑپ کر رہ گئے سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی ہم کچھ بھی نہیں کر پا رہے تھے ہمارے ساتھی کیے بعد دیگرے ایک ایک کر کے ہم سے دور ہو رہے تھے ان کی لاشیں دیکھنے کو مل رہی تھی میں مسلسل کانپ رہی تھی میں نے جلدی سے لاکٹ کر ہاتھوں میں رگڑا اور زریاب کو حاضر کیا وہ میرے سامنے آ گیا اور مجھے خوفزدہ دیکھ کر وہ تسلی آمیز لہجے میں بولا۔

بولا عائشہ تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں میں تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے کہا۔

زریاب کچھ کر دو ہمارے ساتھیوں کو مرنے سے بچالو مجھے بہت خوف آ رہا ہے میں یوں لگتا ہے کہ خوف سے ہی مر جاؤں گی۔

تم میرے ساتھ آؤ۔ اس نے اتنا کہا اور ایک طرف چلنے لگا میں چپ چاپ اس کے پیچھے چلنے لگی۔ ایک جگہ وہ رک گیا اور اس نے ایک بوتل مجھے دی اور کہا عائشہ ڈرنا مت اور تمہیں اپنے ساتھیوں کو بچانے کے لیے اس بھیا تک آتما کا خاتمہ کرنا ہوگا اسکے لیے تم کو ایک چلہ کرنا ہوگا جو تین دن ہے اور مجھے ایک اور لاکٹ دیا اور کہا اسے تم پہن لو اسے پہننے سے وہ آتما تمہیں چھو نہیں سکے گی اس کی یہ بات سن کر میں نے جلدی سے لاکٹ پہن لیا۔ دیکھو عائشہ میں ایک جن ہوں میں چل نہیں کر سکتا ہوں اس لیے تم سے کہہ رہا ہوں کہ یہ چلہ کرو اور آتما آج ہی شروع کر دے

ابھی سے شروع کر دو میں حصار بنانا ہوں تم اس حصار میں بیٹھ جاؤ اور کچھ بھی ہو جائے تم نے اس حصار سے باہر نہیں نکلنا اور پھر مجھے چلہ کا ورد یاد کرانے لگا جو میں نے کچھ دیر کی محنت کے بعد یاد کر لیا اور چلہ کرنے لگی وہ غائب ہو گیا تھا ابھی میں نے چلہ شروع ہی کیا تھا کہ مجھے ڈراؤنی آوازیں سنائی دینے لگی کہ تم ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی یہ آواز ایک ایسے خوفناک چیل کی تھیں جس کے دانت بہت ہی لمبے تھے اور آنکھوں کی جگہ گڑھے تھے اس کے بال بہت لمبے تھے وہ میری طرف بڑھنے لگی۔ میں اسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر کانپ کر رہ گئی اور اٹھنے لگی لیکن پھر یہ سوچ کر ہنسی رہی کہ اگر باہر نکل گئی تو یہ مجھے مار ڈالے گی اندر تو نہیں آئے گی ناں یہی سوچ کر میں چلہ کرنے لگی مجھے اب اپنے دوستوں اور خود کو مرنے سے بچانا تھا۔ مجھے زریاب کی آواز بھی سنائی دی جو کہہ رہا تھا۔

عائشہ تم نے ڈرنا نہیں ہے یہ تمہیں کچھ بھی نہیں کہے گی تم اپنا کام کرتی جاؤ۔

اس کی آواز سن کر مجھے تسلی ہو گئی تھی اور مجھ میں ہمت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ میرے ساتھ ہے وہ مجھے کچھ بھی نہیں ہونے دے گا وہ چیل مجھے ڈرانے کے لیے میرے قریب آتی جا رہی تھی اور میں چلہ کرتی جا رہی تھی جو ابھی اس نے میرے حصار کو ہاتھ لگا یا تو اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی اور وہ پیچھے ہٹ گئی۔ اور پھر غائب ہو گئی۔ میں نے اپنا چلہ جاری رکھا اور یوں آج کا چلہ مکمل ہو گیا۔

دوسرے دن ابھی میں نے چلہ شروع کیا ہی تھا کہ مجھ پر پتھر کی بارش ہونے لگی مگر حیران کن بات یہ تھی کہ کوئی بھی پتھر اندر حصار میں نہ آ رہا تھا باہر ہی گر رہے تھے میں مطمئن تھی کہ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن سب سے زیادہ نقصان اس بات کا ہوا کہ وہ چیل ہمارے دوستوں کو ہڑپ کر گئی تھی۔ ابھی یہ

واقعہ ختم ہوا ہی تھا کہ مجھے ہر طرف لگی ہوئی آگ دکھائی دینے لگی آگ کو دیکھ کر میں ڈر گئی لیکن اپنا چلہ نہ چھوڑا کیونکہ مجھے زریاب بار بار کہہ رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا بس تم اپنا کام کرتی جاؤ یہ آگ تمہیں کچھ بھی نہیں کہے گی نہ ہی تمہیں جلا سکے گی مجھ میں حوصلہ ہوا اور میں چلہ کرتی رہی اور یوں یہ واقعہ بھی ختم ہو گیا میں نے دیکھا کہ جنگل پہلے کی طرح تھا نہ اس میں آگ تھی اور نہ ہی کچھ اور۔ کچھ دیر تو ایسے ہی بیت گئی پھر یکدم مجھے اپنے سامنے ایک درندہ دکھائی دیا اس کو دیکھتے ہی میں لرز گئی اس کی زبان پر سے خون بہہ رہا تھا اور وہ مجھے سرخ آنکھوں سے گھورے جا رہا تھا پھر وہ بولا۔

تم اور تمہارے ساتھی میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے کوئی بھی میرے ہاتھوں زندہ نہیں بچ سکے گا۔ اتنا کہہ کر وہ میری طرف بڑھنے لگا اور مجھے یوں لگا کہ جیسے خوف سے میرا دل باہر نکل آئے گا جی جاہا کہ بھاگ جاؤں لیکن ایسا نہ کر سکی کیونکہ میں جانتی تھی کہ زریاب میرے آس پاس ہی نہیں موجود ہوگا وہ مجھے کچھ بھی نہیں ہونے دے گا۔ اس لیے میں مطمئن ہو کر اپنا چلہ جاری رکھے ہوئے تھا لیکن میری نظریں درندے پر ہی تھیں جو مجھے ڈرانے کے بعد ایک طرف یکپ کی طرف چل دیا اور وہاں سے نور کو پکڑ کر لے آیا۔ اور چیتے ہوئے بولا۔

اگر تو نے یہ چلہ کرنا نہ چھوڑا تو میں تمہاری دوست کو کھا جاؤں گا۔

میں سوچنے لگی کہ میں کیا کروں باہر نکلوں یا نہ پھر مجھے زریاب کی بات یاد آگئی کہ عائشہ اگر تو نے اپنا چلہ چھوڑا تو نہ صرف تمہارے ساتھی موت کے حوالے ہو جائیں گے تم خود بھی مر جاؤ گی یہ آتما تمہارا بھی خاتمہ کر دے گی۔ یہ بات سوچ کر میں چلہ کرتی رہی تو وہ غصہ میں آ گیا اور میرے سامنے ہی اس کے جسم کو

چپانے لگا وہ اس کے ہاتھوں میں تڑپ رہی تھی چیخ رہی تھی اور وہ بے دردی سے اسے کھائے جا رہا تھا میری حالت بری ہونے لگی خوف سے میں کانپنے جا رہی تھی میں صرف دیکھ سکتی تھی کہ کچھ بھی نہیں سکتی تھی ایسے ہی رات بیت گئی وہ نور کو پورے کا پورا کھا گیا تھا صبح جب میں خیمہ میں گئی تو پتہ چلا کہ وہ نور کو کھا گیا ہے میں تو سمجھ رہی تھی کہ وہ کوئی چال ہے لیکن نور کو وہ حقیقت میں مار کر کھا چکا تھا میں نور کی جدائی میں رو دی اور پھر رونی ہی رہے میری دونوں سہیلیاں ایک ایک کر کے موت کے منہ میں چلی گئی تھیں ان کی موت کو دیکھ کر میرے اندر غصہ بھرا آیا تھا میں نے خودی سے کہا۔

جو بھی ہو جائے اب میں اس آتما کو زندہ نہیں چھوڑوں گی اپنے ساتھیوں کی موت کا عبرتناک انتقام لوں گی بس۔

جونہی رات ہوئی تو میں نے چلہ شروع کر دیا اور ورد پڑھنے لگی۔ ابھی چلہ شروع کیا ہی تھا کہ کئی چڑیلیں میرے سامنے آگئیں ان سب کے ہی پاؤں اٹھے تھے اور لمبے لمبے دانت تھے ان کے منہ سے خون بہہ رہا تھا ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی ابھی کسی کا خون پی کر آرہی ہوں بال اتنے لمبے تھے کہ زمین پر گر کر رہے تھے رنگ کا لے سیاہ تھے اور ان کی آنکھوں میں جیسے بلب لگے تھے جن سے لال رنگ کی روشنی نکل رہی تھی میں یہ سب دیکھ کر کانپ کر رہ گئی میرا دل دھڑکنے بند ہو گیا تھا مجھے لگا کہ آج میری موت یقینی ہے میں ہی ان چڑیلوں کا شکار بنوں گی اور یہ میرا بھی خون پی جائیں گی۔ وہ ایک ایک کر کے میرے پاس آنے لگیں اور جو بھی حصار سے ٹکرائی وہی ان کو آگ لگ جاتی اور جل کر راکھ بن جاتیں۔ ان کی چیخیں ایسے گونجنے لگی جاتی تھیں جیسے جنگل میں نجانے کیا کچھ ہو رہا ہے۔ ان کے مرنے کے بعد مجھے کچھ سکون ملا لیکن ابھی شاید میں نے بہت کچھ

دیکھنا تھا کہ یکدم خون کی بارش ہونے لگی حصار سے باہر ہر طرف مجھے خون ہی خون دکھائی دے رہا تھا یہ منظر دیکھ کر مجھے اتنا ڈرنہ لگا تھا ہاں اس وقت مجھے خوف آیا جب وہ آتما میرے سامنے آئی اس کے قبضے میں میرے تمام سامی تھے وہ بولی اگر تم اپنے ساتھیوں کو زندہ بچانا چاہتی ہو تو چلہ چھوڑ کر باہر آ جاؤ ورنہ ایک ایک کر کے میں ان سب کو مار ڈالوں گی میں نے دل میں سوچا کہ اب جو ہوتا ہے ہو جائے میں چلہ نہیں چھوڑوں گی میں نے اپنی تمام توجہ چلہ پر دے دی اور میرے چلہ کا وقت ہونے والا تھا کہ مجھے زریاب کی آواز سنائی دی۔

عائشہ یہ پانی کی بوتل اس چڑیل پر پھینک دینا۔ اس کو آگ لگ جائے گی اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ میں نے بوتل کو دیکھا جو میرے پاس ہی پڑے ہوئی تھی مجھے آتما اپنی طرف آتی ہوئی دکھائی دی اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ بے بس ہو چکی ہے اپنی تمام ہمت ہار چکی ہے میرے سامنے آ کر وہ رک گئی اور مجھ سے بولی۔

عائشہ مجھے معاف کر دو۔ اور باہر آ جاؤ میں تمہیں کچھ بھی نہیں کہوں گی۔ میں نے آج اسے بہت ہی غور سے دیکھا وہ بہت ہی بھلائی تھی اتنی خوفناک اس کا چہرہ تھا کہ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اس کا دل بند ہو جاتا میں بھلا اس کو اب کیسے چھوڑ سکتی تھی اس نے میرے ساتھیوں کو موت کی نیند سلایا تھا ان کے خون سے اپنی رگوں کو تر کیا تھا انکے گوشت سے اپنی بھوک مٹائی تھی میں بھلا اس کو کیسے معاف کر سکتی تھی تبھی مجھے نہیں میں اپنا چلہ مکمل کرنی جا رہی تھی جو کچھ ہی لمحوں کا رہ گیا تھا جب میں نے اپنا چلہ مکمل کر لیا تو پانی کی بوتل کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس کا ڈھکن کھولا اور سارا پانی اس آتما پر ڈال دیا۔ میرے اے کرنے کی دیر تھی کہ اس کے منہ سے بھیا تک دم کی چیخیں نکلنے لگیں اس کو آگ لگ گئی وہ تڑپنے لگی آگ نے پوری

طرح اس کو جلا تا شروع کر دیا تھا۔ وہ جیسے بھی جا رہی تھی اور ادھر ادھر بھاگے بھی جا رہی تھی آگ نے پوری طرح اس کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا پھر وہ بے بس ہو کر گر گئی اور اس کا جسم جلتے جلتے دھواں بننے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ وہ جنگل خونی جنگل پہلے والا بن گیا ہر ابھرا۔ اور یوں اس خونی جنگل کی کہانی ختم ہو گئی۔ مگر افسوس کہ میرے تمام سامی اس میں مارے جا چکے تھے میں اکیلی رہ گئی تھی میری آنکھوں میں آنسو تھے اپنے ساتھیوں کی موت کے آنسو ان کے نہچڑنے کے آنسو زریاب میرے سامنے کھڑا تھا وہ مجھے دیکھ رہا تھا اس کا چہرہ بھی مجھے افسردہ دیکھ کر بگھا ہوا تھا اس کی زبان گنگ تھی وہ چاہتا تھا کہ میں جی بھر کر اپنے ساتھیوں کی موت پر رو لوں پھر وہ میرے قریب آیا۔ اور بولا

عائشہ اب بس کرو۔ جو ہونا تھا سو ہو گیا میں جانتا ہوں کہ تمہارا ایک ساتھی بھی زندہ نہیں بچ سکا ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ جو ہزار لوگ یہاں آئیں گے وہ تو مرنے سے بچ جائیں گے ان کو تو موت کا خطرہ نہ ہوگا وہ جیسے زندہ آئیں گے ایسے ہی وہ زندہ واپس جائیں گے تمہارے چلے نے بہت سے لوگوں کو مرنے سے بچالیا ہے کچھ پانے کے لیے کچھ قربانی تو دینا ہوتی ہے ہاں سو منے دے دی اپنے دوستوں کی موت کی قربانی۔ اب بس کرو۔

اس کی بات سچ تھی۔ کہ میرے دوستوں کی موت تو ہو چکی تھی یہ تو واپس نہیں آ سکتے تھے لیکن اب جو آنے والے تھے وہ تو موت سے بچ سکتے تھے میں نے گہری نظروں سے زریاب کو دیکھا اور پھر اپنے دوستوں کی لاشیں اکٹھی کرنے لگی میں چاہتی تھی کہ ان کی لاشیں ان کے گھر والوں کے حوالے کر دوں تاکہ ان کو انتظار نہ رہے کہ ان کے بچے گئے ہیں جو ابھی نہ سہی واپس آئیں گے۔ ہم دونوں نے ایسا ہی کیا ان کی لاشیں اکٹھی کیں اور پھر ہم لوگ شہر

میں آگئے میں نے ان کے گھر والوں کے حوالے ان کی لاشیں کیں اور ان کو تمام سنواری سنائی کہ وہ کیسے مرے۔ میری کہانی سن کر انہوں نے قسمت کا لکھا سمجھ کر ان کی لاشوں کو دفن دیا۔

اب میں اس کہانی کو سوجتی ہوں تو مجھے دکھ بھی ہوتا ہے اور خوشی بھی ہوتی ہے دکھ اپنے دوستوں کو کھونے کا ہوتا ہے اور خوشی اس بات کی ہوتی ہے کہ اب وہاں سے کبھی بھی کوئی بھی ایسی خبر نہ ملی تھی کہ اس جنگل میں کسی کی موت ہوئی ہے۔ جہاں میں نے اتنا کچھ کھوایا تھا وہاں زریاب کے روپ میں ایک پیارے سے دوست کو پایا تھا جس نے مجھے ایسی خوشیوں سے نوازا جو شاید کوئی انسان نہ کر سکتا تھا۔ سچ کہتے ہیں کہ کچھ کھونے کے بعد ہی کچھ پایا جاتا ہے میں نے بہت کچھ کھونے کے بعد بہت کچھ پایا تھا زندگی موت خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے جس کی قسمت میں موت ہوتی ہے اس کو مل جاتی ہے۔ لیکن دوستوں کی کی میں آج بھی محسوس کرتی ہوں۔

قارئین کرام کسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازئے گا مجھے آپ کی رائے کا انتظار ہے گا تاکہ میں مزید لکھ سکوں۔ امید رکھتی ہوں کہ آپ لوگوں کو میری کہانی پسند آئی ہوگی۔

چلایا ہی تھا دیا ابھی کچھ مکان پر ہوا کے تیز جھونکے نے آکر بگھا دیا چاند بھی تھا دور اور کوئی روشنی نہ تھی اندھیروں نے میرے گرد ایک دائرہ لگا دیا۔ کھلنے ہی لگا تھا گل میرے گلشن کے آنگن میں ظالم زمانے نے توڑ کر پہلے ہی گرادیا۔ ہم چپ رہے کہ ہم کو ملے گا سچا پیار خود ہم نے زبان کو اپنی تالا لگا دیا ہم جی نہ سکیں گے اس کی جدائی میں نجانے کیوں خدا نے میرا نصیب مٹا دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ

عاشق ڈائن

--- تحریر: فیصل شہزاد۔ فتح جنگ۔ 0332.5957250

ابھی میں حویلی کے باہر ہی تھا کہ مجھے مدثر کے چہنچہ کی آواز سنائی دی آواز سن کر میں کانپ سا گیا اور حویلی کی طرف دوڑ لگا دی۔ جب میں حویلی کے اندر داخل ہوا تو سامنے کا منظر دیکھ کر میرے ہوش ہی اڑ گئے۔ اندر کا منظر بالکل ہی بدل چکا تھا وہ اب شاندار اور پرکشش حویلی نہ رہی تھی بلکہ ایک بوسیدہ مکان تھا اور وہ لڑکی جو بہت ہی خوبصورت تھی وہ کچھ کی طرح لگ رہی تھی اور مدثر کا خون پیٹے میں مصروف تھی۔ اسے دیکھ کر میری پیچ نکل گئی۔ تو وہ مدثر کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوئی اور بولی۔ آؤ فیصل آؤ مجھے یہ تھاکہ تم ضرور آؤ گے۔ اب میں تمہیں لے کر ہمیشہ کے لیے اپنی دنیا میں چلی جاؤں گی اور تم سے شادی کر لوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگی۔ ایک دلچپ اور سنسنی فیز کہانی

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مجھے سکول سے گرمیوں کی چھٹیاں تھیں اور گھر پر سکول کا کام کر رہا تھا کہ اتنے میں فون کی بل بجتی شروع ہو گئی گھر میں امی موجود تھیں انہوں نے فون ریو کیا دوسری طرف میں خالہ تھیں اور امی کو فون پر شادی کی دعوت دے رہی تھیں تھوڑی دیر بات کے بعد امی نے فون رکھ دیا اور مجھے کہا۔

بیٹا شاہ پور گاؤں شادی پر سوسمار کو جانا ہے خالہ نے ابھی فون پر دعوت دی ہے۔

واؤ میں نے خوشی سے کہا۔ شادی میرے کزن عثمان کی تھی تو میں نے امی سے کہا۔ آج ہفتہ ہے ناں اس کا مطلب ہے کہ کل ہی جانا ہے۔

ہاں بیٹا کل ہی جانا ہے تمہارے ابو کا کام سے واپس آ جائیں تو چار بجے گھر سے نکل جائیں گے تو میں نے خوشی کے مارے زور سے ایک نعرہ لگایا اور کتا بیس بند کر کے شادی کا سامان لینے اور سمیٹنے میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں مدثر بھی آ گیا۔ اوہ سوری میں آپ کو بتانا ہی بھول گیا مدثر میرا کزن ہے اور آتے ہی کہنے لگا۔

شادی پر جانے کی تیاری ہو رہی ہے جناب۔ میں نے کہا ہاں۔ یا ر تم بتاؤ تمہاری تیاری پوری ہوئی یا نہیں۔ یا ر رات کو کروں گا ابھی ٹائم بہت ہے اگر تیاری ہو گئی تو ہو تو چلو بازار چلتے ہیں شادی کے لیے میں نے کچھ چیزیں لیٹی ہیں۔

ہاں چلتے ہیں۔ بس یہ بیگ ذرا الماری میں رکھ دوں میں نے کہا اور بیگ رکھنے کے بعد میں نے امی سے بازار جانے کی اجازت لی اور مدثر اور میں بازار چل پڑے مدثر نے راستے میں کہا۔

یا ر فیصل اگر میں شادی پر کوٹ اور پیٹ پھنوں تو کیا لگوں گا۔

میں نے کہا یا اچھا لگے گا لے لو۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد میں اور مدثر بازار سے واپس آ گئے میں نے آتے ہی امی سے کہا۔

امی میرے شادی والے کپڑے پلیز اسٹری کرویں تاکہ صبح کو کوئی مسئلہ نہ بنے۔

امی نے کہا ٹھیک ہے ابھی کر دیتی ہوں۔ باتوں میں ہی باتوں میں رات کے آٹھ بج گئے ابو بھی گھر واپس آ گئے تھے اور امی نے ابو سے شادی



کی بات کی تھی ابونے کہا۔

جلدی گھر سے روانہ ہونا پڑے گا دو گھنٹے کا راستہ ہے کیا لطیف بھائی بھی شادی پر جا رہے ہیں تو میں فون کر کے لطیف بھائی کو ساتھ جانے کو کہتا ہوں اتنے میں میری بہن رات کا کھانا لے آئی فون کر کے ہم نے کھانا کھایا اور سونے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے ابھی میں سونے ہی لگا تھا کہ میرے موبائل پر فون آنے لگا دوسری طرف میری کزن سویرا بھی میں نے لیس کا بن دیا اور موبائل کان سے لگا لیا سویرا نے کہا۔

جناب عالی کیا ہو رہا ہے۔

میں نے کہا کچھ نہیں بس سونے کی تیاری ہو رہی ہے کل تمہارے گھر جو آتا ہے اس لیے جلدی ہی ہونے جارہا تھا۔

سویرا فیصل میں نے تم کو فون کر کے پریشان کیا ہے چلو اب میں بند کر دیتی ہوں کل تم سے بات کر لوں گی۔ وہ فون بند کرنے لگی تو میں نے کہا تم نے کیا بات کرنی تھی۔

بس ویسے ہی فون کیا تھا ہو رہی تھی تو سوچا کہ تم کو فون کر دوں کچھ تو بریت کم ہوگی۔

میں نے کہا چلو بتاؤ کھانا کھالیا ہے۔

ہاں میں نے کھالیا ہے چاول پکائے تھے۔

میں نے کہا میرے حصے کے بھی کھالینے تھے

سویرا نے کہا۔ اؤ کے جی تمہارے حصے کے بھی ابھی کھائی ہوں اور حکم اور میں مسکرا دیا۔ وہ بولی تم نے کل میری کلر کے کپڑے پہن کر آنا وہ تمہارے اوپر بہت سوٹ کرتے ہیں تمہاری سفید رنگت ہے اس لیے میں نے کہا۔

جی ٹھیک ہے میں وہی پہن کر آؤں گا۔

اجھا میں اب بند کرتی ہوں باتیں باتیں بعد میں ہوں گی میں نے گڈ نائٹ کہا اور فون بند کر دیا۔ سویرا میری کزن تھی اور وہ مجھے پسند کرتی تھی ب

میں نیند کے لیے آنکھیں بند کر دیں نجانے رات کے کون سے پہر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک لڑکی مجھے اپنے ساتھ کس نا جانے راستے پر لے کر جا رہی تھی لڑکی بہت ہی خوبصورت تھی راست میں سویرا آگئی تو اس نے مجھ سے آتے ہی کہا۔ یہ لڑکی کون ہے لڑکی بہت ہی خوبصورت تھی اور تم اس کے ساتھ کہاں جا رہے ہو تو دیکھتے ہی دیکھتے لڑکی شکل بدلنے لگی۔ جب میں نے لڑکی کی طرف دیکھا تو بہت ہی ڈر گیا لڑکی شکل اب بہت ہی خوفناک ہو چکی تھی چہرے پر بال ہی بال تھے آنکھوں کی جگہ سفید انڈے تھے اور ان سے خون نکل رہا تھا دانت دو دو اچھ ساٹنے اور نیچے والے منہ سے باہر آگئے تھے اور منہ سے خون نکل رہا تھا وہ ریچھ نما ڈائن کی صورت میں آچکی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے سویرا کو اس نے مار دیا جیسے ہی وہ میری طرف بڑھی تو میں نے ڈرے مارے ڈرے سے چیخ ماری اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں پورا پسینے سے بھگا ہوا تھا اس کے چار رخ رہے تھے قریب پنج کی اذانیں ہونے والی تھیں تو میں اٹھا اور واش روم میں گیا۔ نہا کر نکلا تو صبح کی اذانیں شروع ہوئیں نماز پڑھنے کے لے گھر سے نکل گیا اور راستے میں یہی سوچ رہا تھا کہ بہت ہی ڈراؤنا خواب تھا جو میں نے دیکھا ہے لیکن وہ لڑکی کون تھی جو ڈائن بن گئی تھی اور اس نے سویرا کو کیوں مارا تھا وہ مجھے مارتی اس کو اس نے کیوں مارا تھا یہی سوچتے ہوئے میں بے حد پریشان تھا کچھ دیر میں میں مسجد میں جا پہنچا اور نماز ادا کر اور گھر کی طرف چل دیا گھر پہنچا تو امی نے کانا ناشتہ تیار کر دیا تھی جب ناشتہ بن گیا تو امی ابو اور باجی کو اٹھایا اور ناشتہ کرنے لگے کچھ دیر بعد مدثر اور اس کے گھر والے تیار ہو کر اپنا سامان گاڑی میں رکھے ہوئے ہمارے گھر آگئے اور ہمیں بھی ساتھ لیا اور گاڑی چل دی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر میں بیٹھ گیا۔ گاڑی چلاتے ہوئے میں نے مدثر کو خواب کے بارے میں بتایا مدثر بولا۔

جنوری 2014

خونفاک ڈائجسٹ 110

عاشق ڈائن

یار اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں ان میں کوئی سچائی تو نہیں ہوتی ناں۔ مدثر بھی جانتا تھا کہ سویرا مجھے کتنا پسند کرتی ہے اسی لیے وہ مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور میں ساتھ ساتھ گاڑی بھی چلا رہا تھا ایک گھنٹہ کا سفر ہم طے کر چکے تھے لیکن پیچھے سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی میں نے مدثر سے کہا پیچھے دیکھو کیا بات ہے سب ہی چپ ہیں جب مدثر نے پیچھے دیکھا تو مسکرا دیا اور بولا سب ہی سوئے ہوئے ہیں۔ اور ج پوچھو تو مجھے خود بھی نیند آ رہی ہے میں بھی سونے جا رہا ہوں میں نے کہا اؤ کے ٹھیک ہے تم بھی سو جاؤ وہ بھی سو گیا کہ یکدم سویرا کا فون آگیا۔

کہاں تک پہنچے ہو جی۔

میں نے کہا تمہارے قریب آتے جا رہے ہیں ایک گھنٹہ میں تمہارے پاس ہوں گے۔ میری بات سن کر وہ مسکرا دی اور بولی

خیر تو ہے سویرے سویرے کوئی لوسٹری تو نہیں دیکھ لی جو اتنے ڈیلاگ مار رہے ہو۔ اس کی یہ بات سن کر میں ہنس دیا اور کہا۔

نہیں یار۔ دراصل سب ہی گاڑی میں سوئے پڑے ہیں اور میں تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کاش تمہارا فون آجائے اور خدا نے میری سن لی۔

میری یہ بات سن کر وہ پھر سے ہنس دی اور بولی۔ واؤ جی واؤ آج تو جناب کا موڈ بہت ہی خوشنوار ہے اور ہاں بس جلدی پہنچو میں نے تمہارے لیے کچھ خاص ڈش بنائی ہے۔

جلدی سے بتاؤ میرے منہ میں پانی آگیا ہے۔ جی نہیں ابھی نہیں بتاؤں گی گھر آ جاؤ پھر خود ہی دیکھ لینا اور دھیان گاڑی پر رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں دیکھ لوں تو میری رگوں اور جناب۔۔ اس کی بات سنکر میں ہنس دیا تو وہ بھی مسکرا دی اور بولی بتاؤ کون سے کپڑے پہن کر آ رہے ہو

عاشق ڈائن

میں نے کہا جو تم نے کہا تھا وہی پہن کر آ رہا ہوں۔ ویری گڈ وہ بولی۔ اور فون بند کر دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہم لوگ شاہ پور کی حدود میں داخل ہو گئے تھے میں نے ہارن بجا بجا کر سب کو جگادیا تھا اور پھر کچھ ہی دیر میں ہماری گاڑی ان کے گھر کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی۔ سب ہی اترنے لگے جبکہ سویرا ابھا گئی ہوئی اور میرے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی مجھے بہت ہی اچھا لگ رہا تھا اس نے پنک کھڑ کے کپڑے پہن رکھے تھے جن میں وہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔

اتنی دیر کیوں لگا دی آنے میں کب سے میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔

میں نے کہا سویرا بابا بس دیر ہو گئی مجھے کیا پتہ تھا کہ تمہارے گاؤں کا راستہ کچا ہوگا میری یہ بات سن کر وہ مسکرا دی اور پھر ہم دونوں گاڑی سے نیچے اتر گئے میں نے گاڑی کے تمام دروازے بند کئے اور اس کے ساتھ چلنے لگا مجھے آج معلوم ہوا تھا کہ سویرا مجھے کتنا چاہتی ہے ہم لوگ ایک ساتھ چلتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تو وہ بھاتی ہوئی مگنی اور ہمارے لیے چائے لے کر آگئی۔ فیصل بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گیا اور پھر فیصل نے صائمہ کے بارے میں پوچھا تو سویرا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

فیصل صائمہ بھی تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ یہ سن کر جیسے فیصل کو کرنٹ سا لگا۔

کیا۔ کیا پوچھ رہی تھی وہ میرے بارے میں۔ کچھ خاص نہیں بس یہی کہ فیصل کب آئے گا۔

بس ایسی ہی باتیں ہو رہی تھیں ایسے ہی فنی مذاق ہو رہا تھا بہت مزا آ رہا تھا۔

ہاں تو تم نے میرے لیے کیا خاص بنایا ہے میں نے سویرا کو چھیڑا۔ وہ چپکے سے میرے کان کے قریب ہوئی اور سر گوشتی کی۔

گاجر کا حلوہ۔

خونفاک ڈائجسٹ 111

جنوری 2014

واؤ جی واؤ۔ واقعی یہ تو مجھے بہت ہی پسند ہے۔
اسی لیے تو بنایا ہے ابھی لاتی ہوں میں۔ اتنا کہہ
کر وہ بھاگ گئی۔ اور گاجر کا کھلوہ لے آئی جو بہت ہی
مزے کا تھا ہم سب نے مل کر کھایا۔ میں نے چیکے
سے کہا میری جان جب تم میری بن جاؤ گی تو کیا مجھے
اپنے ہاتھوں سے گاجر کا کھلایا کرو گی ناں۔ وہ میرے
کان میں بولی۔

جی میرے سر تاج۔ اتنا کہہ کر اس نے ایک
تہقہ لگایا تو سب ہی ہنس دیکھنے لگے کہ ہمیں کیا ہو گیا
ہے اور پھر سب ہی مسکرا دیئے باتوں میں اس قدر
کھوئے ہوئے تھے کہ وقت گزرنے کا پتہ نہ چلا شام
ہو گئی۔ سویرا نے امی سے کہا۔
امی مجھے ابھی کچھ شاپنگ کرنی ہے۔
ٹھیک ہے جاؤ لیکن کس کے ساتھ جاؤ گی۔
مدر یا فیصل کے ساتھ چلی جانی ہوں۔

مدر کا نام اس کے منہ سے سن کر میں نے غصہ
سے اسے دیکھا اور کہا میں تو تھک گیا ہوں میں سونے
جار ہا ہوں میرا اتنا کہنا تھا کہ اس کا چہرہ ایسے ہو گیا
جیسے بنجانے اس کو کیا ہو گیا ہو۔ اس کی ماں بولی ٹھیک
ہے بنی مدر کو ساتھ لے جاؤ اور جلدی آئے کی کرنا
۔ وہ جلدی سے بولی چلو رہے دو کل کر لوں گی شاپنگ
۔ وہ غصہ سے مجھے دیکھ رہی تھی اور ساتھ ساتھ منہ
میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ پھر وہ ناراض ہو گئی اور اس کو
منانے میں بنجانے مجھے کتنا ہی وقت لگا۔

فیصل میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں تم شاید
نہیں جانتے ہو میں تمہارے ہی خواب دیکھتی ہوں
اور تم نے کیسے کہہ دیا کہ میں اس کے ساتھ چلی جاؤں
میں تو تمہارے ساتھ کچھ تنہائی میں وقت گزارنے
کے لیے ایسا کہہ رہی تھی۔

اچھا بابا سوری اب ایسا کچھ بھی نہیں کہوں گا۔
چلو ابھی چلتے ہیں بازار میں خود خالہ سے کہہ دیتا ہوں
۔ میں نے اس کو راضی کرتے ہوئے کہا تو وہ بولی یہ

ہوئی ناں بات اور پھر میں نے خالہ کو کہہ دیا کہ ہم لوگ
کچھ شاپنگ کرنے جا رہے ہیں اور جو جو منگوانا ہے
ہمیں بتاؤ ہم لے آئیں گے وہ بولیں نہیں ہم سب
کچھ لے آئے ہیں بس تم لوگ دھیمان سے جانا
اور جلدی واپس آ جانا اتنا کہہ کر وہ اپنے کام میں لگ
گئیں جبکہ ہم دونوں گاڑی میں جا کر بیٹھ گئے۔ اور
چل دئے بازار میں پہنچے تو وہاں کافی رش تھا وہ دکان
میں شاپنگ کرنے لگی جبکہ میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی
مجھ کو دیکھ رہی تھی میں نے نظریں ادھر ادھر کر لیں لیکن
جب کچھ دیر بعد دیکھا تو وہ ویسے ہی مجھے دیکھ رہی تھی
میں اس کو دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ میں نے اس لڑکی کو
کہیں دیکھا ہے کہاں دیکھا ہے۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا
سویرا آگئی تو ہم نے وہاں سے نکلنے کی۔ لیکن سویرا
بولی رکو رکو میری فلاں چیز رہ گئی ہے وہ تو میں نے لی
نہیں ہے۔ میں نے کہا جو بھی لینا ہے جلدی لو بس
یہاں سے نکلنے کی کرتے ہیں اچھا ابھی آئی ہوں اتنا
کہہ کر سویرا گاڑی سے اتر کر شاپنگ ہال میں چلی گئی
اور وہ لڑکی جو مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی چلتی
ہوئی میری گاڑی کے سامنے آگئی اور بولی فیصل تم
مجھے بہت اچھے لگتے ہو اور میں کسی بھی قیمت پر تم کو
کھونا نہیں چاہتی ہوں۔ اس کے منہ سے یہ لفظ سن کر
میں گھبرا سا گیا۔ کیونکہ اس نے میرا نام لیا تھا۔ میں
نے کچھ ہمت پیدا کر کے کہا۔

تم میرا نام کیسے جانتی ہو اور اتنا کچھ کیسے کہہ دیا۔
دیکھو فیصل یہ سب بعد کی باتیں ہیں جو میں بعد
میں بتاؤں گی اتنا ہی کہنا ہے کہ تم صرف میرے ہو
اور ہمیں مجھ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ اور اگر کوئی
بھی لڑکی تمہارے اور میرے درمیان میں آئی تو میں
اسے جان سے مار دوں گی اور ہاں سنو میں آج مہندی
برآؤں گی میرا انتظار کرنا اس کی یہ باتیں سن کر میرا دل
گھبرانے لگا وہ اتنا کہہ کر بنجانے کس طرف نکل گئی تھی
میں دیکھ نہ پایا اور اتنے میں سویرا آگئی میری حالت

دیکھ کر بولی۔
فیصل کیا بات تم اتنے کانپ کیوں رہے ہو تم
ٹھیک تو ہونا۔
وہ وہ تم اتنا لیت ہو گئی تھی اس لیے تمہارے لیے
پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے بھانہ بنایا۔
لیکن میں تو صرف پانچ منٹ میں واپس آگئی
ہوں اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بتاؤ کیا
بات ہے جو مجھ سے چھپا رہے ہو۔

نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آؤ چلیں۔
اتنا کہہ کر میں نے گاڑی چلا دی اور مجھے سب کچھ یاد
آ گیا وہ لڑکی کوئی اور نہیں تھی وہی تھی جو میرے خواب
میں آئی تھی خواب یاد ہی میں پری طرح کانپ کر رہ
گیا جبکہ سویرا مجھے ہی دیکھ رہی تھی اور بار بار پوچھ رہی
تھی کہ میں اس سے کچھ چھپا رہا ہوں اور میں اس کو
مسکمل ٹال رہا تھا کیونکہ میں اس کو بہت چاہتا تھا
اور جان گیا تھا کہ وہ لڑکی میری سویرا کو بھی بھی زندہ
نہیں چھوڑے گی یہی دیکھتا مجھے جو مجھے چین نہیں لینے
دے رہا تھا میں نے گھر پہنچتے ہی سب کچھ مدر کو بتایا۔
میری باتیں سن کر وہ بھی پریشان ہو گیا اور میں نے کہا
یار اس لڑکی نے کہا ہے کہ وہ آج مہندی میں آئے گی
اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں اس کا نہ ہوا تو پھر وہ
مجھے کسی کا بھی نہیں ہونے دے گی۔ اس لڑکی کا اشارہ
سویرا کی طرف تھا کیونکہ اس نے مجھے سویرا کے ساتھ
دیکھا تھا اس کے ساتھ مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ
میری تمام باتیں سن کر سوچے جا رہا تھا۔

یار یہ تو بہت ہی پریشانی والی بات ہے تمہیں یہ
بات گھر والوں کو بتا دینی چاہیے اس نے مشورہ دیا۔
نہیں یار میں گھر والوں کو کچھ بھی بتا کر پریشان
نہیں کرنا چاہتا ہوں ہمیں اس بات کا کوئی حل خود ہی
تلاش کرنا ہوگا ورنہ وہ لڑکی کچھ بھی کر سکتی ہے۔ یکدم
میرے موبائل پر ایک میسج آیا جب میں نے میسج
پڑھا تو ڈر سا گیا اس پر لکھا تھا۔

میں کچھ ہی دیر میں تمہارے گھر میں ہوں گی۔
یہ یہ پڑھو میں نے میسج مدر کو دکھایا اور کہا یہ کچھ
لکھا ہے اور سویرا کی قسم لے لو کہ میں نے اس کو نمبر بھی
نہیں دیا تھا بنجانے اس نے میرا نمبر کہاں سے لے
لیا ہے میری بات سن کر اور میسج کو دیکھ کر وہ بہت ہی
پریشان ہو گیا۔ اور پھر بولا تم اتنی ٹینشن نہ لو کچھ حل
تلاش کرتے ہیں۔

وہ لڑکی ایک ڈائن تھی جو شیطانی طاقتوں کی وجہ
سے ڈائن سے ایک خوبصورت لڑکی کے روپ میں
آئی تھی اور اس کا مقصد فیصل کو اپنی دنیا میں لے
جانا تھا اسے فیصل اچھا لگا تھا جب سے اس نے فیصل کو
دیکھا تھا تب سے وہ اس کے پیچھے پڑی ہوئی تھی
اور فیصل کچھ بھی نہیں جانتا تھا کہ ایک چڑیل اس کے
پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ وہ لڑکی ہر روز ایک مل کر رہی تھی
اور آج وہ ایک گاؤں میں جا رہی تھی اس کی نظر ایک
نوجوان پر تھی جس کا وہ آج شکار کرنا چاہتی تھی وہ ایک
خوبصورت لڑکی کے روپ میں اس کے سامنے آگئی
تم۔ تم کون وہ اسے یکدم اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا کر
بولا۔ تو وہ ہنس دی اور بولی۔

تمہاری موت۔
کیا کیا۔ موت۔ وہ کانپ گیا۔
ہاں موت اتنا کہہ کر اس نے اپنا روپ بدلنا
شرع کر دیا اور چند لمحوں میں ایک بھیانک شکل والی
چڑیل اس کے سامنے کھڑی تھی اس کے منہ میں لمبے
لمبے نمودار ہو گئے تھے اس کا جسم بالوں سے بھر گیا تھا۔
وہ اسے دیکھتے ہی کانپ کر رہ گیا لیکن وہ کچھ بھی نہ
کر سکا اس چڑیل نے ایک لمحہ سے پہلے اس کو دبوچ
لیا اور یوں اس کے خون سے اپنے خونی دانتوں کو تر
کرنے لگی اور اس کا گوشت نوح نوح کر کھانے لگی۔
وہ انسان سے ایک ڈھانچہ بن گیا۔ اس کی موت سے
گاؤں میں مزید خوف پھیل گیا۔ اور پھر اس کے بعد

دوسرے دن وہ فیصل کے گاؤں جا پہنچی تھی۔

ہیں مدثر نے پوچھا۔

میں اسی شہر میں رہتی ہوں اور ایک بینک میں ملازمت کرتی ہوں اور آپ کیا کرتے ہیں۔

میں پڑھتا ہوں۔ دیے آپ اگر کسی کو خوفزدہ کرنا چاہیں تو ایک منٹ کر دیتی ہیں۔ مدثر نے کہا تو وہ مسکرا دی اور بولی۔

آپ تو کافی عقلمند ہو اور بہت گہری باتیں کرتے ہو آپ سے دوستی تو کرنی پڑے گی۔

جی کیوں نہیں مدثر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں باتیں کرتے رہے اور میں اس کی باتیں سن رہا پھر وہ چل کر میرے پاس آگئی اور مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

دیکھو فیصل سویرا نے تمہارے بارے میں بہت کچھ کہا ہے لگتا ہے کہ وہ تم سے بہت پیار کرتی ہے میں تو چاہ رہی تھی کہ ابھی اسے بارڈالوں لیکن خیر چھوڑ دو تم سناؤ بہت سویٹ لگ رہے ہو یہ سوٹ تم پر بہت بیج رہا ہے کیوں میرا شکر یہ ادا نہیں کرو گے میں تمہاری اتنی تحریف کر رہی ہوں۔

جی بہت شکر یہ میں نے ڈرتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا دی اور بولی تم جانتے ہو کہ میں کیا کچھ کر سکتی ہوں اگر تمہیں یقین نہیں ہے تو دیکھو میں ایک کرشمہ دکھائی ہوں اتنا کہہ کر اس نے سامنے بنے ہوئے سچ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا تو وہ ایک لمحہ میں ہی ٹوٹ کر گر گیا۔ میں یہ منظر دیکھ کر کانپ کر رہ گیا وہ بولی دیکھا فیصل میں بہت کچھ کر سکتی ہوں اور سویرا کو مارنا میرے لیے کوئی بھی مشکل کام نہیں ہے۔ ساتھ ہی اس نے سچ کو ٹھیک کر دیا۔ یہ منظر میرے علاوہ وہاں موجود تمام لوگوں نے بھی دیکھا کہ پہلے سچ گرا پھر خود ہی ٹھیک ہو گیا لیکن کسی کو بھی پتہ نہ چلا کہ یہ سب کچھ کس نے کیا ہے اور ہاں میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میرے علاوہ کسی کا بھی سوچنا مت ورنہ اس کی موت میرے ہاتھوں ہوگی اور میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔

مہندی کی رسومات شروع ہو چکی تھیں۔ پورے گھر میں رونق لگی ہوئی تھی ذھولک بج رہی تھی جبکہ چڑیل گھر کے پاس موجود تھی اس کی نظریں دروازے پر جمی ہوئی تھیں جب میری نظر اس پر پڑی تو میں گھبرا گیا۔ میں نے فوراً مدثر سے کہا۔

مدثر۔ مدثر وہ آگئی ہے۔ میں نے باہر دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جب اس نے دروازے کی طرف دیکھا تو اسے دیکھ کر حیران ہو گیا اتنی خوبصورت لڑکی دروازے کے سامنے کھڑی تھی سویرا اس کی طرف بھاگی۔

شائستہ تم آگئی بہت دیر کر دی تم نے آنے میں یہ سن کر وہ دونوں حیران رہ گئے کہ سویرا اسے جانتی ہے اور یہ تو اس کی دوست نکلی ہے وہ شائستہ کو لیے ہم دونوں کے پاس آئی اور بولی۔

یہ میری دوست شائستہ ہے۔ ہم دونوں نے اس کو سلام کیا لیکن میرا دل کانپ رہا تھا وہ سویرا کو لیے ایک طرف ہوئی اس کے کان میں کہا سویرا یہ فیصل وہ لڑکا تو نہیں جسے تم بچپن سے چاہتی ہو۔

ہاں یہ وہی فیصل ہے۔ سویرا نے کہا۔ اور اب تو ہم نے اظہار محبت کر دیا ہے دیے یا فیصل ہے بہت خوبصورت۔

ہاں خوبصورت کیوں نہ کرن کس کا ہے۔ ہاں یہ بات تو ہے ہماری سویرا کسی سے کہ نہیں۔ سویرا مسکرائی اور بولی تم فیصل سے باتیں کرو میں ابھی کچھ دیر میں آئی مدثر ذرا آؤ میرے ساتھ کمرے سے مہندی کی ٹوکریاں لانی ہیں۔

نہیں آپ فیصل کو ساتھ لے جائیں میں آپ کی دوست سے باتیں کرتا ہوں مدثر نے کہا تو وہ دونوں ایک ساتھ چل دیے اور مدثر شائستہ سے باتیں کرنے لگا جی آپ کہاں رہتی ہیں اور کیا کرتی

اس کے لیے مجھے تمہارا کچھ خون چاہیے۔ خون کا نام سن کر میں کانپ کر رہ گیا۔

وہ۔ وہ کیوں۔ میرے شہزادے ڈرو مت۔ میں تمہیں مارنا نہیں چاہتی ہوں مجھے تمہارے خون کی اشد ضرورت ہے اور اس پر میں ایک عمل کرنا چاہتی ہوں اور یہ خون تم کو دینا ہی ہوگا ورنہ تم جانتے ہو کہ میں کچھ بھی کر سکتی ہوں اتنا کہہ کر اس نے اپنے ہونٹ میری گردن پر لگا دیے اور میں نے بھی انکار نہ کیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے انکار کر دیا تو وہ غصہ میں میرے خون کے ساتھ ساتھ میری جان بھی لے سکتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی شکل بدلنے لگی تھی اس کے دودانت باہر کو نکل آئے تھے اور جسم پر بال ابھرنے لگے تھے اس کے بعد مجھے کچھ بھی ہوش نہ رہا۔ جب ہوش آیا تو سویرا میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور پورے گھر والے بھی موجود تھے۔

فیصل اس لڑکی نے میرا مطلب ہے کہ ڈائن نے تمہیں کچھ کہا تو نہیں۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ وہ ایک لڑکی نہیں چڑیل ہے تو میں بھی تم ہی دونوں کا اکیلانہ چھوڑتی۔ سویرا نے کہا۔

لیکن تمہاری دوستی اس سے کب ہوئی تھی۔ میں نے انسا سویرا سے سوال کر دیا۔ دو مہینے پہلے۔ اس نے مختصراً کہا۔

اور دو مہینوں میں تم نے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانا کہ وہ کون ہے کہاں سے آئی ہے اور اس کے گھر والے سب کیا کرتے ہیں۔

نہیں بس اس نے اتنا ہی بتایا کہ وہ اسی شہر میں رہتی ہے اس کے بعد میں نے اس سے کچھ بھی نہیں پوچھا ورنہ ہی اس نے کچھ بتایا سویرا نے کہا۔ لیکن بتاؤ کہ تم بے ہوش کیوں ہوئے تھے۔

وہ میرا خون لینا چاہتی تھی۔ خون کا یاد آتے ہی میں نے اس جگہ کو دیکھنا شروع کر دیا جہاں اس نے

اپنے دانت رکھے تھے لیکن وہاں کوئی بھی نشان نہ تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس نے ابھی میرا خون پیانہ تھا کسی کے آنے سے وہ غائب ہوگئی ہوگی۔ اور میں اس کی شکل دیکھ کر بے ہوش ہوا تھا۔ بس۔

چلو میں تمہارے لیے کھانا لے کر آتی ہوں کیونکہ تم نے رات بھی کچھ نہ کھایا تھا اتنا کہہ کر وہ باہر چلی گئی اور باقی سب لوگ بھی چلے گئے اور پھر وہ کھانا لے کر آگئی اور مجھے کھلانے لگی گھر والے نہیں دیکھ رہے تھے جو خوش ہو رہے تھے اور یہ ہم جانتے تھے کیونکہ امی کی بھی خواہش تھی کہ سویرا ہماری بہو بنے اور میں خود بھی یہی چاہتا تھا۔

فیصل تم نہیں جانتے ہو کہ میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں تمہاری دیوانی ہوں تمہیں دیکھ کر جیتی ہوں تمہیں سوچ کر میں زندہ ہوں تم میری رگ رگ میں خون کی طرح گردش کرتے ہو اگر تم کو کچھ ہو جاتا تو کبھی سوچا ہے تم نے کہ میرے اوپر کیا بیعتی لیکن تم بھلا ایسا کیوں کہیں میری پرواہ ہوتی تو میرے بارے میں سوچتے۔ وہ ناراض ہوئی۔

میری جان میری رانی میں نے پیار سے اس کا کاندھا پکڑا مجھے صرف تمہاری ہی فکر ہے میری خوشی تمہاری خوشی میں ہے میری مسکراہٹ بھی تم ہی ہو اور تم کہتی ہو کہ مجھے تمہاری فکر نہیں ہے۔ واقعی فیصل وہ جیسے کھل سی گئی۔

ہاں واقعی۔ فیصل تمہاری ان باتوں نے میرے اندر ایک نئی روح چھونک دی ہے اور فیصل تم نے میرا دل جیت لیا ہے اور دیکھنا میں تمہیں پانے کے لیے کیا کچھ کر جاتی ہوں اگر تمہارے لیے مجھے اپنی جان بھی دینا پڑی تو میں دے دوں گی لیکن تمہارے علاوہ میں کسی اور کی نہیں بنوں گی اور میں صبح ہی امی سے کہہ دوں گی کہ وہ تم کو میرا بنادیں۔ اس کی یہ بات سن کر میں مسکرا دیا اور کہا

میری جان تم جانتی ہو کہ میری امی بھی تم کو اپنی بہو بنانے کے خواب دیکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا اور وہ مجھے کبھی بھی تم سے جدا نہیں ہونے دیں گے۔ میں نے اتنا کہا تو اس نے میرے ہاتھوں کو چوم لیا اور کمرے سے باہر بھاگ گئی اور میں اس کو جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا۔

شائستہ ڈائن اپ اگلے قدم اٹھانے کے بارے میں بے چین تھی وہ ایک مورتی کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور اس سے کچھ مانگ رہی تھی کہ اسے ایک آواز سنائی دی شائستہ کچھ انتظار کرو بہت جلد تم فیصل کا خون پی کر امروہ جادو اور پھر میں اس دنیا میں راج کروں گا۔ اور تم بھی۔ یہ بات سن کر وہ انہی اور ایک گاؤں کی طرف چلی دی اور وہاں پہنچ کر اس نے اپنا روپ ایک خوبصورتی لڑکی کے روپ میں بدل لیا۔ وہ چلتے ہوئے ایک گھر میں جا رکھی جہاں ایک نوجوان بیٹا ہوتا تھا اچانک ایک لڑکی کو اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ کانپ کر رہ گیا لیکن اس حسینہ کے لبوں پر پھر مسکراہٹ دیکھ کر اس کا خوف جاتا رہا۔ وہ اس کے قریب ہوتی چلی گئی اور اس کو یوں لگا کہ جیسے وہ اس سے پیار کرنا چاہتی ہے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں لیکن جب اس کے دل پر اس نے اپنے تیز ناخن گھسائے تو اس کی چیخ نکل گئی لیکن ڈائن نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی چیخ کو روک لیا۔ پھر اس نے اس کی گردن پر اپنے دانت رکھ دئے اور اس کا خون پینے لگی اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ گئی چیل نے اس کا گوشت کھایا اور کمرے سے باہر نکل گئی اس کے بعد وہ دھیرے دھیرے دوسرے کمرے میں گئی وہاں بھی اس نے خون پیا گوشت کھایا اور پھر تیسرے کمرے میں گئی وہاں بھی خون کر دیا۔ صبح ہوئی تو گاؤں میں ان کی موت کی خبر پھیل گئی تو جیسے گاؤں والوں پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ لیکن کوئی بھی کچھ بھی نہ

کر سکا روز کی طرح انہوں نے ان چاروں کو بھی دفن کر دیا۔

سوریا نے صبح ہوتے ہی من ہی من میں سیر کا پروگرام بنایا اور سیدھی میرے کمرے میں آئی شادی ختم ہو چکی تھی اور میں گہری نیند سو رہا تھا کہ اس نے ہی آکر مجھے جگایا تھا۔ اور کہا۔

تم گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے ہو اٹھو تم سے آج بہت ہی ضروری بات کرنی ہے۔

ہاں کرو میں نے اٹھتے ہوئے کہا کیا ہے ضروری بات۔ تو وہ بولی۔

ہم نے آج جنگل کی سیر کا پروگرام بنایا ہے۔ جنگل کا نام سن کر میں چونک سا گیا۔ وہ بولی مدثر عثمان نعمان کو میں نے راضی کر لیا ہے اب تم جلدی کرو بس میں نے کہا۔

یہ اچانک پروگرام۔ وہ بھی جنگل کا۔

ہاں میں نے اپنے کزنوں سے کہا تھا کہ میں ایک بار جنگل میں گئی تھی تو وہاں بہت حرا آیا تھا تو وہ بولے تو پھر ہم سب یہاں اکٹھے ہیں کیوں نہ آج پھر وہاں چلیں کل واپس آجائیں گے سو یوں اچانک ہمارا پروگرام بن گیا۔ بس تم اب اٹھو اور جانے کی تیاری کرو۔

ٹھیک ہے جیسے جناب کا حکم میں کون ہوتا ہوں انکار کرنے والا۔ لیکن وہ جنگل تو بہت دور ہے۔

ہاں جانتی ہوں دور ہے لیکن وہاں مڑا بہت آئے گا بس تم میرے پیچھے پیچھے باہر آ جاؤ۔ سوریا نے کہا اور باہر چلی گئی۔ میں بھی تیار ہو گیا۔ سارا سامان ہم نے گاڑی میں رکھ لیا تھا سب گھر والوں نے ہمیں رخصت کیا اور کہا کل ضرور آ جانا ہم نے صرف ایک رات وہاں گزارنے کی اجازت دی ہے۔ تو ہم نے کہا کہ ہم کل ہر حال میں آجائیں گے کیونکہ میں چاہتا تھا کہ میں آج اپنی جان کے ساتھ تمہائی میں

خوب دل کی باتیں کروں کیونکہ آج سوریا مجھے بہت ہی پیاری لگ رہی تھی اور میں اسی کو ہی دیکھنے جا رہا تھا۔

یوں کیوں دیکھ رہے ہو جان وہ شرماتے ہوئے بولی۔ تو میں نے کہا۔

سوریا آج تم بہت ہی پیاری لگ رہی ہو اتنی پیاری کہ جی چاہتا ہے کہ تم کو دیکھتا ہوں۔

ارے نیکی مجنوں اب گاڑی میں بیٹھو باقی باتیں گاڑی میں کر لیتا۔ مدثر نے کہا تو ہم دونوں ہنس دیئے اور سوریا نے ایک لاکٹ اپنے پرس سے نکالا اور بولی فیصل میرے قریب ہو میں تم کو یہ لاکٹ پہنا دوں۔

اس میں تمہاری زندگی محفوظ ہے تم کو کہیں بھی کچھ نہیں ہوگا۔ اتنا کہہ کر سوریا نے ایک لاکٹ میرے گلے میں ڈال دیا میں نے کہا۔ یہ کیا ہے تو وہ بولی فیصل میں تم کو کھوتا نہیں چاہتی بس چاہتی ہوں کہ تم ہمیشہ میرے بن کر رہو۔

مدثر بولا فیصل جاتو ہم رے ہیں لیکن نجانے کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے ہمیں یکدم ایسا پروگرام نہیں بنانا چاہئے تھا حالانکہ سب نے منع بھی کیا تھا لیکن سوریا کی ضد کے آگے کوئی بھی بول نہ سکا ہے میں نے کہا۔

بھائی ہم اگر تیار ہو ہی گئے ہیں تو ڈرنے کی کیا ضرورت ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اور پھر تم اکیلے تو نہیں ہو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔

ہماری گاڑی رواں دواں تھی اور سوریا شاید آج اپنا تمام پیار مجھ پر بھجوا کر دینا چاہتی تھی وہ بھی میرے ہاتھوں کو چوتی تو بھی چہرے کو دھمتی جانی وہ میرے ساتھ ہی فریٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور ہم لوگ جنگل کے قریب پہنچنے والے تھے موسم بھی خراب تھا پورے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے دیکھو اگر بارش ہوگی تو گاڑی سے کوئی بھی نہیں نکلے گا سب ہی گاڑی میں رہیں گے مدثر نے کہا تو اس کی بات کی

سب نے تائید کی ہم اب جنگل کے سامنے تھے اور بارش بھی شروع ہو چکی تھی۔

کس نے کہا تھا کہ جنگل بہت خوفناک ہے اسے دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ جیسے جنت کے نظارے یہاں موجود ہوں اتنا پیارا لگ رہا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اس کو اندر جا کر دیکھو۔ نعمان نے کہا۔

تو ٹھیک ہے منع کس نے کیا ہے اور پھر ہم یہاں لینے کیا ہیں جنگل کو دیکھنے ہی تو آئے ہیں سوریا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بس بارش رک جائے پھر اندر جا کر دیکھیں گے اس کے نظاروں کو ہم گاڑی میں بیٹھے ہوئے جنگل کو دیکھ رہے تھے جو بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا ہرے ہرے درخت اور کھلے ہوئے پھول ایسے لگ رہے تھے جیسے یہ جنگل نہ ہو کوئی تفریح گاہ ہو۔ خدا خدا کر کے بارش رک تو ہم لوگ گاڑی سے نیچے اتر آئے اور اپنا سامان اٹھائے جنگل میں چل دیئے جوں جوں آگے بڑھتے جا رہے تھے جنگل کی خوبصورتی بڑھتی جا رہی تھی ایک جگہ ہمیں نہر دکھائی دی جو بہت ہی خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی اور وہاں سے کچھ دور ہمیں ایک حویلی دکھائی دی سوریا مسکراتے ہوئے بولی۔

لگتا ہے کہ یہ حویلی ہمارے لیے ہی بنائی گئی ہے چلو وہاں چلتے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ اس کی طرف چل دی اور ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے بہت ہی انجوائے ہو رہا تھا بہت ہی اچھا لگ رہا تھا ہمارے دلوں میں کوئی بھی خوف نہ تھا کہ ہم جنگل میں گھوم رہے ہیں۔ سب ہی بہت خوش تھے۔ ہم لوگ حویلی میں جا پہنچے جو اندر سے بہت ہی خوبصورت بنی ہوئی تھی تین منزل حویلی تھی جو دیکھنے میں ایک کشش رکھتی تھی وہاں پہنچتے ہی ہم اس کی خوبصورتی میں کھو گئے ہم نے ایک جگہ تمام سامان رکھ دیا اور اسی میں رہنے کا پروگرام بنالیا۔

آؤ یار اور پر چلیں تمام حویلی کا جائزہ لیں بہت

ہی پیاری لگی ہے مجھے یہ حویلی نعمان نے کہا تو عثمان بولا ہاں اور تمہارے لیے سونے چاندی کی اینٹیں رکھی ہوئی ہیں جا کر لے آؤ۔ سب ہی اس کی بات پر مسکرا دیے اور پھر فیصلہ ہوا کہ پہلے کھانا کھالیا جائے پھر اس حویلی کی سیر کی جائے گی ہم لوگ کھانا کھانے لگے کہ باہر سے ہمیں تیز بارش کی آواز سنائی دی۔ آسمان پر سیاہ بادلوں نے ایسے قبضہ جمالیا کہ دن کے دو بجے کا وقت تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے سیاہ رات ہو گئی ہو۔ ہم نے حویلی کی سیر کرنی شروع کر دی۔ اندر کا ماحول کسی تاج محل سے کم نہ تھا تمام کمروں میں مکمل رہائش کا انتظام موجود تھا سب ہی یہ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ مدثر نے کہا اتنا قیمتی سامان یہاں بڑا ہوا ہے اگر ہمیں ہیرے مل جائیں تو کیا ہی بات ہوگی۔ اس کی بات پر سب ہی ہنس دیے۔ اور پھر ہم مزید آگے بڑھ گئے کہ ہمیں یکدم کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی آواز سنتے ہی ہم سب خوفزدہ ہو گئے۔ ہمارے دل دھک دھک کرنے لگے ہم تیزی سے نیچے آ گئے۔ بارش اب بھی ہو رہی تھی اور ایسی تھی کہ رکنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی ہم سب ایک ہی کمرے میں آ کر بیٹھ گئے ہمارا دھیان کمرے میں گرنے والی چیز کی طرف تھا کہ وہ کیا چیز تھی جو گری تھی جس کی آواز سب نے سنی تھی لیکن وہ دکھائی نہیں دی تھی ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ ہمیں یوں لگا جیسے کوئی سیڑھیاں اتر رہا ہو۔ ہم آواز سن کر مزید خوفزدہ ہو گئے ہماری بولتی بند ہو گئی سب کے لبوں پر خاموشی چھا گئی تھی کمرے میں مکمل سکوت پھیل گیا تھا۔ اس کے چلنے کی آواز مسلسل ہمیں سنائی دے رہی وہ ہمارے ہی کمرے کی طرف آ رہی تھی اور۔۔۔ اور ہمارے دل کانپ رہے تھے پھر یکدم کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک لڑکی ہمارے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ اس نے بہت ہی قیمتی لباس پہن رکھا تھا زیورات سے وہ لدی ہوئی تھی اور بہت ہی خوبصورت

تھی وہ ہمیں ہی دیکھ رہی تھی۔

واؤ۔ کیا حسن ہے۔ مدثر کے منہ سے نکلا۔ اس لڑکی نے ایک ایک کر کے ہم سب کو گھورا اور پھر بولی۔ کون ہو تم لوگ اور یہاں کیا لینے آئے ہو۔

ہم لوگ جنگل کی سیر کرنے آئے تھے لیکن بارش کی وجہ سے ہمیں اس حویلی میں آنا پڑا۔

میں نے تم سے نہیں پوچھا اس لڑکے سے پوچھا ہے اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تو میں نے کہا۔

میرا بھی وہی جواب ہے جو سویرا کا ہے کہ ہم لوگ جنگل کی سیر کرنے آئے تھے اور بارش کی وجہ سے ہم یہاں حویلی میں آ گئے کیا آپ اس حویلی کی مالکن ہو۔ میری بات سن کر وہ بولی۔

ہاں میں اس حویلی کی مالکن ہوں۔

سویرا مالکن ہم آپ سے پوچھے بغیر ہی حویلی کے اندر چلے آئے میں نے کہا تو وہ بولی۔

کوئی بات نہیں اب تم جتنے دن یہاں رہنا چاہو رہ سکتے ہو پھر وہ سویرا سے مخاطب ہوئی۔ تمہارا نام کیا ہے تو سویرا نے بغیر درے ہوئے کہا۔

سویرا۔ اور میں فیصل کی کزن ہوں بلکہ ہم سب ہی کزن ہیں۔ لیکن آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔

میرا نام شائستہ ہے۔

کیا کیا۔ ہم سب ہی چونک گئے۔

ہاں لیکن میرا نام سن کر تم لوگ یوں حیران کیوں ہو گئے ہو میں کوئی بلا تو نہیں ہوں لیکن ہم سب خوفزدہ ہو چکے تھے کیونکہ شائستہ نام کی لڑکی جو ہمارے سامنے شادی میں آئی تھی وہ ہمیں یاد آگئی تھی۔

میں نے کہا نہیں نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے اصل میں ہماری ایک کزن کا نام بھی شائستہ تھا بس اس کی یاد آگئی تھی۔

اودھ اچھا چھوڑو واؤ میرے ساتھ میں تم کو اوپر

لے کر چلتی ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گئی اور ہم سب بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے ہمیں وہ کمروں کی سیر کرانے لگی جو ہمیں بہت ہی انجوائے ہو رہا تھا یکدم میں کسی چیز سے ٹکرا کر گرنے لگا تو شائستہ نے مجھے سنبھال لیا۔ اور مسکرا دی۔

میں نے کہا سویرا۔

وہ بولی سویرا کی کیا بات ہے۔ تمہارا گرنا اور میرا تم کو سنبھالنا بہت ہی اچھا لگا ہے میں تو چاہنے لگی ہوں کہ تم یوں ہی گرتے رہو اور میں تم کو یونہی بھائی رہوں۔ اس کی یہ بات سن کر سویرا نے اسے گھورا تو وہ بولی۔

تم پریشان نہ ہو میں کون سا فیصل کو لے کر فرار ہو گئی ہوں بس بات ہی تو کی ہے اچھا چلو تم لوگ بیٹھو میں چائے بنا کر لاتی ہوں اتنا کہہ کر وہ ایک طرف چل دی تو سویرا بولی۔

فیصل مجھے پورا یقین ہے کہ یہ وہی شائستہ ہے جو چڑیل کے روپ میں ہمارے گھر آئی تھی مجھے اس سے خوف آنے لگا ہے۔ میں نے کہا۔

نہیں سویرا ایسی بات نہیں ہے تم جانتی ہو کہ میرے گلے میں تعویذ ہے اگر وہ چڑیل ہوتی تو مجھ سے ٹکراتے ہی وہ غائب ہو جاتی یا پھر چیخ پڑتی ایسا کچھ بھی نہیں ہوا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ چڑیل نہیں ہے بلکہ انسان ہی ہے۔

ہاں تمہاری یہ بات ٹھیک ہے مدثر نے تائید کی۔

ابھی ہم لوگ ایسی ہی باتیں کر رہے تھے کہ وہ چائے لیے کمرے میں داخل ہوئی اور چائے رکھتے ہوئے بولی لو بھیجی چائے پو اور سیر کرو کیونکہ بارش رک چکی ہے ہم کوشش کر رہے تھے کہ جلدی جلدی چائے پی جائے اور اپنا سامان سنبھال کر یہاں سے نکلا جائے کہیں پھر سے بارش نہ ہو جائے۔۔۔

اچھا تو تم لوگوں نے اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا کہ آپ لوگ کیا کچھ کرتے ہیں۔ ہم سب

نے کہا ہم سب ہی پڑھتے ہیں اور میں نے کہا میں نوکری کی تلاش میں ہوں۔ لیکن ایک بات ہے کہ آپ چائے بہت اچھی بناتی ہیں بہت ہی مزا آیا ہے آپ کی چائے پینے کا میری بات سن کر وہ مسکرائی اور بولی اگر ہو تو اور بنا کر لے آؤں۔

نہیں نہیں بس۔ میں نے کہا تو بس اب ہم لوگ چلتے ہیں۔ وہ بولی۔

ٹھیک ہے میں تم لوگوں کو روکوں گی نہیں۔ ہم لوگ چل دیے کہ یکدم عثمان اور نعمان گر گئے اور گرتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ ہم حیران رہ گئے کہ ان کو کیا ہو گیا شائستہ نے یہ سب دیکھا تو جلدی سے پانی لے آئی۔ اور بولی۔

ان کو کیا ہوا تھا یہ کیوں گرے تھے۔

سویرا نے کہا یہ نہیں لگتا ہے کہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے پاؤں پھسل گیا تھا۔ میں نے مدثر سے کہا۔ مدثر تم جلدی سے جاؤ اور گاڑی کو سٹارٹ کر کے یہاں ہی لے آؤ ہم ان کو اٹھا کر لے جاتے ہیں وہ بولا ٹھیک ہے میں ابھی جاتا ہوں اتنا کہہ کر وہ باہر نکلا ہی تھا کہ پھسل گیا اور گرتے ہی وہ بھی بے ہوش ہو گیا۔

یہ یہ اسے کیا ہو گیا ہے سویرا نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ یہاں ایسا کیوں ہو رہا ہے وہ مسلسل پریشان ہو رہی تھی اور میری بھی حالت ایسی ہی تھی میں بھی ان کے یوں گر کر بے ہوش ہونے کی وجہ سے پریشان ہو رہا تھا۔ سویرا نے مجھے دیکھا اور کہا۔

فیصل تم عثمان کو پہلے اٹھاؤ اور گاڑی میں بٹھا کر آؤ تب تک میں ان کے پاس رہتی ہوں۔

میں نے کہا ٹھیک ہے میں ابھی گیا اور ابھی آیا۔ اتنا کہہ کر میں عثمان کو اٹھا کر باہر نکل گیا اور گاڑی تک جا پہنچا۔ اس کو گاڑی میں لٹایا اور پھر تیزی سے چلتا ہوا واپس آیا نعمان کو اٹھایا اور سویرا سے کہا۔

سویرا تم بھی میرے ساتھ چلو۔

شائستہ بولی ہاں میں اتنی دیر میں مدر کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتی ہوں۔

میں نے کہا۔ ٹھیک ہے میں ابھی واپس آتا ہوں اتنا کہہ کر میں سویرا کے ساتھ حویلی سے باہر نکل آیا سویرا نے گاڑی کا دروازہ کھولا تو میں نے نعمان کو گاڑی کے اندر لٹا دیا۔ اور سویرا سے کہا تم ان کے پاس ہی بیٹھو میں مدر کو اٹھا کر لاتا ہوں۔ کوشش کرو کہ ان کو ہوش آجائے وہ بولی۔

ٹھیک ہے جلدی آتا مجھے بہت خوف آ رہا ہے۔ میں نے کہا ڈرنے کی بات نہیں ہے تم ہمت سے کام لو میں ابھی واپس آ جاتا ہوں اتنا کہہ کر میں حویلی کی طرف چل دیا۔ ابھی میں حویلی کے باہر ہی تھا کہ مجھے مدر کے چیخنے کی آواز سنائی دی آواز سن کر میں کانپ سا گیا اور حویلی کی طرف دوڑ لگا دی۔ جب میں حویلی کے اندر داخل ہوا تو سامنے کا منظر دیکھ کر میرے ہوش ہی اڑ گئے۔ اندر کا منظر بالکل ہی بدل چکا تھا وہ اب شاندار اور پرکشش حویلی نہ رہی بلکہ ایک بوسیدہ مکان تھا اور وہ لڑکی جو بہت ہی خوبصورت تھی وہ ریچھ کی طرح لگ رہی تھی اور مدر کا خون پینے میں مصروف تھی۔ اسے دیکھ کر میری چیخ نکل گئی۔ تو وہ مدر کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوئی اور بولی۔

آؤ فیصل آؤ مجھے پتہ تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔ اب میں تمہیں لے کر ہمیشہ کے لیے اپنی دنیا میں چلی جاؤں گی اور تم سے شادی کروں گی۔ اتنا کہہ کر وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی۔

شاید مدر کے چیخنے کی آوازیں سویرا نے بھی سن لی تھیں وہ بھی بھاگتی ہوئی حویلی میں آگئی تھی۔ شائستہ نے اسے دیکھ لیا تو وہ مسکرا دی اور بولی۔

سویرا اب تم فیصل کو نہیں بچا سکتی۔ کیونکہ میں یہاں فیصل کے لیے آئی تھی اور اب میں اس کو لے کر

ہمیشہ کے لیے اپنی دنیا میں چلی جاؤں گی۔

میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی اور نہ ہی تم ایسا کر سکو گی۔ سویرا نے ہمت سے کہا اور میں مدر کی بڑھ گیا جو بہت زخمی ہو چکا تھا میں نے کہا۔ مدر تم ٹھیک تو ہونا۔

وہ بولا یا تم میری چھوڑو بس کسی طرح سویرا کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ ورنہ یہ چیزیں کسی کو بھی معاف نہیں کرے گی۔

میں سویرا کی طرف بڑھا تو شائستہ نے مجھے دیکھ لیا اور مجھ سے مخاطب ہوئی۔

فیصل میری جان تم سویرا سے کہہ دو کہ وہ مجھے نہ روکے کیونکہ تم میرے ہر صرف میرے۔ اور اسے کہو کہ یہ تمہارا پیچھا چھوڑ دے۔ اگر اس نے یہ سب یہ نہ کہا تو میں اس کو مار ڈالوں گی لیکن اسے مارنے سے پہلے میں تم کو مار دوں گی۔

سویرا نے جب مجھے مارنے والی بات سنی تو بولی فیصل تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔

میں نے کہا نہیں سویرا انہیں میں تم یوں اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا ہوں تم میرا پیار ہو میری جاہت ہو میرا سب کچھ ہو اور پھر میں نے شائستہ سے کہا تم جو بھی کرنا چاہو کرو میں کبھی بھی سویرا کو نہیں چھوڑ سکتا اور تم سے کبھی بھی شادی نہیں کروں گا اگر تم نے مجھ سے سویرا کو چھین لیا میں تمہارے ہاتھ بھی نہیں آؤں گا میں ایسا کر کے رہوں گا۔

ٹھیک ہے اگر تم میرے نہیں تو پھر کسی کے نہیں ہو سکتے میں کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ وہ میری طرف بڑھنے لگی جب سویرا نے اسے میری طرف بڑھتا ہوا دیکھا تو درمیان میں آگئی اور بولی۔ پہلے مجھے مارو اس کے بعد اس کو مارنا میرے ہوتے ہوئے تم کبھی بھی اس کو نہیں مار سکتی۔ سویرا کی یہ بات سنکر وہ خونخوار ہوگئی اور اپنے تیز وار ناخنوں سے سویرا پر وار کر دیا۔ جس سے وہ شدید زخمی ہوگئی۔ سویرا

کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی۔ اور وہ نیچے گر گئی۔ مجھ سے سویرا کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ تو میں نے وہاں موجود ایک خنجر پکڑ لیا اور شائستہ کی طرف بڑھنے لگا۔ اور سیدھا وار اس کی سینے پر کر دیا۔ میرے ایک

ہی وار سے وہ لڑھک گئی اس کے منہ سے چیخ بلند ہوئی پھر وہ سنبھل گئی اور بولی تم نے مجھ پر وار کیا ہے تمہاری یہ ہمت میں اب کسی کو بھی معاف نہیں کروں گی۔ اتنا کہہ کر وہ ایک دم سویرا پر چھٹی۔ اور اس کا پیٹ چا کر دیا خون کا فوارہ اس کے پیٹ سے ابل پڑا وہ ترپنے لگی شائستہ بولی میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ اگر تم میرے اور فیصل کے درمیان آتی تو میں تم کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ سویرا میرے سامنے ترپ رہی تھی اور یہ سب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا میں پانگوں کی طرف اس کی طرف بڑھا۔ سویرا میری جان تمہیں کچھ بھی نہیں ہوگا میں تم کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو پھر میں بھی زندہ نہیں بن سکوں گا میری زندگی تمہارے ساتھ ہے۔

نہیں فیصل تم بھاگ جاؤ تم میری فکر نہ کرو اپنی جان بچاؤ میں تم کو سرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔

میں سویرا انہیں میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ جاؤ پلےز جاؤ۔ وہ مشکل سے بولی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ ایک طرف لڑھک گئی اور اس کا مردہ جسم میرے ہاتھوں میں جھول گیا۔ میں ترپ سا گیا اور رو دیا۔ شائستہ نے میرے بالوں سے پکڑ لیا اور پھر یکدم وہ پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے اپنے گلے سے تعویذ اتار کر اس پر پھینک دیا وہ ترپ سی گئی اس کے منہ سے جھنسن نکلنے لگیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے جسم کو آگ نے اپنے لیٹ میں لے لیا اور وہ ہمارے سامنے ہی راکھ بن گئی۔ اس کے مرتے ہی حویلی گرنے لگی میں حویلی سے باہر بھاگ نکلا۔ ابھی میں باہر نکلا ہی تھا کہ حویلی ایک دھماکے کے ساتھ نیچے گر گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کا ڈھیر بن گئی۔ میری سویرا

اور مدر اس میں ہی دب گئے۔ میں پانگوں کی رورہا تھا اور بھاگتا ہوا میں گاڑی کے پاس گیا کہ نعمان اور عثمان کا پتہ کروں لیکن ان کو دیکھ کر میں بالکل ہی ڈھسے سا گیا وہ بھی مردہ حالت میں پڑے ہوئے تھے نہ جانے اس چائے میں اس نے کیا ملا تھا کہ کوئی بھی زندہ نہ بچ سکا تھا صرف میری چائے اس نے خاص کر بجائے رکھی تھی کیونکہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔ ورنہ شاید میں بھی زندہ نہ بچ پاتا۔ میں روتا ہوا گاڑی چلانے لگا اور پھر مجھے نہیں پتہ میں گھر کیسے پہنچا۔ اور کتنے گھنٹوں میں پہنچا لیکن پہنچ گیا جاتے ہی میں خالہ سے لپٹ گیا اور روتے ہوئے کہا خالہ سویرا ہمیں چھوڑ کر چلی گئی مدر بھی ہمیں چھوڑ گیا ہے میرا اتنا کہنا تھا کہ گھر میں جیسے قیامت آگئی تھی ہر طرف کھراہ مچ گیا ہر طرف رونا دھونا تھا ہر آنکھ اشکبار تھی لیکن اب رونے کے علاوہ کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔ پھر ہم لوگ اپنے گھر آ گئے۔ لیکن میں بھلا اپنے دوست اسے کزن مدر کو کیسے بھول سکتا تھا۔ اور اپنی جان سویرا کو کیسے بھول سکتا تھا وہ تو میری زندگی تھی میری جان تھی میرا سب کچھ تھی مجھے بچاتے ہوئے اس نے اپنی جان دے دی۔ اور اس نے سچ ہی تو کہا تھا کہ فیصل تم سے میں اتنا پیار کرتی ہوں کہ اگر تمہاری وجہ سے مجھے اپنی جان بھی دینا پڑی تو میں دے دوں گی لیکن تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی۔ اس نے جو کہا تھا کر دکھایا تھا اور میرے پاس اب اسکی یادوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے وہ آج بھی میرے دل میں ایسے ہی زندہ ہے جیسے وہ ہوا کرتی تھی آج بھی مجھے ایسے لگتا ہے کہ جیسے وہ ابھی کہیں سے آجائے گی اور کہے گی کہ فیصل دیکھو میں آگئی ہوں تمہارے پاس ہمیشہ کے لیے۔

قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازجئے گا۔ مجھے انتظار رہے گا۔

پراسرار حویلی

--- تحریر: سونیا لطیف --- فتح پور ضلع لیہ

کبھی میں بھی تم لوگوں کی طرح ہوتی تھی کبھی میرا بھی ایک گھر تھا جس میں تہتہ ہی تہتہ تھے خوشیاں ہی خوشیاں تھیں ایک دن میں کالج سے واپس آرہی تھی کہ ہمارے کالج کا ایک آوارہ لڑکا میرے راستے میں آگیا۔ اس نے مجھے پر پوز کر دیا اور کہا میں کئی ماہ سے تمہیں چاہتا آرہا ہوں لیکن کہہ نہیں پایا ہوں اس کی بات سنا کر میرے سامنے سمیر کا چہرہ آگیا وہ بھی مجھے بہت پیار کرتا تھا اور وہ ہمارے کالج کا لائق ترین لڑکا تھا۔ اور میں اس سے محبت کرتی تھی۔ میں نے اسے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ کہہ دیا کہ آج کے بعد وہ کبھی بھی میرا رستہ نہ روکے میرے انکار سے وہ دھمکیوں پر اتر آیا اور بولا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تم کو اور سمیر کو جان سے مار دوں گا۔ اتنا کہہ کر وہ چلا گیا۔ اور میں نے یہ بات بھلا دی۔ ان دنوں میرا سمیر کے ساتھ رشتہ طے ہو گیا تھا۔ اور پھر ہماری شادی کی ڈیٹ بھی رکھ دی گئی تھی اس دن سمیر کی دلہن بنی ہوئی تھی کہ وہ آیا اور مجھے اٹھا کر لے گیا۔ اور اس حویلی میں لے آیا۔ اور اسی کمرے میں مجھے لاپھنگا جس میں تم موجود تھے۔ اس نے یہاں مجھے بیٹھنے ہی دو جا رہے تھے میرے منہ پر مارے ساتھ ہی اس نے آگ جلائی اور کتاب لے آیا وہ کرتی مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور اپنے مذہب کے مطابق مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا وہ آگ کے گرد چکر لگانے لگا میں نے اسے دھکا دے دیا اور کمرے سے باہر بھاگ گئی وہ بھی میرے پیچھے بھاگا میں میسر پر آگئی اور جب دیکھا کہ وہ میرے پیچھے ہے تو میں نے یہاں سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ میں نے دیکھا کہ میرا جسم نیچے پڑا ہوا تھا اور میری آتما اسے دیکھ رہی تھی جو خون میں لت پت تھا میں اپنے ہی جسم کو ترپتا ہوا دیکھ رہی تھی خون میں ڈوبا ہوا دیکھ رہی تھی پھر میں نے اس کو بھی مار ڈالا مجھے اس پر اتنا غصہ تھا کیونکہ اس نے مجھے میرے محبوب سے جدا کیا تھا میری خوشیوں کا وہ قاتل تھا میں جذباتی ہو گئی تھی اور میں نے اسے مارنے کے بعد اس کا خون پینا شروع کر دیا اور یوں مجھے خون پینے کی لت پڑ گئی اور اس کے بعد جو بھی یہاں آیا میں نے اس کا خون پینا شروع کر دیا اور وہ منظر جو میرے ساتھ بیٹا تھا وہ مجھے ہر روز کرنا پڑتا ہے مجھے ہر روز رات کو میسر سے نیچے کودنا پڑتا ہے۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

واؤ شیزی ہم لوگ پکنک پر جا رہے ہیں وہ بھی اکٹھے۔ مجھے تو یقین ہی نہیں ہو رہا ہے روانے پر جوش ہوتے ہوئے کہا۔ شیزا دھیرے سے مسکرا دی اور شیزی میں پہلی بار پکنک پر جا رہی ہوں وہ بھی پورے دو مہینوں کے لیے اور معجزے والی بات یہ ہے ماما نے بھی اجازت دے دی ہے ورنہ تم تو جانتی ہو کہ

جنوری 2014

خونفاک ڈائجسٹ 122

پراسرار حویلی



خونفاک ڈائجسٹ 123

گھبرا رہا ہے کہ کہیں کچھ ہونہ جائے۔ اور ویسے بھی میں بھی پہلی بار گھر سے اتنی دور جا رہی ہوں شیزا نے دیکھی سا جواب دیا۔

پاراس میں ڈرنے والی کون سی بات ہے ہم اکیلے تھوڑی جا رہے ہیں پروفیسر امجد صاحب ہوں گے ناں ہمارے ساتھ اور پھر ہمارے پانچ دوست اور بھی ہیں دیکھو ناں مہر جا رہی ہے اس کے علاوہ عامر زبیر وحید شاہ بھی تو ہیں روانے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

ہاں یہ تو ہے شیزا جگہ سے مسکرا دی۔

دراصل جیسے ہی صبح پروفیسر امجد نے انہیں بتایا کہ وہ سالم پور کے سب سے خوبصورت شہر جا رہے ہیں وہ بھی دو مفتوں کے لیے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی اور سب مزے سے اپنی پیکنگ کرنے لگے پورے کالج میں سے صرف سات لوگ ہی اتنی دور جانے کے لیے تیار ہوئے تھے۔

گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی اور یہ اپنی خوش کیوں میں مصروف تھے۔

ارے دیکھنا چاند کدھر سے نکلا ہے آج شیزا میڈم بڑی خاموش ہے زبیر نے ناچپ ہونے والی شیزا کو یوں کم صدمہ بیٹھے دیکھ کر کہا۔

آئی تھنک دو پہر کا وقت ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے چاند دو پہر کے وقت نہیں رات کے وقت نکلتا ہے سسز زبیر شیزا نے جل جھن کر کہا۔

غلط تم دونوں ہی غلط ہو وحید نے ٹانگ اڑائی میڈم شیزا جی آپ سے کس نے کہا کہ دوپہر کو چاند نہیں نکلتا چاند تو ہوتا ہے لیکن نظر نہیں آتا کیونکہ سورج کی روشنی اتنی ہوتی ہے کہ اور یہ کہ۔

جیو میرے شیر اس سے پہلے کہ وحید کچھ اور کہتا زبیر نے اسے ٹھکی دیتے ہوئے اور فخر سے شیزا کی

طرف دیکھتے ہوئے کہا جو کہ وحید کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

زبیر صاحب آپ بھی غلط ہیں آپ نے بھی غلط کہا ہے کہ ذرا چاند دیکھ کر بتاؤ کدھر سے نکلتا ہے حالانکہ دو پہر کے وقت چاند نظر نہیں آتا اور۔

اف وحید اور اس کی سائنس دونوں سے اللہ بچائے سب نے اپنا ہاتھ پیٹا۔ اب باری خوش ہونے کی شیزا کی تھی اور زبیر کا سو آف تھا۔ وحید ایسا ہی تھا کہ ہر عام سی بات کو سائنس میں لے جاتا اور اسے سائنس کی نظر سے نٹاتا اور یہ میڈیم شیزا اور زبیر صاحب دونوں کی شروع سے نہیں تھی مگر ہر وقت بحث نوک جھونک اور دوسرے کو جواب دینا اپنا فرض سمجھتے تھے لیکن آپس میں پیار بھی بہت کرتے تھے یہ الگ بات تھی کہ کبھی ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا۔

اچانک گاڑی رک گئی تو سب چونک گئے کیا ہوا سرٹانے پروفیسر امجد سے سوال کیا۔

معلوم نہیں دیکھتے ہیں۔ ڈرائیور نے جلدی سے کہا اور گاڑی سے باہر نکل گیا۔ سب لوگ بھی باہر آگئے باہر کا منظر بہت ہی دلکش تھا سڑک کے دونوں طرف درخت ہی درخت تھے اور پرندے درختوں پر بیٹھے ہوئے جانے کون سے گیت گارہے تھے اور آسمان اس وقت بادلوں سے چھپا ہوا تھا اور سرد ہوا چل رہی تھی۔

واؤ۔ واٹ آبیوٹی فل سین۔ کیا خوبصورت منظر ہے روانے چاروں طرف نظر گھماتے ہوئے کہا۔

واقعی منظر تو دلکش ہے عامر نے بھی اس کی بات کی تائید کی۔

یہاں موسم ہمیشہ ایسا ہی رہتا ہے ڈرائیور نے گاڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ سب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور حیران رہ گئے۔

وہ بہت عجیب سا دکھتا تھا لمبا ترنگا سا قد چہرے

پر بالکی ملکی سفید ڈارمی اور آنکھیں غضب کی تھیں جس میں جیسے خون تیر رہا تھا اور عجیب سی وحشت چمکی تھی شیزا نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر دوسری طرف منہ کر لیا۔

صاحب جی کوئی بڑا پرانہلم ہو گئی ہے ڈرائیور نے پروفیسر امجد سے کہا۔

کیا مطلب۔ ابھی تو ہمارا آدمی سے زیادہ سبز رہتا ہے اور آس پاس کوئی نظر بھی نہیں آ رہا ہے پروفیسر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

صاحب جی یہ یہاں سے تین بجے کے بعد کوئی گھر سے نہیں نکلتا اور نہ ہی آپ کو کوئی ٹینک ملے گا کیونکہ تین بجے کے بعد سبھی اپنی دکانیں بند کر دیتے ہیں اس لیے میری مائیں تو رات ادھر ہی گزار لیں اس نے سر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

لیکن ہم یہاں کیسے رہیں گے ارد گرد جنگل ہے اور کوئی بھوت بلا آئے گی تو سب سے پہلے ہم پر ہی چھپنے کی وحید نے ڈرتے ہوئے کہا۔

اوشٹ۔ وحید بھوت دوت کچھ نہیں ہوتا ہے یہ ساری اپنی بنائی ہوئی کہانیاں ہیں کم از کم میں تو نہیں ماننا انہیں زبیر نے وحید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

مان جاؤ گے اگر نہیں مانتے تو اس ڈرائیور نے کہا اس کے بولنے سے بھی وحشت چمکی تھی۔

چھوڑو یہ سب فضول باتیں سوچو کہ رہنا کہاں ہے روانے جو کہ جانے کے لیے پر جوش تھی اکتائے اسے لہجہ میں بولی۔

صاحب جی ایک حویلی ہے اگر کہیں تو وہاں لے چلا ہوں خالی پڑی ہے گاؤں کے چوہدری کی ہے میں بات کر لیتا ہوں ڈرائیور نے کہا۔

ہاں ہاں کرو بات۔ سر امجد نے فوری کہا۔

نیکس سر وہ حویلی جانے کب سے خالی ہے اور اس گاؤں میں پہلی بار آئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہاں نہیں جانا چاہیے شیزا نے فکر مندی سے

کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

سیدھی طرح کہہ دو کہ سر جی مجھے وہاں جانے سے ڈر لگ رہا ہے وہاں نہ جایا جائے زبیر نے اس کی طرح ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

واٹ نو مین مسٹر میں وہاں جانے سے ڈر رہی ہوں ہاں اگر ڈر بھی رہی ہوں تو تمہیں اس سے کیا۔ ہر اس چیز سے ڈرنا چاہیے جو خطرناک ہو سکتی ہے شیزا نے جواب دیا۔

یہ چیز سے کیا مراد تھا تھاراز پیر نے پوچھا۔ چیز سے مراد بھوت جن چڑیل ڈائن۔ تم کچھ بھی کہہ سکتے ہو شیزا نے جواب دیا۔

کیا پاگل پن ہے شیزا ایسی کوئی بھی چیز اس دنیا میں نہیں ہے زبیر نے فوراً کہا۔

کیوں نہیں ہے بالکل موجود ہیں جن ہوتے ہیں اور یہ خود تر آن پاک میں بھی لکھا ہے اور دیے تو بڑے مسلمان بنے ہوں اس بات پر یقین کیوں نہیں ہے یا تم یقین کرنا نہیں چاہتے ہو یولو شیزا نے غصے سے کہا آئی ڈونٹ بلیو دس زبیر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ باقی لوگ بھی شیزا کی طرف دیکھتے اور کبھی زبیر کی طرف جیسے وہ اس بحث کا نتیجہ جانا چاہتے ہوں کہ جن نام کی بلا موجود ہے یا کہ نہیں۔

چھوڑو یہ باتیں چلو بیک اٹھاؤ اور ہم آج ہی حویلی چل رہے ہیں کوئی اعتراض قبول نہیں ہوگا پروفیسر نے شیزا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور زبیر نے ایک طنزیہ مسکراہٹ شیزا کی طرف اچھائی اور وہ ڈرائیور کی رہنمائی میں چلنے لگے اندھیرا پھیل چکا تھا ویسے تو چاند پورا تھا لیکن درختوں کی وجہ سے بہت تھوڑی ان تک پہنچ رہی تھی ہر طرف خاموشی کا راج تھا چھ ٹائپے بعد کا دکا جانور کی آواز اس خاموشی کو توڑ دیتی اور پھر وہی خاموشی۔ سب کو چلنے میں بہت مشکل پیش آرہی تھی جبکہ وہ بوڑھا ڈرائیور ایسے چل رہا تھا جیسے سواٹ کا بلب روشن ہو اور اسے چلنے میں کوئی

وقت نہیں یہ لوگ چل رہے تھے کہ انہیں وحید کے چلانے کی آواز سنائی دی سب ہی ڈر گئے اور فوراً رک گئے بوڑھے نے ٹارچ کی روشنی پیچھے کی طرف کی تو سب کا قبضہ گونج گیا کیونکہ صحت مند وحید درختوں کے درمیان پھنس چکا تھا۔

ابے مومنے جب تو جانتا ہے کہ یہ تمہارے گزرنے کا راستہ نہیں ہے تو گزرنے کی کوشش ہی کیوں کی عامر نے ہنستے ہوئے کہا۔

مجھے۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہاں درخت اتنے قریب ہوتے ہیں اور میں تو تم لوگوں کے پیچھے چلا آ رہا تھا اور اتنا اندھیرا ہے حالانکہ وہ درخت اتنے ہی قریب نہ تھے پھر زیر اور عامر نے اسے پیچھے سے پکڑ کر باہر کھینچا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تو نکل گیا البتہ زیر اور عامر دونوں پیچھے گر گئے۔ اور ایسے ہی سب حویلی پہنچ گئے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی یہ حویلی دیکھنے میں ہی وحشت تک لگ رہی تھی بوڑھے نے جیسے ہی دروازہ کھولا بہت سی چمکا ڈریں باہر نکل گئیں

سب پیچھے ہٹ گئے شیزا جیسے ہی پیچھے ہوئی زیر کے ساتھ ٹکرائی پھر جیسے ہی ٹکرانے والی شخصیت کا پتہ چلا کہ وہ کون ہے پیچھے ہٹ گئی اور اندر کی جانب لپکی زیر نے ہنستے ہوئے بیک اٹھایا اور اندر آ گیا۔ بوڑھے نے آگے بڑھ کر لائٹس آن کی اور دروازہ بند کر دیا۔ سب حویلی کا جائزہ لینے لگے دیواروں پر

سلطانوں اور شہزادوں کی تصویریں چسپاں تھیں شیزا نے ایک تصویر پر آکر رک گئی وہ عجیب سی تصویر تھی شاید کسی کمرے کے اندر کی تھی ایک لڑکی جس نے ڈھونڈ والی لباس پہنا ہوا تھا اور انتہا کی حد تک خوبصورت تھی اور اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار

نمایاں تھے اور پاس کھڑا لڑکا جس کا چہرہ تو اس طرف نہ تھا لیکن اس کا ہاتھ لڑکی کی کلائی پر تھکی سے جما تھا جو کہ پھولوں والے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اور تصویر میں ایک طرف جلتی ہوئی آگ تھی اور پاس ایک

کتاب بڑی تھی شیزا غور سے تصویر کو دیکھنے لگی تھی چلو سب لوگ کھانا کھا لیا اور اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ پروفیسر امجد کی آواز پر شیزا چونکی اور ان سب کی طرف چل دی۔

جلدی چلوںج یہاں سے نکلتا بھی ہے امجد سر نے دوبارہ کہا تو بوڑھا سین کر معنی خیز ہنسا اور اوپر کی طرف چل دیا۔

کیسی گلی یہ حویلی۔ عامر نے شا کے کان میں سرگوشی کی کبھی ہماری بھی بالکل ایسی ہی ایک حویلی ہوئی جہاں صرف تم ہوگی اور میں ہوں گا۔ ثناء فوراً پیچھے ہٹ گئی اور گھور کر ادھر ادھر دیکھا ردا کی نظروں پر ہی تھی ویسے تو ان کی پریم کھانی سب جانتے تھے پھر بھی ثناء بڑی احتیاط برتی تھی سب لوگ اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے پھر جیسے ہی انہیں پتہ چلا کہ سر سو چکے ہیں کبھی ایک کمرے میں جمع ہو گئے اور کچھ لگانے لگے۔

مجھے پیاس لگ رہی ہے میں پانی پی کر آتا ہوں عامر نے ہانک لگائی اور باہر نکل گیا۔ جیسے ہی وہ کچن میں داخل ہوا اسے لگا جیسے کوئی اس کے پیچھے سے گزرا ہو وہ جلدی سے باہر آیا اور ادھر ادھر دیکھ کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ تو ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس نے دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس نے جیسے ہی پھر پیچھے مڑ کر دیکھا تو جیسے

بہت ہی خوبصورت لڑکی جس نے سفید ساڑھی پہن رکھی تھی اور اپنے گھٹنے اور لیے بال شانوں پر پھیلا رکھے تھے بڑی اداسے جاتی تھی اور اس کی پائل کی آواز ایک سریلا سا شور برپا کر رہی تھی عامر بھول گیا کہ وہ پانی پینے آیا تھا جلدی سے اس کے پیچھے لپکا جیسے ہی وہ مڑی عامر بھی اس کی طرف مڑنے لگا تو کسی سے ٹکرا گیا اور گھاس چھوٹ گیا عامر نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ وہی بوڑھا تھا اور اس نے لائٹس

ہاتھوں میں اٹھا رکھی تھی۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ بوڑھے نے اسے

گھورتے ہوئے کہا جانے کیوں عامر اس سے وحشت ہونے لگی۔

وہ۔ وہ میں۔ پانی۔ عامر سے خوف کی وجہ سے بولائیں جارہا تھا۔

پانی ادھر نہیں کچن میں ہے۔

جی۔ عامر نے کہا اور کمرے کی طرف بھاگا۔

ارے تمہیں بھی کسی بھوت سے واسطہ پڑ گیا ہے جو یوں صورت بنا رکھی ہے زیر نے عامر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

یار وہ بوڑھا کہہ رہا تھا کہ یہ حویلی تو خالی ہے مگر یہاں تو بہت خوبصورت لڑکی رہتی ہے۔

لڑکی۔ سب نے ایک ساتھ کہا۔

ہاں لڑکی وہ اسی ڈری ہوئی آواز میں بولا۔

یار تمہیں تو پہلے خوابوں میں لڑکیاں دکھائی دیا کرتی تھیں اب حقیقت میں بھی دکھائی دینے لگی ہیں زیر نے ہنس کر کہا۔

یار میں کوئی مذاق نہیں کر رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں میں نے خود اس لڑکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اگر میری بات پر یقین نہیں ہے تو خود جا کر دیکھ لو عامر نے یقین دلواتے ہوئے کہا۔ ثناء نے غصہ سے عامر کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

زیر شرم کر دیتھیں مذاق سوچ رہا ہے اور اس بیچارے کی حالت دیکھو کتنا ڈرا ہوا ہے ہو سکتا ہے واقعی اس نے کسی کو دیکھا ہو شیزا نے زیر سے کہا۔

اف شیزا پلایز۔ اب تم مت شروع ہو جانا ایک پاگل کافی نہیں ہے جو تم بھی ویسی ہی باتیں کرنے لگی ہو چہرے نے اسے ٹھوکا۔

تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔ شیزا نے غصہ سے کہا اور عامر کے ساتھ باہر نکل گئی۔ اور ان کے پیچھے وحید بھی چلا گیا۔ اب کمرے میں زیر اور مہربانی تھے۔

اب کیا میں تمہیں کاڈروں اور باہر کا راستہ دکھاؤں مہربانی زیر نے جملے ہوئے انداز میں کہا جو کب سے

نکلنے کی جگہ ہے اسے دیکھ رہی تھی مہربان شروع ہی سے زیر کو پسند کرتی تھی جبکہ زیر نے اسے بھی بھی اہمیت نہیں دی تھی۔

اگر تمہیں میرا یہاں موجود ہونا اتنا ہی مشکل کیوں رہا ہے مہربان نے غصے سے کہا۔

کیونکہ میں نہیں جانتا کہ تم میرے کمرے میں رہو اور میری نیند میں خلل ڈالو زیر نے جھانکی لیتے ہوئے کہا۔

اگر میری جگہ شیزا ہوتی تو تمہاری نیند میں خلل نہیں ڈالتا تھا ناں مہربان نے بولی۔

واٹ نوں سنیں۔ زیر نے غصہ سے کہا۔

ہاں جیسے میں جانتی نہیں ہوں ہر وقت اس سے بات کرنے کے بہانے سوچتے رہتے ہو اور تو اور جب شیزا آنے کے لیے تیار نہیں ہو رہی تھی تو تم نے بہت مشکل سے ردا کے ذریعے منوایا تھا اور یہی نہیں

باہر جب وہ تم سے ٹکرائی تھی تو تمہارے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھرتی تھی کیا ہے یہ سب زیر مہربان جی بڑی۔ میں تو کچھ بھی نہیں لگتی ہوں تمہاری میں تو

فضول ہوں جو ہر وقت تمہیں اپنے سامنے دیکھنا چاہتی ہے میری محبت کو ٹھکرا کر تم اچھا نہیں کر رہے ہو زیر مہربان نے آج اعتراف محبت کر لی لیا۔

محبت۔ زیر معنی خیز ہنسی ہنسا اور اسے محبت نہیں یکطرفہ محبت کہتے ہیں اور محبت صرف اس شخص سے کرنی چاہیے جو تم سے محبت کرتا ہو اور اس کے پیچھے نہیں بھاگتا چاہیے جو تمہیں دیکھنا بھی پسند نہ کرتا ہو مہربان تمہارے دوست ہونے کے ناطے تمہیں مشورہ دے رہا ہوں وحید تم سے محبت کرتا ہے یہ تم بھی اچھے طریقے سے جانتی ہو اور میں بھی بہتر ہوگا کہ تم اسے قبول کر لو خوش رہو گی۔ ورنہ یونہی جلتی رہو گی۔ یہ کہہ کر وہ رکا نہیں بلکہ باہر نکل گیا۔

go in hell وہ چلائی اور شن اٹھا کر دیوار کے ساتھ دے مارا۔

جنوری 2014

127

خونفک ڈائجسٹ

جنوری 2014

اچھا چھوڑ دینا قبول بحث صبح اس پر تبصرہ کر لیں
گے اب جا کر سوتے ہیں۔ ثناء نے کہا۔ اور سب ہی
اپنے کمرے میں چلے گئے۔

سراج کو نجانے کیا سوچھی کہ وہ کمرے سے باہر
نکل گئے اور حویلی میں گھومنے لگے کہ ان کی نظر اوپر
میرس پر کھڑی کسی پر پڑی تو وہ اس کے پاس جا پہنچے
اور بولے تم یہاں سے پیچھے ہٹ جاؤ گر جاؤ گی۔ اس
کے اتنا کہنے کی دیر بھی لڑکی نے چھلانگ لگادی۔ سر
اجد نے اسے بچانے کے لیے جو بھی اسکی طرف ہاتھ
بڑھایا تو اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی چیخ کی آواز
سن کر سب لڑکے اور لڑکیاں کمروں سے باہر نکل آئے
اور اوپر میرس کی طرف بھاگے کیونکہ انہیں آواز
وہیں سے سنائی دی تھی لیکن اوپر کا منظر دیکھتے ہی ان
کی سانسیں رک گئیں سامنے سراج کی لاش پڑی ہوئی
تھی جو خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔

یہ یہ سب کیسے ہو گیا۔ ثناء نے ڈرتے ہوئے کہا
یہ اسی آتما کا کام ہے جو یہاں دکھائی دیتی ہے
سفید ساڑھی میں۔ وحید نے کہا۔

لیکن ہم اس آتما کو کیسے ڈھونڈیں۔ ردابولی۔
میں اس کو قبضے میں کر سکتی ہوں۔ شیزا نے کہا۔
تم۔ زبیر نے طنزاً اسے دیکھا۔

ہاں میں۔ میری نانی نے مجھے ایک عمل سکھایا تھا
جس سے میں اس آتما کو حاضر کر سکتی ہوں شیزا نے
کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

تو چھوڑ دے کس بات کی اگر ایسا کر سکتی ہو تو فوری
کر۔ مہر نے کہا جوان کی باتیں غور سے سن رہی تھی۔
نہیں ابھی نہیں یہ عمل چاند کی پندرہ تاریخ
کو ہوگا اور آج چاند کی تیرہ تاریخ ہے۔

تو یہ دو دن ہم کیا کریں گے۔ ثناء نے کہا۔
ہم حویلی کا چپچہ چھان ماریں گے ہو سکتا ہے
کہ اس کا کچھ پتہ چل سکے شیزا نے کہا اور ساتھ ہی

تم نہیں جانتی مہر میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں
سو نہیں پاتا ہوں راتوں کو اور آج بھی دیکھو آج بھی
میں سو نہیں پایا ہوں دم گھٹ رہا ہے میرا کمرے
میں اس لیے چھت پر آگیا ہوں وحید جو کہ خود ہی
بڑبڑا رہا تھا اچانک امٹ پر چونک اٹھا اسنے پیچھے
مڑ کر دیکھا تو ایک لڑکی جس نے سفید ساڑھی پہن رکھی
تھی چھت کی دیوار پر دوسری طرف منہ کر کے کھڑی
تھی جیسے وہ ابھی مرنے جا رہی ہو۔ وحید اس کی طرف لپکا
اور اس کے سامنے ہو گیا۔

دیکھو محترمہ یہ آپ کیا کر رہی ہیں ایسے تو بچے
گر جائیں گی۔ ابھی اس نے بات پوری نہیں کی تھی
کہ لڑکی نے نیچے چھلانگ لگادی۔ وحید اس کی اس
حرکت پر کانپ سا گیا اور نیچے دیکھا تو وہ اوندھے منہ
پڑی ہوئی تھی وہ بھاگتا ہوا نیچے آیا اور زبیر کو آواز دی
زبیر نے دروازہ کھولا اور کہا کیا ہے تو وہ بولا جلدی باہر
آؤ میں تم کو دکھاتا ہوں وہ اس کے ساتھ باہر آگیا باہر
دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔

کدھر گئی ہے وہ ابھی تو وہ یہی تھی وحید ان ادھر
ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔
کون ادھر تھی اور کدھر گئی۔ کچھ بتاؤ تو سہی۔

وحید نے زبیر کو تمام کہانی سنادی۔
اودھ شٹ یا رساری نیند خراب کر دی تم نے یہ
سب خواب تھا اور خواب کبھی بھی حقیقت نہیں ہوتے
۔ اور وہاں سب ہی لوگ جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے تو
وحید نے سب کو تمام سنواری سنادی۔

ہاں یاد تم نے جو کچھ دیکھا ہے بالکل ٹھیک دیکھا
ہے اور یہ کوئی مذاق یا خواب کی بات نہیں ہے عامر
نے کہا ایسی ہی لڑکی کو میں بھی اس حویلی میں دیکھا تھا
یقیناً یہاں کوئی موجود ہے۔

لگتا ہے تم سب لوگ ہی پاگل ہو گئے ہو زبیر
نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

بولی اب سو جاؤ۔

لیکن سر کی لاش کا کیا کریں۔ وحید نے کہا۔

ہاں انہی یہاں ہی دفن کر دینا چاہیے۔ عامر
نے کہا اور سب نے ہی اس کی بات کی تائید کی اور پھر
باقی رات وہ قبر کھودتے رہے اور پھر نماز جنازہ پڑھ کر
اس کو دفن کر دیا۔ صبح بوڑھا غائب تھا سب نے اسے
حویلی میں بہت تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔ تلاش کے
دوران وہ ایک بند کمرے گئے جہاں تالا لگا ہوا تھا ان
سب کو شک ہوا کہ یہاں کچھ ہے لہذا انہیں اندر جا کر
اس کمرے کا جائزہ لینا ہوگا سب نے مشورہ کیا اور پھر
تالا توڑ کر کمرہ کھول دیا اور کمرے کا منظر دیکھ کر سب
ہی حیران رہ گئے وہاں ایک بیڈ لگا ہوا تھا جس پر پھول
کی چٹائیں تھیں جو خشک ہو چکی تھیں وہاں ایک کتاب
تھی جو شیزا نے اٹھائی اور اسے کھول کر دیکھنے لگی وہ
کتاب کو کچھ گئی اور بولی۔

یہ کتاب ایک مذہب کرنٹی کے بارے میں ہے
اس میں شادی کے بارے میں سب کچھ لکھا ہوتا ہے
کہ یہ لوگ اپنی شادی کی رسومات کیسے ادا کرتے
تھے۔ اور نیچے جو تصویر لگی ہوئی تھی وہ کہیں باہر کی
نہیں تھی اسی کمرے کی ہے اور اس میں یہ کتاب بھی
دکھائی گئی ہے۔ اور اس پر جو تصویر بھی لڑکی کی۔ وہ بھی
ایسی آتما کی ہوگی۔

ہاں ہاں۔ یہ وہی لڑکی ہے جو ہم نے دیکھی ہے
وحید نے تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بالکل یہی لڑکی
ہے لگتا ہے کہ اس لڑکی کے ساتھ کچھ ضرور ہوا ہوگا۔ یہ
بات سن کر شیزا بولی۔

میں سب کچھ جان جاؤں گی صرف دو دن کی
بات ہے اس کے بعد ہر بات کا علم ہو جائیگا۔

رات بڑی بھیا تک تھی سب لوگ کھانا کھانے
کے بعد سونے کے لیے کمرے میں موجود تھے اور پھر
آہستہ آہستہ سب ہی ایک ایک کر کے سو گئے۔ کہ

یکدم ان کو ایک چیخ کی آواز سنائی دی۔ یہ کس کی چیخ
ہے سب ہی اس چیخ کی گونج سے اٹھ گئے۔

ردا۔ ردا۔ ثناء نے ردا کو اپنے پاس نہ پاتے
ہوئے کہا سب کے ہی ہوش اڑ گئے سب ہی میرس کی
طرف بھاگے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سراج کی لاش
بھی وہیں سے ملی تھی اور یقیناً اگر ردا کو کچھ ہو گیا تو وہ
بھی وہیں۔ یہی سوچ کر وہ میرس کی طرف بھاگے
اور وہاں کا منظر دیکھ کر سب ہی کانپ کر رہ گئے وہاں
ردا کی لاش پڑی ہوئی تھی اس کا بھی وہی حال کیا گیا
جو سراج کی لاش کا ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر سب ہی
پھوٹ پھوٹ کر رو رہے۔ شیزا روتے ہوئے زبیر
کے گلے لگ گئی اور مہر نے دیکھ کر نیچے چلی گئی۔ ردا کی
لاش کو بھی دفن کر دیا گیا۔ اور باقی رات ایسے ہی بیت گئی
آج رات کو شیزا نے عمل شروع کرنا تھا اور اس کے
لیے سب انتظام کر لیے گئے تھے۔ رات ہوئی تو شیزا
ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ گئی اور عمل کرنے لگی وہ منہ ہی
منہ میں کچھ بڑبڑانے لگی۔ اور کچھ ہی دیر میں وہ آتما
ان سب کے سامنے حاضر ہوئی اسے دیکھ کر سب نے
ہی اسے پہچان لیا۔

تم۔ فیصل کیوں کر رہی ہو۔ شیزا نے ورد کرتے
ہوئے اس سے سوال کیا۔ جواب میں اس آتما نے
ایک کھوکھلا سا قہقہہ لگایا۔ اور پھر رونے لگی اس کی
سنگیوں سے کمرہ گونج اٹھا پھر وہ گویا ہوئی۔

کبھی میں بھی تم لوگوں کی طرح ہوتی تھی کبھی
میر ابھی ایک گھر تھا جس میں قہقہے ہی قہقہے تھے
خوشیاں ہی خوشیاں تھیں ایک دن میں کالج سے واپس
آ رہی تھی کہ ہمارے کالج کا ایک آوارہ لڑکا میرے
راستے میں آگیا۔ اس نے مجھے پر پوز کر دیا اور کہا
میں کئی ماہ سے تمہیں چاہتا آ رہا ہوں لیکن کہہ نہیں پایا
ہوں اس کی بات سنا کر میرے سامنے سیر کا چہرہ آگیا وہ
بھی مجھے بہت پیار کرتا تھا اور وہ ہمارے کالج کا لائق
ترین لڑکا تھا۔ اور میں اس سے محبت کرتی تھی۔ میں

نے اسے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ کہہ دیا کہ آج کے بعد وہ کبھی بھی میرا رستہ نہ روکے میرے انکار سے وہ دھمکیوں پر اتر آیا اور بولا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تم کو اور میر کو جان سے مار دوں گا۔ اتنا کہہ کر وہ چلا گیا۔ اور میں نے یہ بات بھلا دی۔ ان دنوں میرا میر کے ساتھ رشتہ طے ہو گیا تھا۔ اور پھر ہماری شادی کی ڈیٹ بھی رکھ دی گئی تھی اس دن میر کی دہن بنی ہوئی تھی کہ وہ آیا اور مجھے اٹھا کر لے گیا۔ اور اس حویلی میں لے آیا۔ اور اسی کمرے میں مجھے لاپھنکا جس میں تم موجود تھے۔ اس نے یہاں مجھے بٹختے ہی دو چار پٹھر میرے منہ پر مارے ساتھ ہی اس نے آگ جلائی اور کتاب لے آیا وہ کرنی مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور اپنے مذہب کے مطابق مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا وہ آگ کے گرد چکر لگانے لگا میں نے اسے دھکا دے دیا اور کمرے سے باہر بھاگ گئی وہ بھی میرے پیچھے بھاگا میں میرس پر آگئی اور جب دیکھا کہ وہ میرے پیچھے ہے تو میں نے یہاں سے نیچے چھلانگ لگادی۔ میں نے دیکھا کہ میرا جسم نیچے پڑا ہوا تھا اور میری آتما اسے دکھ رہی تھی جو خون میں لت پت تھا میں اپنے ہی جسم کو تڑپتا ہوا دیکھ رہی تھی خون میں ڈوبا ہوا دیکھ رہی تھی پھر میں نے اس کو بھی مار ڈالا مجھے اس پر اتنا غصہ تھا کیونکہ اس نے مجھے میرے محبوب سے جدا کیا تھا میری خوشیوں کا وہ قاتل تھا میں جذباتی ہو گئی تھی اور میں نے اسے مارنے کے بعد اس کا خون پینا شروع کر دیا اور یوں مجھے خون پینے کی لت پڑ گئی اور اس کے بعد جو بھی یہاں آیا میں نے اس کا خون پینا شروع کر دیا اور وہ منظر جو میرے ساتھ بیٹا تھا وہ مجھے ہر روز کرنا پڑتا ہے مجھے ہر روز رات کو میرس سے نیچے کودنا پڑتا ہے تمہارے ساتھیوں کو بھی میں نے مارا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئی اس کی کہانی سن کر سب ہی اداس ہو گئے۔

جو ہمیں یہاں لایا ہے ہم نے اس کو رات کی تنہائیوں میں تمہارے آگے پیچھے دیکھا ہے۔ شیزا نے سوال کر دیا۔ تو اس آتما نے ایک گہری سانس لی۔ اور بولی یہی تو وہ لڑکا ہے جو مجھے یہاں اٹھا کر لایا تھا جس کی وجہ سے میں مری ہوں۔ میں نے اسے بھی مار دیا تھا تم لوگ اسے زندہ سمجھ رہے ہو یہ زندہ نہیں ہے بلکہ مردہ انسان ہے۔

کیا کیا۔ یہ بات سن کر سب ہی چونک اٹھے انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ سب ایک کمرے ہوئے انسان کے ساتھ یہاں تک آئے تھے۔

لیکن وہ بوڑھا ڈرائیور کہاں ہے ہمیں وہ صبح سے دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ ثناء نے پوچھا۔

وہ چلا گیا ہے وہ مجھ چکا ہے کہ تم سب مر گئے ہو گے اور وہ کسی اور کو یہاں لانے کے لیے گیا ہے وہ انسانوں کا دشمن ہے لیکن تم لوگ اگر میری مدد کرو تو مجھے اس اذیت سے آزادی مل سکتی ہے جس اذیت کا میں شکار ہوں۔

ہم لوگ کیا مدد کر سکتے ہیں تمہاری۔ زبیر نے کہا تم لوگ اس کمرے سے میری لاش کو نکال کر کہیں دفنا دو میں آزاد ہو جاؤں گی۔

کس کمرے میں تمہاری لاش ہے۔ اور تم تو میرس سے کوڈ کر مری تھی پھر کمرے میں تمہاری لاش کیسے چلی گئی۔

یہاں میں میرس سے کوڈ کر مری ہوں لیکن اس خبیث شخص نے میری لاش کو ایک کمرے میں پھینک دیا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے کہ یہاں کسی کا قاتل ہوا ہے۔

پلیز میری مدد کرو ورنہ وہ مجھے بھی اس اذیت سے نکلنے نہیں دے گا۔

ٹھیک ہے ہم لوگ تمہاری مدد ضرور کریں گے بس ہمیں بتادو کہ تمہاری لاش اس نے کہاں دبائی تھی۔ اس کمرے میں اس نے اک کمرے کی طرف اشارہ کیا تو ہم لوگ اس کمرے کی طرف چل دیے

اور اس کی لاش کو تلاش کرنے لگے۔

اتنا عرصہ ہو گیا ہے اس کمرے ہوئے پھر لاش کہاں ہوگی وہ تو ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوگا۔ ثناء نے ڈرے ہوئے لہجے میں کہا۔

ہاں یقیناً وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوگا اور ہمیں اس ڈھانچے کو ہی دفنانا ہوگا۔ شیزا نے کہا اور یوں ان لوگوں نے لاش کو زمین سے نکال لی لیا جہاں اس کو چھوٹا سا گڑھا کھود کر دیا گیا تھا۔ لاش کیا بھی ایک ڈھانچہ تھا جس ہم نے دفن دیا۔ ان سب نے اوپر کی طرف دیکھا تو اس لڑکی کی آتما انہیں دکھائی دی جو آسمان کی طرف اڑتی جا رہی تھی آج وہ ہمیشہ کے لیے آزاد ہو چکی تھی اب اسے کوئی اذیت دینے والا نہ تھا اب اسے روز روز میرس سے کوڈ کر مرنے پڑنا تھا۔ وہ سب ہی بہت خوش تھے کیونکہ وہ جانتے کہ اس کے جسم کو دفن کے بعد کے بعد کتنے لوگوں کو مرنے سے بچالیا تھا اب جو بھی اس حویلی میں آتا اسے موت کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور نہ ہی وہ سفید ساڑھی پہنے کسی کو دکھائی دیتی۔ یقیناً انہوں نے پروفیسر امجد اور ردا کی موت کا بدلہ لے لیا تھا۔

سب لوگ واپس جانے کی تیاری کرنے لگے اور پھر گاڑی کے پاس آگئے موت کا گم اپنی جگہ تھا لیکن ہزاروں انسانوں کو موت کے منہ سے بچانے کی خوشی ان کے چہروں پر موجود تھی۔ مہر زبیر کے پاس آئی اور بولی۔ میں نے ہمیشہ تمہیں چاہا ہے لیکن تم بہت ہی خود غرض انسان نکلے ہو اور جس سے میں ہمیشہ نفرت کرتی آئی ہوں اب اسی سے مجھے محبت ہوگئی ہے اب میری زندگی تمہارے لیے نہیں بلکہ وحید کے لیے ہے۔

بھئی میری محبت تو پہلے بھی ثناء کے لیے تھی اور ہمیشہ ثناء کے لیے ہوگی۔ عامر نے بیک گاڑی میں رکھتے ہوئے کہا۔ اور ثناء بھی اس کی بات پر مسکرا دی

تھی کیونکہ اس نے بھی آج اعتراف محبت کر لیا تھا۔ اب سب کی نظریں شیزا اور زبیر کی طرف تھیں کہ مہر یول پڑی۔ اب تم کہو گے یامیں کہو۔

کیا کیا مطلب۔ وہ جھینپا۔

یہی کہ تم شیزا کو کتنا چاہتے ہو۔

یہ سن کر زبیر نے شیزا کی طرف دیکھا تو شیزا نے نظریں جھکا لیں اور ایک تہقہبہ وہاں گونجا۔ اور اس کے بعد ان کی گاڑی واپسی سفر کے لیے چل دی۔ آج سب ہی سوچ رہے تھے کہ آج انہوں نے بہت کچھ کھو یا تھا لیکن بہت کچھ پالیا ہے واپسی سفر میں گو کہ ردا اور سر امجد ان کے ساتھ نہ تھے لیکن وہ ان کے دلوں میں سے کبھی بھی جدا نہیں ہو سکتے تھے۔

میرے مرنے کے بعد میری کہانی لکھنا کیسے برباد ہوئی میری جوانی لکھنا اور لکھنا کہ میرے ہونٹ خوشی کو ترے کیسے برسا میری آنکھ سے پانی لکھنا اور لکھنا کہ اسے انتظار تو بہت تھا تیرا آخری سانس میں بچکی کی روانی لکھنا لکھنا کہ مرتے وقت بہت دعا دیتا تھا تجھ کو ہاتھ باہر تھے کفن سے یہ نشانی لکھنا



وہ شخص تھا جو نظر آتا تھا ہر کسی طرح حصار توڑ کے نکلا ہے روشنی کی طرح صدا یہی ڈھل کے لبوں تک جو حرف تھا اب اس کا زہر بھی ڈستا ہے خاستی کی طرح یہ سال طول مسافت سے چور چور ہو گیا یہ اک سال تو گزرا ہے ایک صدی کی طرح تم ہی کوئی شجر سایہ دار ڈھونڈ رکھو کہ وہ تو اسے لیے بچی اجنبی کی طرح یہ عہد ٹوٹ رہا ہے نئے افق کیلئے حیات ڈال چکی ہے خود آگہی کی طرح (نامعلوم)

طلسمی ٹوٹی

-- تحریر: محمد ذاکر۔ ہلاں۔ آزاد کشمیر۔ حصہ اول

یارت تم یہاں کھڑے کیا دیکھ رہے ہو میں تم کو ادھر ادھر دیکھ رہا تھا ابھی تم نے کیا دیکھا ہے تو ہمارے کارنامے دیکھ لے تو حیران رہ جائے گی ہمیں اللہ نے نئی صفات سے نوازا ہے ہم ہر ایک روپ میں بدل سکتے ہیں یہ شان و شوکت جو تو دیکھ رہا ہے اصل میں یہ انسان کی نظر کا دھوکا ہے اصل میں معاملہ کچھ اور ہے ہم آن واحد میں آنکھ جھپکتے ہی دنیا کے کسی بھی کونے میں جاسکتے ہیں۔ کوئی بھی شکل اختیار کر سکتے ہیں مثال کے طور پر اس نے یہ کہہ کر ایک جھرجھری سی لی اور پھر ایک بہت بڑے سیاہ بلیے جی شکل میں کھڑا اسے گھور رہا تھا یہ سب کچھ اتنا جلدی ہوا تھا کہ سیف دین حیران کھڑا اس موٹے تازے بلیے کو دیکھ رہا تھا تاہم پھر آنکھ جھپکتے ہی وہ اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ وہ مسکرا رہا تھا یہ تو ایک معمولی سا روپ تھا اس کے علاوہ بھی میں کئی روپ بدل سکتا ہوں پھر اس نے پینٹر ابدلا اور ایک کلمے میں اس کے سامنے ایک بہت ہی خوفناک جن اس کے سامنے کھڑا تھا جس کے سر پر دو بڑے بڑے سینگ تھے اور جسم پر سیاہ بال کسی پہاڑی بکرے کی طرح کھڑے تھے اور اس کا قد بہت بڑا تھا جس کی سرخ انگارہ آنکھوں سے دہشت سے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے سیف دین اس کا یہ روپ دیکھ کر لرز اٹھا تھا تاہم اس نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ خوف سے لال پیلا ہو گیا تھا اور تھر تھر کاٹنے لگا تھا۔ اس کی اڑتی ہوئی رنگت دیکھ کر وہ پھر اپنی اصلی شکل میں لوٹ آیا تھا۔ تم میرا یہ روپ دیکھ کر ڈر گئے تھے۔ ہاں یار میں تو خوف کے مارے مر رہی گیا تھا۔ اگر تم تھوڑی دیر اسی روپ میں رہتے تو میں جی جی مر جاتا۔ تم فکر نہ کر دو میں تم کو آئندہ اسی روپ میں ملا کروں گا میرا یہ روپ خاص طور پر تمہارے لیے باقی تمام روپ دنیا کے لیے ہیں آئندہ میں تمہارے سامنے کوئی اور روپ نہیں دھاروں گا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

کہانی اس وقت کی ہے جب انڈیا اور پاکستان ایک تھے ان میں ابھی علیحدگی نہیں ہوئی تھی کئی سال پرانی یہ کہانی ہے یقیناً یہ کہانی آپ قارئین کو پسند آئے گی۔ کرہ عدالت کچھ مہج بھر ہوا تھا۔ لوگوں کا ایک جم غیر اٹھ آیا تھا۔ کیونکہ آج کل کے ایک اہم کیس کا فیصلہ ہونے والا تھا جس کیس کی کئی سالوں سے جج عدالت میں زیر سماعت رہنے کے بعد عدالت نے ملزم کو سزائے موت کی سزا سنائی تھی اور ملزم کی طرف کی اعلیٰ عدالت میں اپیل چل رہی تھی آج فائنل سماعت کے بعد اس کیس کا فیصلہ ہونا تھا معلوم نہیں ملزم کے حق میں کیا فیصلہ سنایا جاتا ہے ہر ایک فرد اس اہم کیس کے فیصلے کے بارے میں سرگوشیاں کر رہا تھا عدالت کے کھڑے میں ملزم زنجیروں سے جکڑا ہوا کھڑا تھا اس کے ہاتھ پاؤں آہنی زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی نظریں کھڑے میں کھڑے ملزم پر جمی ہوئی تھیں جو بوسیدہ اور پٹھے ہوئے لباس میں ملبوس تھا اس کے سر کے لمبے بے ڈھنگے بناؤں بڑے ہوئے بال لمبی بے ڈھنگی بے ترتیب موچھیں اور کچھڑی دار واڈھی اس کی دیوانگی اور پاگل پن کا مظہر تھی وہ سر پر ایک بوسیدہ سی پرانی ٹوپی رکھے ہوئے کوئی بھکاری لگ رہا تھا اس حلیے میں وہ قطعی



کوئی قاتل نہیں لگ رہا تھا وہ بڑی بے نیازی سے کسی گہری سوچ میں کھڑا اپنی ہی سوچوں میں گم تھا ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے اس کو اس کیس سے کوئی دلچسپی نہ ہو وہ لاطعلق سا کھڑا اپنی ہی سوچوں میں گم تھا شاید اس کو اپنی زندگی سے بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی شاید وہ اپنے ماضی میں کھویا ہوا تھا اس لیے وہ اپنے ارد گرد سے بے نیاز آنکھیں موندے ہوئے کھڑا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ شاید اس کے ذہن کے کسی گوشے میں ماضی کے پرت کھل رہے تھے اور وہ اپنے ماضی کی کتاب کا ایک ایک ورق الٹ رہا تھا اور ایک ایک لفظ پڑھ رہا تھا اس نے اپنے کیس کی ڈوری اپنے اور دنیا کے سب سے بڑے وکیل کے ہاتھ میں دے رکھی تھی جو دو جہانوں کا مالک تھا اور ہر ذی روح اور اشرف المخلوقات کا مالک ہے جس کے قبضہ قدرت میں سب کی جان ہے شاید ایسے لیے اس کو کامل یقین تھا کہ اس کا رب اس کو ضرور بچالے گا وہ اسی رب دو جہاں پر تکیہ کئے ہوئے اپنی قسمت کی دوڑی اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کھڑا تھا لمحہ قریب آتا جا رہا تھا اس کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا بالآخر خاموشی کا سکوت ٹوٹا جج صاحب پنڈال میں داخل ہو کر اپنی انصاف کی کرسی پر براجمان ہو گئے تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر جج صاحب کا استقبال کیا جج صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو بیٹھنے کا کہا۔ جب اکیلے جج صاحب کی توجہ اس اہم فائل کی طرف دلائی اور پھر کاروائی کا آغاز ہو گیا وکیل کے تمام دلائل ملزم کو قاتل ٹھہرا رہے تھے جج صاحب وکیل کے دلائل سن رہے تھے جب وکیل صفائی اچھی طرح سے اپنے دلائل دے چکے تو جج صاحب نے ملزم کی طرف دیکھا اور کہا۔

تمہارا وکیل کہاں ہے۔ انکی آواز سن کر ملزم نے فوراً اپنی بند آنکھیں کھولیں وہ گویا گہری بخیر سے بیدار ہو گیا تھا اور اس کو کوئی خواب کی دنیا سے کھینچ کر حقیقت کی دنیا میں لے آیا تھا اس کے لب تھر تھرائے اور پھر ان لبوں سے ایک نجیف سی لاغر آواز برآمد ہوئی۔ وکیل وہ اوپر بیٹھا ہوا ہے اس کے ہاتھوں کے تعاقب میں جج صاحب اور تمام حاضرین کی نظریں اوپر کی طرف اٹھ گئیں جج صاحب نے پوچھا۔

اوپر سے تمہارا مطلب کیا ہے۔ اوپر سے مراد اوپر میرا رب بیٹھا ہوا ہے اور وہی میرا وکیل ہے اگر میں اس قابل ہوتا تو آج میں موت کے منہ میں نہ ہوتا۔ کوئی اچھا سا وکیل کرتا پھر شاید میں موت سے بچ جاتا جج صاحب فطرتاً بہت اچھے اور رحم دل انسان تھے وہ اس کی باتیں غور سے سن رہے تھے ملزم سے پوچھے۔

تم نے ایسا کیوں کیا اپنے ماں باپ سے تمہاری کیا دشمنی تھی جس کی وجہ سے تو نے ان کو قتل کر دیا۔ وہ بولا۔ جناب والا میں روز اول ہی سے یہی کہتا آیا ہوں کہ میں قاتل نہیں ہوں میں بھلا کیوں اپنی جنت اپنے ہی ہاتھوں سے اجاڑتا میں کبھی بھی اپنے ماں باپ کی نافرمانی کا مرتکب ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا میں نے آج تک ایک کبھی بھی نہیں ماری ہے پھر اللہ کے بندوں کو کیسے مار سکتا ہوں پھر وہ بھی اپنے ماں باپ اور بہن بھائی کو قتل کرنے کی جسارت کس طرح کر سکتا ہوں مجھ کو میرے دشمنوں نے سوچی بچی سازش کے تحت بھنسا دیا ہے مگر۔۔۔ وہ چپ ہو گیا۔

جانتے ہو کہ تمہاری پچھلی عدالت کی فائل میرے سامنے ہے اور اس میں تمہیں سزائے موت کی سزا ملی ہوئی ہے جس میں تم پوری طرح قاتل ہو اور میں اسی سزا کو بحال رکھتے ہوئے تم کو سزائے موت کا حکم۔ ٹھہرا اپنے جج صاحب ملزم نے موت کا حکم نامہ صادر فرمانے سے پہلے ہی جج صاحب نے کہا۔ جج صاحب نے ٹک میرے مقدر میں موت لکھی ہے لکھی کو کون نال سکتا ہے بے شک میں اس سزا کا حق ہوں مگر حکم نامہ جاری کرنے

سے پہلے میری ایک آرزو پوری کر دیں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تختہ دار پر چڑھانے سے پہلے ملزم کو اس کی آخری خواہش سے متعلق پوچھا جاتا ہے اور میں اسی لیے اپنی آخری خواہش سزا بولنے سے پہلے پوری کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرا کوئی نہیں ہے میں اکیلا ہوں اور میں اکیلا ہی اس جہاں سے سدھار جاؤں گا اس لیے سزا بولنے سے پہلے میری آخری خواہش پوری کر دیجئے اس کی آرزو سن کر جج صاحب کا دل موم ہو گیا اور آنکھوں میں نمی اتر آئی بالآخر وہ بولے بتاؤ تمہاری آخری خواہش کیا ہے۔

وہ بولا۔ جج صاحب سزا سنانے سے پہلے میری یہ ٹوٹی پھٹی باتیں شاید آپ کو اس کیس کے متعلق کچھ آگاہی ہو سکے اسکی یہ انوکھی فرمائش سن کر حاضری سن کر سکتے میں آگئے کہ یہ کیا پاگل دیوانہ قاتل شخص کیسی خواہش کا اظہار کر رہا ہے خود جج صاحب بھی حیران نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ حسرت و یاس اور نمائی نظروں سے انکی طرف دیکھ رہا تھا۔

پنڈال میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ آپس میں چہ گوئیاں کر رہے تھے اور سب ہی کی گرم اور جھپتی ہوئی نظروں کے تیسراں پر برس رہے تھے اور وہ اپنی ہی دیوانگی میں مست ٹھسہ حیرت بنا ہوا تھا اور کسی ہونی انہونی کا منظر تھا اس نے توجذبات میں آکر اپنی خواہش کا برملا اظہار کر دیا تھا مگر اب انجام کا منظر تھا بالآخر جج صاحب نے خاموشی کا سکوت توڑا اور کہا۔

اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دیتا ہوں لاؤ ٹوٹی اور میرے سر پر رکھ دو جج نے اپنے اسٹنٹ کو اشارہ کیا اور اس نے وہ بوسیدہ ٹوٹی اس کے سر سے اتار کر جج صاحب کے سر پر رکھ دی ٹوٹی سر پر رکھتے ہی گویا جج صاحب کے دماغ میں ایک بھونچال سا آگیا ان کی تو دنیا ہی بدل گئی ان کے سامنے کوئی اور ہی دنیا تھی ان کی آنکھیں اب اپنی آنکھیں نہیں رہی تھیں ان کی آنکھوں کی جگہ ایک گیسرہ فٹ ہو گیا تھا ان کی کیفیت ہی بدل چکی تھی ان کی آنکھوں کے سامنے ایک فلمی چلن پڑی تھی جوں جوں فلم چل رہی تھی نئے نئے سین دکھائی دینے لگے تھے فلم کے رت کھل رہے تھے ان پر راز ہی راز کھل رہے تھے ان کی نظریں مختلف مناظر کو دیکھتے ہوئے ایک گاؤں میں جا چکی تھیں۔ اب وہ ایک دیہات میں پہنچ چکے تھے۔

اس دیہات کا نام جے بن تھا جو چاروں طرف سے پہاڑوں کے درمیان میں واقع تھا پہاڑوں کی چوٹیوں پر گھٹا جنگل تھا گاؤں بہت ہی زرخیز سرسبز و شاداب تھا اب ان کی نگاہوں کے سامنے گاؤں کے سادہ لوح چوہدری سراج دین کا مکان تھا کچے مکان کے آگے ان میں ایک معصوم سا بچہ کھیل رہا تھا اس کے ساتھ اس کے چچا کی بیٹی جو اس کی ہم عمر تھی دونوں کھیل رہے تھے سات ایک چار سالہ بچی بیٹھی ہوئی تھی یہ اس بچے کی چھوٹی بہن تھی ایک چھوٹا سا بچہ ریسیوں کے جھولے میں پڑا سو رہا تھا جو اس کا سب سے چھوٹا بھائی تھا بچے کی عمر تقریباً سات آٹھ سال تھی وہ بہت خوبصورت بچہ تھا جس کا نام سیف دین تھا جس کو ماں نے آواز دے کر کہا تھا۔

بیٹا سیف دین میں کام سے باہر جا رہی ہوں بچوں کا خیال رکھنا۔ وہ اپنے باپ کی طرح بہت شریف اور سادہ لوح بچہ تھا بچپن ہی سے وہ غیر معمولی صلاحیت کی خوبیوں کا حامل تھا وہ دوسری جماعت میں پڑھتا تھا سکول کے تمام بچوں سے قابل تھا دوسری جماعت میں ہونے کے باوجود وہ سبق اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیتا تھا وہ ہر قسم کی اردو میں لکھی ہوئی کتابیں روانی سے پڑھتا تھا اور جو بھی سوال استاد اس سے پوچھتا تھا وہ اس سوال کا جواب آسانی سے دے دیتا تھا بعض اوقات وہ استاد کی کوئی غلطی بھی نکال کر استاد کو حیرت زدہ کر دیتا تھا اس گاؤں کے نمبردار راج محمد عرف راجو کے دو بچے جن میں ایک بیٹا

اور ایک بیٹی تھی اس کے ہم عمر تھے اور وہ بھی اسی سکول میں اس کے کلاس فیلو تھے شیردل اور بیٹی کا نام زبیدہ تھا شیردل شروع ہی سے ایک بد مزاج اور اکڑتیا کا لڑکا تھا اس کی سیف دین کے ساتھ نہیں بنتی تھی جبکہ اس کی بہن زبیدہ شروع ہی سے نیک خواہ اور اہل ترس لڑکی تھی ان دونوں بہن بھائیوں میں بہت فرق تھا سکول میں وہ اس کی قابلیت پر دل ہی دل میں کڑھتا تھا استاد اس کو سبق یاد نہ ہونے کی وجہ سے مارتے تھے جبکہ سیف دین کو تمام سبق از بد یاد رہتا تھا وہ اس کو سزا دلوانے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈتا رہتا تھا ایک بار سکول سے چھٹی ہوئی تو وہ گھر کی طرف جارہے تھے آگے آگے وہ دونوں بہن بھائی چل رہے تھے اور ان کے پیچھے سیف دین جارہا تھا چلتے چلتے وہ دونوں بہن بھائی راستے میں رک گئے جب سیف دین گزرنے لگا تو شیردل نے اپنی ٹانگ کا اڑا دیا گھر اس کو بچنے کر دیا اور پھر اوپر سے لاقوت اور سکول کی برسات گردی اس کی بہن زبیدہ بیچ میں آگئی اور یوں معاملہ رفع دفع ہو گیا اور وہ چپ چاپ اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے۔

دن گزرتے گئے اور وہ پرائمری سے مڈل میں چلے گئے گاؤں میں مڈل ہی تک سکول تھا تین سال مڈل میں ایسے گزر گئے تھے کہ احساس تک نہ ہوا انھیں جماعت کا امتحان انہوں نے ایک دوسرے گاؤں میں جہاں ہائی سکول تھا وہاں دینا تھا ہائی سکول میں امتحان دینے کے بعد رزلٹ بھی آ گیا جس میں سیف دین نے اپنے سکول کے علاوہ پورے ہائی سکول میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی تھی شیردل دا جی سے نمبر لے کر پاس ہوا تھا اور اس کی بہن زبیدہ نے اچھے نمبر لے کر دوسری پوزیشن لی تھی اس بات کا بھی اس کو رنج تھا اس نے اپنے دل کے ایک کونے میں یہ بات بھی لکھ دی تھی بچپن کی چھوٹی رنجش بھی انسان کے ساتھ ساتھ جوان ہوتی رہتی ہیں اور پروان چڑھتی رہتی ہیں جوں جوں انسان بڑا ہوتا ہے اس کی سوچ بھی بڑھتی ہے اور پھر آخر ایک دن یہی رنجش انسان کی تباہی کا باعث بن جاتی ہیں اب وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے اب آگے تعلیم حاصل کرنے کا مسئلہ تھا ان دو بہن بھائی کا کوئی مسئلہ نہیں تھا وہ شہر میں بھی تعلیم حاصل کر سکتے تھے مگر سیف دین کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ آگے تعلیم حاصل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ بہت غریب ماں باپ کا بیٹا تھا تعلیمی اخراجات برداشت نہیں کر سکتا تھا لہذا اس نے بڑھائی کا ارادہ ترک کر دیا۔ ویسے بھی اس دور میں میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا بہت بڑی بات تھی اس سے آگے پڑھنے کا رجحان بہت کم تھا شیردل اور زبیدہ نے شہر میں داخلہ لے لیا تھا اس دن وہ دونوں بھائی بہن شہر جانے کے لیے گھر سے نکلے تو راستے میں ان کو سیف دین مل گیا شیردل اس کو غصے سے گھورتا ہوا گزر گیا۔ جبکہ زبیدہ اس کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی کیونکہ وہ اس کو دل میں پسند کرنے لگی تھی اس نے آہستہ سے کہا سیف خدا حافظ زندگی رہی تو پھر ملیں گے اس نے آہستہ سے سر کو جنبش دی اور کہا خدا حافظ اتنے میں شیردل جو کافی آگے چاچکا تھا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا زبیدہ دہیں کھڑی تھی اسنے آواز دے کر کہا۔

تم وہاں کھڑی کیا کر رہی ہو اس منحوس کے پاس اس نے جب سنا تو وہ فوراً وہاں سے چل دی شیردل نے دو تین عدد گندی گالیاں اس کو دیں اور نفرت سے پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا سیف دین حیرانگی سے ان کو جاتا ہوا دیکھ رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ زبیدہ نے اتنی ممنونیت سے اس کو کیوں مخاطب کیا تھا اور اس کا بھائی کتنا بد لحاظ تھا جاتے وقت بجائے ملنے کے مجھ کو گالی دے کر گیا ہے کتنا فرق ہے ان دونوں میں یہی سوچتا ہوا وہ گھر کی طرف چل دیا گھر میں کوئی کام کاغذ نہیں تھا جو وہ کرتا اب اس کے پاس وقت ہی وقت تھا تھوڑی بہت زمین تھی۔ وہ اس کا باپ خود ہی بھٹی باڑی کر لیا کرتا تھا وہ گھر میں زیادہ وقت نہیں گزارتا تھا بس گھومتا

پرتا رہتا تھا کبھی ادھر اور کبھی ادھر گاؤں میں بھی اس کا کوئی عمر لڑکا نہیں تھا جس کے ساتھ وہ اٹھ بیٹھ سکتا اس کا دل جہاں چاہتا چلا جاتا تھا کبھی سیلے میں اور کبھی جنگل میں اس دن اس نے صبح ہی صبح کھلاڑی اٹھائی اور جنگل کی طرف چل دیا وہ ہمیشہ کھلاڑی اپنے پاس رکھتا تھا دن بھر جنگل میں گھومتا پھر تار ہوا پس پر اس نے کچھ سوچی لکڑیاں اکٹھی کی اور ان کا گھٹنا باندھ کر اٹھالیا۔ اور پھر گھر کی طرف چل دیا۔ چلتے چلتے اچانک ہی تیز ہوا چلنے لگی وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ موسم صاف و شفاف ہے اور سورج بھی لگ رہا ہے پھر یہ صاف موسم میں ہوا کیوں اور کیسے چلنے لگی ہے بہت تیز ہوا تھی اس کو چلنا مشکل ہو رہا تھا اس نے ایک جگہ لکڑی کا گھٹا اتار کر رکھ دیا اور پھر وہ ایک کھائی نما جگہ پر ہوا سے بچنے کے لیے بیٹھ گیا ہوا سے درختوں کی ٹہنیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی تھیں وہ کافی دیر تک وہاں کے رکنے کا انتظار کرتا رہا بالآخر ہوا رک گئی جیسے ہوا کبھی چلی ہی نہیں تھی اس نے لکڑی کا گھٹا اٹھا لیا اور آگے بڑھ گیا۔

شام کے سامنے ڈھلے لگے تھے ہلکی ہلکی روشنی تھی جس سے بمشکل راستہ نظر آ رہا تھا جنگل کی حدود ختم ہو گئی تھی اور پھر شروع ہو گیا تھا چلتے چلتے سامنے سے اس کو ایک اسی کی عمر کا لڑکا آتا ہوا دکھائی دیا وہ کوئی انجینی لڑکا تھا اس سے نکل اس نے گاؤں میں نہیں دیکھا تھا۔ لڑکا بہت ہی خوبصورت تھا اور وجہ تھا خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ اس نے اعلیٰ اور خوبصورت لباس زیب تن کر رکھا تھا اور سر پر ایک پرانی سی کھسی پھٹی ٹوپی رکھی ہوئی تھی وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اتنا خوبصورت لڑکا اور اتنا خوبصورت لباس پہنے ہوئے ہے اور سر پر بوسیدہ ٹوپی پہن رکھی ہے وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا اس کے ذہن میں وہ ٹوپی منظر ہو کر رہ گئی تھی اتنے میں وہ لڑکا اس کے قریب پہنچ چکا تھا اس نے اس کو سلام کیا اس کی خوبصورت آواز اس کی خوبصورتی سے بھی خوبصورت اور پیاری تھی اس نے سلام کو جواب دیا اور پھر راستے میں سے ہٹ گیا تاکہ وہ انجینی لڑکا جو کوئی بھی ہے گزر جائے اس لڑکے نے اس کا حال احوال پوچھا اس نے لڑکے سے پوچھا۔

بھائی آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں میں نے آپ کو آج پہلی بار دیکھا ہے اودہ بھی آپ بجائے بستی کے جنگل اور ویرانے کی طرف جارہے ہیں جبکہ رات ہونے والی ہے اور ٹھوڑی دیر بعد گھپ اندھیرا چھا جائے گا۔

اس نے حیرانگی سے پوچھا کیسا اندھیرا ابھی تو سورج لگ رہا ہے اور تم اندھیرے کو کہہ رہے ہو اس نے تجب سے اس کی طرف دیکھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے ایک لمبے کے لیے اس کو اس کی وہنی کیفیت پر بھی شک ہوا مگر وہ اس کو اپنا خیال سمجھ کر خاموش رہا پھر بولا بھائی تمہارا ماغ تو ٹھیک ہے ناں وہ بولا۔

میرا ماغ ٹھیک ہے بلکہ تمہارا ماغ خراب ہو گیا ہے ابھی تو رات ہونے کو کافی وقت ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ اندھیرا چھا گیا ہے ان کی آپس میں بحث و تکرار ہونے لگی پھر وہ انجینی لڑکا بولا۔

تھوڑو دیر اس بحث میں پڑنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا مجھ کو ایک بہت ضروری کام ہے میں فلاں گاؤں کا رہنے والا ہوں جنگل کی دوسری طرف میرے کچھ رشتہ دار ہیں میرے کزن کی شادی ہے اور میں شادی کی شرکت کے لیے جا رہا ہوں ابھی وقت کافی ہے میں شام سے پہلے پہنچ جاؤں گا۔ تمہیں اندھیرا محسوس ہو رہا ہے تو اپنی جانے کی فکر کرو وہ حیران و پریشان کھڑا اس کی باتیں سن رہا تھا پھر اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف اٹھانے کے لیے بڑھایا اور اس نے اس کے ساتھ ہاتھ ملایا اور خدا حافظ کہہ کر اپنی اپنی منزل کی طرف چل گئے۔ وہ سوچتا جا رہا تھا کہ یہ لڑکا مجھ کو کوئی اور ہی مخلوق لگ رہا ہے اتنے میں اس کے کانوں میں آواز آئی۔

دوست رک جاؤ ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے

وہ رک گیا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا پھر وہ اس کی طرف پلٹ آیا اور اس کے پاس پہنچ کر پوچھا۔

کیا بات ہے اور کونسا کام یاد آ گیا ہے۔

وہ بولا۔ کیوں نہ ہم آپ میں دوستی کر لیں اسے جواب دیا اس میں حرج کیا ہے آج سے ہماری دوستی کی ہے پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بغلیں ہوئے اس نے اس کے جسم سے چھوٹی ہوئی سردی کی لہر واضح طور پر محسوس کر لی تھی جس سے اس کے جسم میں بھی ایک ٹھنڈی لہر رگ رگ میں بجلی کے کوندے کی طرح دوڑی تھی۔ وہ خوشی سے سرشار ہو کر بولا۔

آج سے ہم کچھ دوست ہیں اس دوستی کا ثبوت ہمارے پاس نشانی کے طور پر بھی ہونا چاہیے میرا دل کہتا ہے کہ ہم اپنی اپنی نیوٹیاں تبدیل کر لیں اس طرح ہماری دوستی اور پکی ہو جائے گی۔ اس نے جب ٹوپی تبدیل کرنے کا سنا تو اس کے دل میں اس بوسیدہ سی ٹوپی کو دیکھ کر کراہت سی اٹھ آئی اور اس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا۔ پھر وہ ضبط سے بولا۔

یار یہ کوئی ضروری تو نہیں دل سے ہم نے ایک دوسرے کو دوست مان لیا ہے ٹوپی تبدیل کرنا ضروری نہیں ہے وہ ہرگز اپنی ٹوپی بچانا چاہتا تھا۔

یار میرا دل کہتا ہے ہم ٹوپی تبدیل کر لیں اس سے ہماری دوستی مزید مضبوط اور پکی ہو جائے گی اس نے کڑوا سا منہ بنا کر کہا۔

اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو تبدیل کر لیتے ہیں اس کے خیال میں اس کی ٹوپی اس کی ٹوپی سے ہزار گنا بہتر اور چمکی تھی اس نے اس کی ٹوپی اتار کر اپنے سر پر رکھ لی اور پھر اپنی ٹوپی اس کے سر پر رکھ دی جو بھی اس کے سر پر ٹوپی رکھی گویا اس کی دنیا ہی روشن ہو گئی اس کی آنکھوں میں مزید چمک آ گئی۔ وہ خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا اس کی دنیا ہی بدل چکی تھی ذہن فریض اور تازہ تازہ ہو گیا تھا۔ تمام سستی کا بلی اور کوفت کا نور ہو چکی تھی۔ وہ خود کو ہلکا ہلکا اور بدلا بدلا محسوس کر رہا تھا اب اس پر اس ٹوپی کی اہلیت اور فضیلت عیاں ہو چکی تھی اور وہ خوشی سے سرشار ہو گیا تھا۔

اچھا دوست اب میں چلتا ہوں زندگی رہی تو پھر ملیں گے اس نے اس کے ساتھ ہاتھ ملایا اور اس گھپ اندھیرے میں جس کو وہ روشنی کہہ رہا تھا جنگل کی تاریکیوں میں کم ہو گیا تھا اور وہ گھر کی طرف چل دیا گھر پہنچ کر اس نے لکڑیوں کا گھٹا ایک طرف پھینکا اور اپنے کمرے میں جا کر سرے ٹوپی اتار کر اس کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا

ظہری ٹوپی

خالی سر اس کو عجیب سا لگ رہا تھا تیسرے ہی دن اس نے ٹوپی نکال کر رکھ لی۔ اور اپنے سر پر رکھ لی اور گھر سے باہر نکل گیا باہر کی فضا کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی تھی ہر چیز اجلی اجلی ہوئی اور دھلی دھلی دی لگ رہی تھی اور کچھ شرمندگی بھی محسوس کر رہا تھا کہ شاید کوئی اس کا مذاق نہ اڑائے۔

یہ اس دن کا واقعہ ہے جس دن اس نے ٹوپی سر پر رکھی تھی اسی رات گاؤں کے ایک بااثر شخص کے گھر چوری ہوئی تھی چوری ہی نہیں بلکہ ڈاکوؤں کے ہاتھوں اس کا جواں سالہ بیٹا بھی مارا گیا تھا ڈاکو گھر میں تمام جمع شدہ پونجی زہرات اور نقدی رقم بھی خراج کر لے گئے تھے یہ گاؤں میں چوری اور قتل کی اہم واردات تھی اس سے قبل چھوٹی موٹی چوریاں ہوتی رہتی تھیں مگر لوگ برداشت کر لیتے تھے چوری تو تواری جگہ مگر مل کا واقعہ اہم تھا دوسرے دن پولیس کو اطلاع دی گئی اور پولیس کی ٹیم تفتیش کرنے کے لیے گاؤں میں پہنچی پولیس نے تمام لوگوں کو جمع کیا ہوا تھا۔

ادھر سیف الدین اپنے کمرے میں ٹوپی سر پر رکھے ہوئے بیٹھا ہوا تھا کسی گہری سوچ میں غرق تھا اس کے سوئے ہوئے ذہن میں کچھ کچھ بدھدی ہوئے تھے اور اس کا سویا ہوا ذہن بیدار ہونے لگا اس نے ایک جبر جھری سی لی اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے گویا ایک فلمی سی چل پڑی جوں جوں ریل چل رہی تھی اس کے سامنے رات والا واقعہ عیاں ہو رہا تھا اس نے دیکھا کہ گاؤں میں پانچ افراد داخل ہوئے ہیں ان کے چہرے جانے پہنچانے سے لگ رہے تھیں وہ سب کو پہچان رہا تھا وہ اسی گاؤں میں رہنے والے پانچ افراد تھے جن کا سر براہ قادر نامی شخص تھا وہ بظاہر بہت نیک نظر آتا تھا لیکن اندر سے کچھ اور ہی تھا وہ رات کے اندھیرے میں ڈاکے ڈالتا تھا اور پھر رات ہی کو کوئی ہوئی چیزیں یا رقم کسی دوسرے شخص کے ہاں منتقل کر دیا کرتا تھا لوگوں کو شک تک نہیں ہوتا تھا کہ وہ دندرے اتنا سفاک اور خوفناک چہرے کا مالک ہے اور پھر واردات کرنے کے بعد وہ گاؤں کے لوگوں کے ساتھ ساتھ کھل مل جاتا تھا وہ اور اس کے چار ساتھی اسکے دروازے سے آکر کھڑے ہو گئے اور پھر انہوں نے کالی چادروں سے اپنے اپنے چہرے ڈھانپ لیے چہرے اچھی طرح ڈھانپنے کے بعد ان میں سے ایک شخص نے اپنی جیب سے لوہے کی ایک چھوٹی سی آری نکالی اور دوسرے ہاتھ میں تیل کی ایک چھوٹی سی شیشی تھی اس نے تیل اچھی طرح آری پر مل لیا تھا پھر دروازے پر لگی ہوئی کوئٹی سے ذرا نیچے لکڑی پرتیل مل کر اس کو نرم کیا اب آری کی نوک کوئٹی کے نیچے لکڑی پر بے آواز چل رہی تھی آری کی نوک سے لکڑی کے دروازے پر ایک سوراخ سبب گیا اس شخص نے لکڑی کو اوڑھوڑا سا چیرا دیا جو کوئٹی کے برابر تھا دوسرے شخص نے لکڑی کو ڈرا زور سے نیچے دبا دیا تو لکڑی کا وہ ٹکڑا کوئٹی سمیت اس کے ہاتھ میں تھا اس کے اندر والی کوئٹی جو اس کے برابر تھی اس ترانے ہوئے ٹکڑے کے ساتھ جری ہوئی تھی وہاں پر ایک لمبا سا شگاف پڑ گیا تھا اب کوئٹی کھل گئی تھی اور ان کو اندر جانے میں آسانی ہو گئی تھی تیسرے آدمی نے دروازے کو دھکا دیا اور دروازہ کھل گیا وہ سب اندر داخل ہو گئے اندر گھر کے تمام افراد سوئے ہوئے تھے ان کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہو سکا تھا کہ ڈاکو ان کے گھر کے اندر داخل ہو چکے ہیں وہ ان کو سوئے ہوئے دیکھ کر اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے جو کچھ ان کے ہاتھ میں آیا لوٹ لیا وہ کمرے کا صفایا کرنے کے بعد جب وہ تیسرے کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں ایک جوان لڑکا سویا ہوا تھا کھٹ کی آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اندھیرے میں اس کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا اس نے پاس رکھی ہوئی لائٹن جلائی تو لمبی روشنی میں اس نے کمرے کے اندر پانچ افراد کو دیکھا جنہوں نے اپنے چہرے کالی چادروں میں ڈھانپ رکھے تھے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا ان کو دیکھ کر اس کی جان ہی نکل گئی اس نے لکھیا ہے ہوئے الفاظ میں پوچھا۔

ظہری ٹوپی

تم کون ہو اور کہاں کیوں آئے ہو۔

ہم ڈاکو ہیں اور لوٹنے آئے ہیں۔ نکالو جو کچھ تمہارے پاس ہے۔

اس نے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

تم جھوٹ بولتے ہو۔ ایک نے دھاڑ کر کہا۔

میں سچ کہتا ہوں۔ اس نے کہا۔

ان کی بحث طویل پکڑ گئی وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا انہوں نے اس کے کمرے کی تلاشی لی مگر اس کے کمرے سے کچھ بھی نہ ملا اس شخص نے پتول سیدھا اس پر تان لیا اور پھر نکل دیا یا جس سے گولی اس کے سینے سے پار ہو گئی اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گیا اور وہ وہاں سے لوٹ مار کر کے دفن ہو گئے گولی کی آواز سن کر گھر کے سوتے ہوئے دوسرے افراد بھی جاگ گئے تھے اور کمرے کی طرف بھاگے جہاں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی تھی وہ جب کمرے میں پہنچے تو لڑکے کی لاش خون میں لت پٹ پڑی تھی وہاں سچ و بکار بچ گیا بڑوس کے تمام لوگ جائے واردات پر پہنچ گئے تھے اس طرح رات کے پچھلے پہر ڈاکے اور نفل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے گاؤں میں رات و رات ہی پھیل گئی تھی اور صبح ہوتے ہی پولیس جائے واردات پر پہنچ گئی تھی جو اس اہم کیس کی تفتیش کر رہی تھی پولیس نے ہر گھر کے افراد کو اکٹھا کر رکھا تھا اور ان سے پوچھ گچھ ہو رہی تھی۔

ہلکی سی دستک برسیف دین چو نکا اور وہ اس دنیا سے اپنی دنیا میں آ گیا۔ جس دنیا کا احوال وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس کو ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی فلم کا سین دیکھ رہا تھا اور اس سین کا اینڈ ہو گیا تھا وہ اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر دیکھا باہر ہر گاؤں ہی کا ایک شخص کھڑا تھا وہ بولا۔

سیف تجھ کو تھانیدار صاحب بلارہے ہیں کیونکہ وہ رات کے واقعہ کی تفتیش کر رہے ہیں اور ہر ایک فرد کو شامل تفتیش کر رہے ہیں۔

ٹھیک ہے میں ابھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور پھر وہ اس شخص کے ساتھ چلا گیا اور تفتیش کا مرحلہ شروع تھا سب سے پہلے اس کمرے کا جس میں قتل ہوا تھا نقشہ تیار کیا گیا۔ پھر اس کے بعد گھر والوں سے سوالات و جوابات ہوئے پھر گاؤں والوں سے پوچھا گیا سیف دین نے تھانیدار صاحب کو سلام کیا اور پھر ایک طرف کھڑا ہو گیا تھانیدار نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا اور اس سے پوچھ گچھ ہوئی اور پھر تھانیدار نے سیف دین سمیت چار افراد کو اپنے ساتھ تھانے لے جانے کا فیصلہ کیا۔

سیف دین نے کہا جناب اگر میں آپ کو ڈاکوؤں کے متعلق بتا دوں تو کیا آپ ہمیں چھوڑ دیں گے۔ تھانیدار اسکی بات سن کر چونکا۔ اور اسکی طرف گہری نظروں سے دیکھا۔

تم کیسے ڈاکوؤں کو جانتے ہو۔

میں بہت کچھ جانتا ہوں اتنا کہہ کر اس نے سب کچھ بتا دیا۔ جو کچھ دیکھا تھا تھانیدار سن کر گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا تھوڑی دیر کے بعد بولا۔

اس کا مطلب ہے کہ تم بھی ڈاکوؤں کے ساتھی ہو۔ تبھی اتنا کچھ جانتے ہو۔

نہیں جناب میں نے کبھی ایسا فعل نہیں کیا وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا وہ کہنا چاہتا تھا کہ میں نے اس ٹولی کی کرامت سے سب کچھ دیکھا ہے اور آپ کو بتا دیا ہے مگر وہ اس سے اگے کچھ نہ بتا سکا۔ اس کو ایسا لگا تھا جیسے کسی غیر مرئی طاقت نے اس کو یہ بات کہنے سے روک دیا ہے اور وہ چپ رہا۔ اور تمام لوگ اس کی یہ بات سن کر کہ

قادر اور اس کے ساتھیوں نے ڈاکا ڈالا ہے قتل بھی انہی نے کیا ہے حیران و پریشان کھڑے تھے اور آپس میں کھسکھس کر رہے تھے تب تھانیدار بولا۔

شائع لوگوں نے یہ چھو کر کیا کہہ رہا ہے کہ قادر اور اس کے ساتھیوں نے یہ واردات کی ہے اور قتل کیا ہے۔ اور سب لوگ قادر اور اس کے ساتھیوں کی قسمیں دینے لگے۔ کہ نہیں وہ اک نیک سیرت انسان ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا وہ تو غریبوں کا مائی باپ ہے سب لوگ اسکی پاکیزگی کے قصیدے پڑھ رہے تھے اور تھانیدار کو دلائل دے کر قائل کر رہے تھے۔ تھانیدار ان کی باتیں سن کر بولا۔

آپ تمام لوگ مطمئن ہیں تو پھر مجھ کو کیا اعتراض ہے اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چھو کر خود کسی گروہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس کی ایما پر یہ قادر جیسے شریف انسان پر الزام لگا رہا ہے یہ اس واردات کے متعلق سب کچھ جانتا ہے لہذا اس واردات میں اس کا پورا پورا ہاتھ ہے۔ میں اس کو تھانے لے جا رہا ہوں پھر اسے ایک سیاہی سے کہا اس کو تھوٹھڑی لگا دو سیاہی نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور اس کو ہتھکڑی لگا کر تھانے لے گئے اس کا والد شش اور ترے کر تارہ گیا اس کی والدہ بیٹے کے غم میں رونے لگی خود گاؤں والے بھی خیران تھے کہ اگر قادر شریف اور بے گناہ ہے تو یہ لڑکا بھی گناہگار یا ملزم نہیں ہے وہ سوچ رہے تھے کہ یہ لڑکا ابھی ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ ہمارے ہاتھوں میں ملی بڑھ کر جوان ہوا ہے اس جیسا شریف اور نیک بچہ اس گاؤں میں دوسرا پیدا ہی نہیں ہوا ہے اس کو ضرور کوئی غلطی ہوئی ہے جس کی وجہ سے خود مصیبت میں پھنس گیا ہے بس جتنے منہ اتنی باتیں۔

اور سیف دین کو لاک آپ میں بند کر دیا گیا وہ بھی ترے اور میں کر تارہ ہمارا اس کی کسی بات کا تھانیدار کو اثر نہیں ہوا تھا حتیٰ کہ اس کو بہت مارا پٹا گیا وہ جب بھی سچ کہنے لگتا تو اس کو کوئی غیر مرئی طاقت سچ کہنے سے روک دیتی تھی کافی دن اس طرح گزر گئے لیکن تھانیدار اس سے کسی قسم کا کوئی سچ نہ اگلا اس کا ایک رات وہ کال کوٹھری میں بیٹھا ہوا تھا ٹولی اس نے اٹھا کر سر پر رکھ لی جو اس نے اتار کر ایک طرف رکھی ہوئی تھی اور پھر اس کی آنکھوں میں روشنی چمک اٹھی تھی اس کو لگا جیسے اندھیرے میں کسی نے سودا کا کلب روشن کر دیا ہے پھر پھر اس کی آنکھوں کے سامنے ایک منظر ابھرا وہ کوئی دوسرا گاؤں تھا ایک مکان کے ایک کمرے میں تھانیدار قادر اس کے چاروں ساتھی آئے سنے سلے بیٹھے ہوئے تھے ان کے درمیان ایک میز رکھا ہوا تھا جس پر چائے کی پیالیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اچانک ہی ایک آواز ابھری۔

اے قادر تو اپنے آپ کو بڑا چمپئن سمجھتا تھا۔

ہاں استاد وہ تو میں ہوں اس میں شک والی کوئی بات نہیں ہے

ہاں ہاں کیوں نہیں کیونکہ تجھ کو واردات کرتے ہوئے آگے پیچھے کی کوئی ہوش نہیں رہی تھی یہ آواز تھانیدار کی تھی جو قادر سے واردات کے متعلق پوچھ رہا تھا تجھ کو واردات کرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا تھا کیا۔

قادر اور اس کے ساتھی قسمیں کھا کھا کر کہہ رہے تھے کہ واردات کے وقت ان کو کسی نے نہیں دیکھا تھا وہ پورا پورا بند و بست کر کے لگے ہوئے تھے اس نے کہا استاد قادر کہے کام نہیں کرتا قادر جو بھی کام کرتا ہے وہاں اس کا نشان تک نہیں چھوڑتا قادر کے اپنے لوگوں میں ایک مقام ہے وہ بھی یقین نہیں کریں گے کہ قادر ایسا ہو سکتا ہے۔

ہاں یہ تو میں دیکھ چکا ہوں جب اس چھو کر نے تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے متعلق بتایا تھا کہ یہ واردات قادر اور اسکے فلاں فلاں ساتھی نے کی ہے تو بہت لوگ تیرے قصیدے پڑھ رہے تھے اور آگے بھی کوئی

اعتبار کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا آئندہ بھی جو کام بھی کروا احتیاط سے کرو۔

ٹھیک ہے استاد قادر نے کہا جب تک استاد کا ہاتھ قادرے کی پشت پر ہے تو قادر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دے سکتا ہے۔

اچھالا اسی خوشی میں میرا حصہ مجھ کو دے دے میں نے اور بھی بہت سارے کام کرنے ہیں ابھی واپس جا کر اس چھوکرے سے دوبارہ گفتیش بھی کرنی ہے۔ جو مفت میں قربانی کا بکرا بنا ہوا ہے۔

یہ سن کر قادر نے ایک قہقہہ لگایا اور جیب سے پانچ ہزار کے نوٹوں کی ایک نئی کراری گڈی نکال کر تھانیدار کے ہاتھ میں تھادی۔

بس اتنے ہی تھانیدار نے پوچھا۔

اور کیا استاد ہمارے حصہ میں صرف تین تین ہزار آئے ہیں آپ کا حصہ ہم نے زیادہ نکالا ہے۔ کیونکہ آپ ہمارے ہیڈ ہیں آپ کا کام ہمارے کام سے بڑا ہے ہم کام بگاڑتے ہیں اور آپ بگڑے ہوئے کام سنوارتے ہیں اسی لیے میں نے خود ہی جناب کا حصہ زیادہ مقرر کر دیا ہے۔ اگر آئندہ بھی اسی طرح آپ کی پشت پناہی رہی تو ہم اس سے بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتے ہیں یہ سن کر تھانیدار نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ باقی لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اس کو جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے پھر وہ بھی اٹھ کر باہر نکل گئے۔

ایک دم سیف دین کی آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا اس نے سوچا شاید بجلی چلی گئی ہے اور فلم کا سین ختم ہو گیا ہے وہ اپنی آنکھیں مل مل کر گھپ اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ یہ سب کچھ اس ٹوپی کی وجہ سے ہوتا ہے اب اس کے سامنے دوسری بار راز ظاہر ہو گیا تھا گویا تھانیدار ان کا سامنی ہے اور ان کے ساتھ ملا ہوا ہے اور یہ واردات اس کی سازش سے ہوئی ہے اور مجھ کو بے گناہ کال کوٹھڑی میں بند کر دیا ہے اس کی آنکھیں بوٹھل ہو رہی تھیں توڑی دیر بعد وہ نیند کی آغوش میں لیٹ کر خراٹے بھرنے لگا تھا صبح اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب ایک سپاہی اس کو جگا رہا تھا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

چل اٹھ اڑے ایسے سویا ہوا ہے جیسے باپ کا کھر ہو چل تجھ کو بڑے صاحب بلاتے ہیں وہ اٹھ کر تھانیدار کے کمرے میں آ گیا۔

تھانیدار گرج کر بولا۔ ہاں ابھی تیری عقل اب بھی ٹھکانے آئی ہے کہ نہیں تم اس واردات اور قتل کا اقرار کرتے ہو یا نہیں میں نے عدالت میں چالان بھی پیش کرنا ہے اس نے کہا۔

جناب میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ میرا اس واردات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آئندہ بھی یہی کہتا رہوں گا۔ تھانیدار نے گرج کر کہا۔

تیرے ہاں یا نہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے چالان تو تیرے اقرار کے بغیر بھی عدالت میں پیش کر دیا جائے گا مگر میری خواہش ہے کہ تم خود ہی سچ بتا دو سیف دین نے کہا۔

جناب اگر سچ ہی سننا چاہتے ہیں تو پھر سچیں یہ ڈاکہ اور قتل قادر اور اس کے ساتھیوں نے ہی کیا ہے اور اس واردات میں آپ برابر کے شریک ہیں آپ کو ہر بات کا علم ہے کل رات آپ ایک گاؤں کے کچے مکان کے اندر قادر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور وہاں پر واردات سے کوئی رقم تقسیم کا سلسلہ شروع ہوا تھا آپ کے حصہ میں پانچ ہزار آئے تھے اور ان کے حصہ میں تین تین ہزار۔ آپ کو زیادہ رقم اس لیے ملی تھی کہ

آپ ان کے سردار ہیں اور ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں کئی وارداتیں انہوں نے آپ کی سرپرستی میں کی ہیں اور آئندہ بھی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیوں کہ وہ سارا کام آپ کی سرپرستی میں کرتے ہیں اس طرح آپ بھی ان کے ساتھ مجرم ہیں تھانیدار ان جب یہ بات سنی تو وہ حیران رہ گیا جہاں پر ان لوگوں نے ملاقات کی تھی کسی کو کان و کان خبر نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ جگہ ہی ایسی تھی جس کے متعلق کسی کو معلوم نہیں تھا وہ انکا خفیہ ٹھکانہ تھا وہ ان کی محفوظ پناہ گاہ تھی رقم تقسیم کر رہے تھے اور آئندہ کے بھی منصوبے بنا رہے تھے تھانیدار نے غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے کہا۔

لے جاؤ اس کو اور اتنا مارو کہ اس کو چھٹی کا دودھ یاد آ جائے سپاہی اس کو پکڑ کر اندر لے گئے اور مار مار کر ادھ موا کر دیا اور جب بے ہوش ہو گیا تو وہ دروازہ بند کر کے باہر نکل گئے۔

تھانیدار پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس کو اس کال کوٹھڑی میں کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم وہاں پر بیٹھے ہوئے یہ تمام منصوبہ بنا رہے تھے اس کا حصہ اور بھی بڑھ گیا تھا اب وہ اس سے ہر وہ بات اگلا لینا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے اور یہ تمام باتیں اس کو کون بتاتا ہے اس نے سوچا شاید اس کا کوئی ایسا ساتھی ہے جو جاسوسی کرتا ہے اور اس کو آ کر بتاتا ہے یا پھر ہم میں سے ہی کوئی ایسا شخص ہے جو اس کو تمام معلومات فراہم کرتا ہے اس کے بعد اس نے اپنے آدمیوں پر خفیہ نگرانی شروع کر دی۔ مگر نام کام رہا اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا رہا تھا وہ بیچ و خم کھاتا ہوا وہاں سے چلا گیا اس نے فوراً قادر کو کال ملائی اور اس کو تمام بتا دی وہ بھی سن کر پریشان ہو گیا وہ بھی سوچ رہا تھا کہ آخر یہ خبر اس لڑکے تک کیسے پہنچی ہے سو اس نے آئندہ محتاط رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا پھر وہ بولا۔

میرا لڑکے کو کسی بھی قیمت پر نہیں چھوڑتا ہے اس پر کڑی نظر رکھنا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ ہم سب کے لیے درد سر بن جائے کال سے فارغ ہونے کے بعد تھانیدار سیدھا اس کمرے میں چلا گیا جہاں اس کو بند کر رکھا تھا۔ وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا اس وقت وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھا قدموں کی چاپ سن کر اس نے اپنا سر اٹھایا سا سننے تھانیدار تھا جو اس کو گھور رہا تھا۔

ہاں ابھی سچ بتا تجھ کو یہ سب باتیں کون بتاتا ہے۔

کوئی بھی نہیں مجھ کو تو آپ نے اس کال کوٹھڑی میں بند کر رکھا ہے مجھ تک کوئی کیسے پہنچ سکتا ہے آپ نے پہرہ لگا رکھا ہے آپ خود ہی سوچ لیں اور بتائیں میں آپ کو کیا بتا دوں جبکہ میرا کوئی ملاقاتی بھی نہیں آتا اور ہاں ایک بات اور مجھ تک ابھی ابھی پہنچی ہے وہ یہ کہ آپ ابھی ابھی قادر کے ساتھ ٹیلیفون پر میرے ہی متعلق گفتگو کر رہے تھے کیا یہ بھی غلط ہے۔ یہ بات سن کر تھانیدار کے تو طوطے ہی ہوا ہو گئے اس نے تو بہت محتاط ہو کر قادر سے بات کی تھی وہاں تو کسی بھی ذی روح کا وجود تک نہیں تھا اس نے بہت راز دارانہ طریقہ سے اس سے بات کی تھی پھر اس کو کیسے خبر ہو گئی کہ میں نے ابھی ابھی قادر سے بات کی ہے اب تھانیدار کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ کوئی معمولی سالاک نہیں ہے اس کے پاس کوئی ضرور ایسی طاقت ہے یا علم ہے جس کے ذریعے اس کو ہر وہ بات معلوم ہو جاتی ہے جس کی لڑی اس سے جانتی ہے وہ تذبذب کے عالم میں کمرے سے باہر نکل گیا اور آ کر اپنے دفتر میں کرسی پر ڈھیر ہو گیا اس کا ذہن الجھا ہوا تھا آخر کار اس نے اس سے محتاط رہنے کا فیصلہ کر لیا اور دل میں اس سے سخت انتقام لینے کی ٹھان لی۔ اور پھر سوچنے لگا کہ اس پر میں ایسا دفعہ لگاؤں گا کہ یہ ساری زندگی جیل ہی میں سزا کا گتار ہے گا ادھر بڑے دنوں کے بعد اس لڑکے کا گزر ادھر سے ہوا جس کی ملاقات کچھ دن قبل سیف دین سے ہوئی تھی وہ سیدھا اس کے گھر کے دروازے پر جا کر کھڑا ہوا دروازے پر دستک ہوئی اور اندر سے بیف دین

کا باپ نکلا وہ سامنے ایک اجنبی اور خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے بتایا۔
میں سیف کا دوست ہوں ادھر سے گزر رہا تھا تو سوچا کہ اس سے مل کر جاؤں۔
تب اس نے تمام بات اس کے گوش گزار دی۔ جو اس کے درپیش آئی تھی وہ سن کر تھوڑا سا پریشان ہوا اور بولا۔

انشاء اللہ کل دن کو آپ کا بیٹا جیل سے گھر آ جائے گا یہ میرا آپ سے وعدہ ہے آپ فکر نہ کریں اور اطمینان سے جا کر گھر والوں کو بھی تسلی دیں خدا حافظ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا اور وہ دروازہ بند کر کے اندر چلا گیا اس نے اندر جا کر گھر والوں کو تسلی دی اور کہا۔

ایک اجنبی لڑکا آیا تھا جو خود کو سیف کا دوست کہہ رہا تھا مجھے تسلی دے کر چلا گیا ہے کہ کل دن کو سیف گھر پر ہوا تسلی تو اس نے مجھ کو دے دی ہے لگتا ہے کوئی اونچے گھرانے کا تھا شاید وہ کوئی بندوبست کر دے۔

اس کی بیوی سن کر سجدہ ریز ہو گئی اور اللہ سے بیٹے کی رہائی کی دعا میں لگنے لگی کسی کو کیا معلوم تھا کہ وہ لڑکا کون تھا کہاں کا رہنے والا تھا وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا دوسرے دن تھا نیدار اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا وہ اسی لڑکے کے متعلق سوچ رہا تھا جس نے اس کی راتوں کی نیندیں اڑا دیں تھیں۔ سپاہی نے سلوٹ کیا اور کہا۔

سر آپ سے ایک لڑکا ملنا چاہتا ہے تھا نیدار نے لڑکے کو اندر آنے کا کہا جب لڑکا اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا لڑکے نے تھا نیدار کو سلام کیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا تھا نیدار لفافہ پکڑ کر دیکھا اور پوچھا۔

یہ کیا ہے۔

لڑکے نے کہا جناب گفتگو کرنے سے پہلے تھوڑا سا تعارف ہو جائے تو بہتر ہے میرا نام شکم ہے اور میرے باپ کا نام ضمت ہے جو فلاں گاؤں کے نامی گرامی شخصیت مانے جاتے ہیں اور یہ لفافہ سیف دین کی رہائی کا پروانہ ہے یہ پروانہ میں بالا افسران سے لے کر آیا ہوں آپ جلد از جلد اس کو رہا کر دیں اور اس پر جو بھی جھوٹا الزام ہے وہ ختم کر دیں اور اس کو باعزت طور پر گھر بھیج دیں یہ آپ کے لیے بہتر ہے اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپ کی حکام بالا سے بات بھی کروا سکتا ہوں یہ کہہ کر اس نے اعلیٰ قسم کا قانون اپنی جیب سے نکالا جسے دیکھ کر تھا نیدار کے منہ میں پانی بھر آیا اس نے کوئی نمبر ملا دیا اور کہا سر آپ خود تھا نیدار سے بات کر لیں اور دوسری طرف سے سنائی دینے والی آواز نے تھا نیدار کے جھکے چہرہ پر عینے۔ اور سر سر کہتے ہوئے سلوٹ پیش کیا اور پھر ساتھ ہی ایک سپاہی کو سیف دین کو بلانے کے لیے بھیج دیا۔ سیف آگیا اور اس لڑکے کو دیکھ کر چونک سا گیا۔ وہ دونوں بغلیں ہوئے تھا نے دار بولا تمہاری ضمانت آگئی ہے اب تم گھر جا سکتے ہو آج سے تمہاری فائل بند آئندہ محتاط رہنا کبھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کرنا ورنہ مارے جاؤ گے اس کی بات سن کر وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے تھا نیدار نے ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھا اور سوچنے لگا کہ ہاتھ سے شکار گیا اور اس سے انتقام لینے کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ وہ تھوڑا آگے گئے اور وہ لڑکا بولا اچھا دوست اب میں چلتا ہوں بہت دیر ہو گئی ہے گھر والے میرا انتظار کر رہے ہوں گے بہت دن ہوئے ہیں گھر سے باہر رہا ہوں۔ تم گھر جاؤ گھر والے تمہارا بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں خدا حافظ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا اور سیف دین اسے دیکھتا ہی رہ گیا وہ رکائیں تھا کہ وہ اس سے مزید باتیں کر سکتا وہ سیدھا گھر جا پہنچا دروازہ کھلا تھا وہ سیدھا اندر چلا گیا سامنے تمام

گھر والے بیٹھے ہوئے تھے اس کو دیکھ کر وہ تمام اس کے ساتھ لپٹ گئے اور پھر تمام باجرہ اس کو کہہ سنایا کہ کس طرح ایک اجنبی لڑکا آیا تھا اس نے تیری رہائی کی یقین دہانی کروائی تھی جس کے نتیجے میں تم ہمارے سامنے ہو اب اس پر اس اجنبی لڑکے کی حیثیت عیاں ہو گئی تھی اور اس کی سمجھ میں بات آئی تھی کہ یہ سب کچھ اس بوسیدہ سی ٹوپی کے ہیں جس کو میں ایک حقیر سی چیز سمجھتا تھا اس کا فائدہ بھی ہے اور نقصان بھی ہے اس کی مدد سے میں وہ تمام واقعات دیکھ سکتا ہوں جو پوشیدہ ہوتے ہیں مگر میری سچائی کو کوئی ماننا ہی نہیں الٹا لوگ مجھ کو بھی مجرم سمجھتے ہیں اور میں مجرم ٹھہرا لیا جاتا ہوں اور اس طرح شک کی بنا پر میں اندر چلا جاتا ہوں اور پھر اسی طلسمی ٹوپی کی وجہ سے میں رہائی بھی پا جاتا ہوں وہ اپنی رہائی پر بہت خوش تھا ابھی تک کسی کو معلوم نہیں ہوا تھا کہ سیف دین رہا ہو کر تھا نے سے گھر آگیا ہے دوسرے دن گاؤں کے لوگ اس شخص کو جس کے گھر ڈکیتی اور قتل کی واردات ہوئی تھی اور اس کا بیٹا بھی قتل ہو گیا تھا اس کو ساتھ لے کر تھا نے پہنچے اور اپنے آنے کا مقصد بیان کیا وہ شخص کہنے لگا کہ اس بچے کو چھوڑ دیا جائے وہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اس کو میں اچھی طرح جانتا ہوں میں اپنے بیٹے کا قتل اسے معاف کرتا ہوں کیونکہ وہ قاتل نہیں ہے لہذا اس کو باعزت طور پر گھر بھیجا جائے سب لوگوں نے اس کی تائید کی تھا نیدار نے ان کی باتیں سن کر کہا۔

آپ ایسا کریں ایک دست لکھ کر دیں کہ ہم نے اس لڑکے کو معاف کر دیا ہے اور ساتھ ہی تین چار معزز افراد کے دستخط بھی کروا دیں تاکہ میرے پاس بطور سند رہے اور آئندہ یہ کیس آگے نہ چل سکے ویسے بھی ک اس کی ضمانت ہو گئی تھی اور وہ گھر چلا گیا تھا یہ اور بھی اچھی بات ہوئی ہے کہ آپ نے خود ہی اس کو معاف کر دیا ہے ورنہ کل کوئی اور ہی مسئلہ کھڑا ہو جاتا اس شخص نے اسی وقت ایک درخواست بطور معافی نامہ کے لکھوائی اور گواہان کے دستخطوں سمیت تھا نیدار کے سپرد کر دی اس نے وہ درخواست فائل کے ساتھ لگو کر فائل داخل دفتر کر دی۔ اور وہ لوگ چلے گئے۔

ابھی سیف دین کو گھر آئے ہوئے بمشکل تین دن ہوئے تھے کہ گاؤں میں ایک اور واقعہ رونما ہوا گاؤں کے ایک شخص قبر دین کی سات سالہ بچی کہیں گم ہو گئی وہ صبح سویرے گھر سے سکول جانے کے لیے نکلی تھی اور پھر واپس گھر نہیں آئی تھی گھر والوں کو تشویش ہوئی اور انہوں نے اس کی تلاش شروع کر دی اس کو ہر جگہ تلاش کیا گیا مگر اس کا کہیں بھی سراغ نہ ملا کہ وہ کہاں گئی ہے اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے اسے کئی دن تک تلاش کیا گیا مگر اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا کہ وہ زندہ بھی ہے یا مردہ ہے کوئی ایسی جگہ باقی نہ رہی تھی جس جگہ اس کو تلاش نہ کیا گیا ہو تھا نے میں بھی اس کی رپورٹ درج کروادی گئی تھی۔ سب جگہ تلاش کرنے کے بعد گھر والے رددو کر مبر و شکر کر کے بیٹھ گئے تمام گاؤں والے بھی اس کی تلاش میں پیش پیش رہے تھے گاؤں میں ایک طرح کا خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔

ادھر سیف دین اپنے کمرے میں بیٹھا گہری سوچ میں غرق تھا اس وقت بھی اس کے سر پر وہ بوسیدہ ٹوپی رکھی ہوئی تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی گھر سے مراتبے میں غرق تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور اس کا ذہن کسی اور دنیا میں سیر کر رہا تھا کیا ایک اس کی آنکھوں کے سامنے ایک منظر کسی فلم کی طرح پردہ سینیں ابھرا۔ وہ دیکھتا ہے کہ ایک سکول میں بچے پڑھ رہے ہیں ان ہی بچوں میں وہ بچی بھی ہے جو م ہوجی ہے گاؤں کے دیکر بچے بھی سکول میں موجود ہیں جو سب ہی اس کے جانے پہنچانے میں سب بچے سبق پڑھنے میں مشغول ہیں زور شور سے پڑھائی شروع ہے سب بچے اوچی اوچی آواز میں سبق رٹ رہے ہیں اتنے میں ہتھکی بجنے کی آواز سنائی دی سب

بچے سبق پڑھنا بھول گئے اور اپنے اپنے بستے اٹھا کر چھٹی چھٹی کی آوازیں لگاتے ہوئے دروازے کی طرف دوڑے اور پھر سکول کے گیٹ سے باہر نکل گئے سب بچے اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے جو مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے گھر جا رہے تھے وہ بچی اور دیگر بچی بچے اور بچیاں بھی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے راستے میں ایک چھوٹا سا جنگل آتا تھا جو دیران کی جگہ پر چند درخت اور جھاڑیاں ہونے کی وجہ سے گاؤں کے درمیان ہی میں واقع تھا جب تمام بچے وہاں سے گزرنے لگے تو اچانک ہی جھگڑا اور تیز ہوا لگنے لگی اور گرد و غبار اڑنے لگا تیر ہوا چلنے کی وجہ سے چلتا مشکل ہو رہا تھا پھر اس جھگڑا اور ہوان آندھی اور طوفان کی شکل اختیار کر لی ہر طرف کالی آندھی چل رہی تھی پھر ایک آندھی چلتا رک گئی اور ایک دھواں کا بڑا سا مرغولہ نظر آیا۔ چولہ کی کے سامنے آکر رک گیا تمام بچے کسی نہ کسی طرح اس طوفان سے بچ نکلے مین کا سایہ ہو گئے اور وہ گھر پہنچ گئے وہ بچی ابھی تک اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے ایک جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی جب اس کو آندھی ختم جانے کا احساس ہوا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور اپنے سامنے اس دھواں کے عجیب و غریب مرغولے کو دیکھا جو اس کی راہ میں کسی عفریت کی طرح کھڑا تھا وہ حیران و پریشان بیٹھی ہوئی تھی اس بجوے کو دیکھ رہی تھی وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکی کہ صاف و شفاف موسم میں آندھی چلی اور پھر ختم بھی ہو گئی اور اس شفاف موسم میں ابھی سورج بھی چمک رہا ہے پھر یہ دھواں کا پہاڑ میرے سامنے کہاں سے آکر کھڑا ہو گیا ہے وہ خوف کے مارے تھر تھرا کانپنے لگی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی اور حیرت سے اس عجوبے کو دیکھنے لگی جو شاید بادل کی شکل میں آسمان سے نیچے زمین پر دھواں کی صورت میں اتر آیا تھا تاہم دھواں آہستہ آہستہ چھٹنے لگا۔ اب دھواں کی جگہ ایک بہت ہی بڑا خوفناک اور بد شکل عفریت کھڑا تھا جس کی شکل سیاہ تھی اور عجیب سی خوفناک ڈراؤنی شکل تھی اس کے دو بڑے بڑے کان تھے سر پر بڑے بڑے دوہینگ زبان سے باہر جھانکتے ہوئے تیز دانت اس کا منہ چڑا رہے تھے جب لڑکی نے اس عجیب سی شکل کے شخص کو دیکھا تو ایک بلند چیخ مار کر زمین پر گر پڑی اور پھر گرتے ہی بے ہوش ہو گئی تب اس عجیب مخلوق کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ آگے بڑھا اور بچی کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھا اور دوسری طرف چل دیا بچی بے ہوش ہونے کی وجہ سے اس کے کندھے پر جھول رہی تھی اور وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک دیران سی پرانی حویلی کی طرف چل دیا حویلی کے اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر دیا اور بے ہوش بچی کو لے جا کر ایک کمرے میں رکھ دی چار پائی پر رکھ دیا اور خود کمرے سے باہر نکل گیا۔ اب وہ بچی اس کی قید میں تھیں۔

گھر والوں کو کان و کان خبر نہ ہو سکی کہ جس لڑکی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے ہیں وہ اپنے ہی گاؤں کی پرانی حویلی میں ایک جن کے قبضے میں ہے اس حویلی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ بہت پرانی حویلی تھی جس کا مالک ایک جاگیر دار تھا اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے حویلی کو چھوڑ کر شہر میں آباد ہو چکے تھے اور کچھ بیرون ملک میں رہ رہے تھے اس طرح انہوں نے بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کہ حویلی اور دیگر جائیداد کا کیا حال ہے وہ ایسے وہاں سے نکلے کہ پھر واپس بھی نہ آئے اس طرح وہ حویلی ویران ہو گئی جو جگہ جگہ سے ٹوٹ کر گر رہی تھی اور کھنڈر میں تبدیل ہو گئی تھی اس کے متعلق مشہور تھا کہ اس پر جنوں نے قبضہ کر رکھا تھا اس لیے آج تک کوئی شخص اس طرف نہ گیا تھا اور آج اسی حویلی کے مین جن نے گاؤں کی ایک چچی کو اٹھالیا تھا اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی تھی سیف دین اچانک چونک پڑا جیسے وہ ابھی خواب سے بیدار ہوا ہو اور وہ ادھر ادھر نظریں گھما گھما کر دیکھنے لگا وہ اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور اس پر اس بچی کی گمشدگی عیاں ہو گئی تھی کہ اس پر کیا گزری ہے وہ وہاں سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل آیا دن کا بیڑا چکا تھا وہ سیدھا قمر دین کے گھر کی طرف چل دیا۔ گھر کے سامنے جا کر اس نے دروازے پر

دیکھ دی اور قمر دین نے دروازہ کھول دیا سامنے سیف دین کو دیکھا اور پوچھا۔
 بیٹا کیا بات ہے اندر آ جاؤ۔ اور پھر سیف دین اس کے ساتھ اندر چلا گیا اس وقت بھی بہت سارے لوگ اس کے گھر تعزیت کے لیے آئے ہوئے تھے اس نے سلام کیا اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔

قمر دین چاچا بچی کا کچھ پتہ چلا ہے وہ کہاں ہے
 اس نے کہا۔ کوئی پتہ نہیں چلا پتا۔ ہم لوگ اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک چکے ہیں
 چاچا آپ ایسا کریں فلاں جگہ جو پرانی حویلی ہے۔ اس کے اندر ایک کمرہ ہے آپ کی بچی اس کمرے میں ایک چار پائی پر بے ہوش پڑی ہوئی ہے جا کر اس کو وہاں سے لے آئیں اس کی یہ بات سن کر وہاں موجود تمام لوگ ہکا بکا رہ گئے ان میں سے کچھ کہنے لگے۔

یہ ضرور اسی کی کوئی چال ہے اور آج اتنے دنوں کے بعد یہ پتا رہا ہے اس کو کیسے معلوم ہے کہ بچی اس حویلی میں فلاں کمرے میں بند ہے کچھ لوگ جو شروع سے اس کے حامی تھے وہ بھی اس کی طرف سے کمر بستہ ہو گئے ان کی آپس میں بحث طول پکڑ مچی بالا قمر دین ہی بولا۔

تم لوگ کیوں مفت میں لڑ جھگڑا رہے ہو مجھ کو میری بچی لگی میرے لیے یہی غنیمت ہے کہ اس کا کچھ پتہ تو چلا کہ وہ زندہ ہے یا مردہ وہاں موجود تمام لوگ حویلی کی طرف چل دیے اور پھر سیدھا حویلی کے دروازے پر جا کر دم لیا دروازہ کھول کر تمام لوگ اندر داخل ہوئے جب انہوں نے اس کمرے کا دروازہ کھولا جس کی سیف دین نے نشاندہی کی تھی تو وہ سب دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بچی واقعی اس کمرے میں ایک چار پائی پر بے ہوش پڑی ہوئی تھی اچانک کمرے میں ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیلنے لگا وہ تمام اس اچانک دھواں کو پھیلنے ہوئے دیکھ کر باہر کی طرف بھاگے اور وہ دھواں دوسری طرف ان کے راستے میں حاصل ہو گیا وہ سب دھواں کی طرف دیکھنے لگے دھواں کا بہت بڑا مرغولہ ان کے راستے میں حائل تھا اور وہ دم بخود کھڑے تھے اس کو دیکھ رہے تھے آہستہ آہستہ دھواں کے بادل کتے ہونے لگے اور مطلق بالکل صاف ہو گیا اب دھواں کی جگہ ایک بہت ہی بھیا تک شکل کا دیوید شکل کھڑا تھا جس کی شکل دیکھ کر ان کے خواص جواب دے گئے اور وہ اس عجیب مخلوق کی طرف ہونٹوں کی طرح دیکھ رہے تھے اور ان کے جسم پسینے سے بھیک چکے تھے بالاخر اس کے بعد بے ہونٹ پھڑ پھڑائے اور منہ کھولا تو ایسا لگا جیسے کوئی منہ کی جگہ کوئی غار ہو اور اس کا بی غار سے باہر دو سفید چمکیلی تلواریں باہر جھانک رہی تھیں جو اس کے دانت تھے اور اس کے منہ سے باہر تھے پھر وہ بولا۔

اگر اپنی جان کی امان چاہتے ہو تو یہاں سے فوراً باہر نکل جاؤ اور دوبارہ ادھر کا رخ نہ کرنا ورنہ میں تم سب کو کیا اس پوری ہستی کو نیست و نابود کر دوں گا اور تم سب کو ایسی سزا دوں گا تمہیں عبرت کا نشان بنادوں گا وہ بے پارسے تمام خوف کے مارے وہاں سے باہر نکل گئے اور گھروں کی طرف دوڑ لگا دی۔ سب نے گھر جا کر ہی دم لیا اس سب کے سب ہانپ رہے تھے اور کانپ رہے تھے وہ جاتیں بچ جانے پر شکر ادا کر رہے تھے اس وقت قمر دین بولا۔

بھائیو تم خواہ خواہ سیفیو پر رشک کر رہے تھے یہ تو کوئی بلا ہے جن ہے جو میری بچی کو اٹھا کر لے آیا ہے اب کیا کیا بچی کو اس کے قبضے سے کیسے آزاد کیا جائے ان میں سے ایک شخص بولا۔

یہ کی بھڑکھڑ کا کام ہے یہ لوگ اللہ والے ہوتے ہیں وہی بچی کو جن کے قبضے سے چھڑا سکتے ہیں میری نظر سے ایک پیر صاحب ہیں بڑے ہی اللہ والے ہیں ان میں سے ایک شخص نے پوچھا وہ کہاں رہتے ہیں انہوں نے

سب کچھ بتا دیا۔ کہ وہ بڑے سے بڑے جنوں اور بھوتوں کو بھگا دیتے ہیں ان کے قصبے میں بڑے سے بڑے جن اور بھوت ہیں وہ آنکھ کے جھپکنے ہی یہ کام کر دیں گے اگر وہ خود نہ آئے تو کسی جن کو حکم دیں گے جو آ کر اس جن کو بھگا دے گا اور بچی کو آزاد کر دے گا پھر دوسرے ہی دن قمر دین اس شخص کے ساتھ وہاں جا پہنچا اور سب کچھ اسی بتا دیا۔ وہ بولے تم واپس جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا کام ہو جائیگا۔ تم گھر جا کر صدقہ خیرات کرو قمر دین واپس آ کر اس ن ایک کالا بکر اذبح کیا اور صدقہ دے دیا۔

ادھر پیر صاحب ان اپنے ایک موکل جن کو آزدی اور کہا مخطوط تم فلاں گاؤں چلے جاؤ اور جا کر اس بگڑے ہوئے جن زادے بلوط کو بھوکو کہ وہ اس بچی کو آزاد کر دے اگر وہ نہ مانا تو پھر تم طاقت کے زور پر بچی کو حاصل کر کے اس کے گھر پہنچا دینا یہ بات سن کر مخطوط نے جی میرے آقا جو حکم کا ایک نعرہ لگایا اور وہاں سے غائب ہو گیا ادھر جن زادہ بلوط کی دنوں سے غائب تھا وہ اس بچی کو دیران حویلی کے ایک کمرے میں بند کر کے کہیں چلا گیا تھا اور اسی دن اس کی واپسی بھی جو وہ ہواؤں کے دوش پر سفر کرتا ہوا قریب پہنچا تو اس کو اس حویلی میں کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی جو اس کا ممکن تھی جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے اپنے ہی جیسا ایک جن کو دیکھا جو حویلی کے اندر داخل ہو رہا تھا اس کو دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا اور وہ غصہ سے اس کو گھورتا ہوا بولا۔

کون ہو تم اور اس حویلی میں کیا لینے آئے ہو۔
میرا نام مخطوط جن ہے اور مجھ کو میرے آقا نے حکم دیا ہے کہ جس بچی کو تم اٹھا کر لائے ہو وہ بچی اس کے گھر جانے دی جائے میں ان کا پیغام لے کر تم تک آیا ہوں لہذا تم اس معصوم بچی کو آزاد کر دو تاکہ میں اس کو اس کے گھر پہنچا کر واپس پیر صاحب کو اطلاع دوں مجھے اور بھی بہت سارے کام کرنے ہیں لاؤ وہ بچی کہاں ہے۔
اچھا تو تم بچی کو آزاد کروانے آئے ہو بلوط جن دھاڑا میں تو اس بچی کو کسی بھی صورت آزاد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ مجھے پسند ہے اسی لیے میں اس کو انسانوں کی ہستی سے اٹھا کر یہاں لایا ہوں۔
بچی میرے حوالے کر دو یہ میرے آقا کا حکم ہے میں بچی لے کر ہی جاؤں گا۔

اچھا اگر تم میں اتنی طاقت ہے تو لے جاؤ وہ سامنے رہی بچی اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا اور اس نے اس کے ہاتھ کی سمت دیکھا تو وہ بچی سامنے ہی ایک چار پائی پر بے ہوش پڑی تی وہ پیک لخت بچی کے قریب ہوا بلوط جن نے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑایا اور اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اس کے ہاتھوں کی انگلیوں سے آگ کی لکیریں نمودار ہوئیں اور وہ کسی دھکتی ہوئی آگ کی سرخ زنجیروں کی طرح اس کے پورے جسم سے لپٹ گئیں اور پھر اس کے پورے جسم میں آگ لگ گئی اور شعلے ہی شعلے بھڑک اٹھے وہ تملاکر رہ گیا تاہم دوسرے ہی لمحے اس کا جسم آگ کے بلند ہوتے ہوئے شعلوں میں گم ہو کر رہ گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد حیرت انگیز طور پر اس کے جسم سے بلند ہوتے ہوئے شعلے منہ بہ منہ ہونے لگے اب اس کے جسم پر صرف آگ کی سرخ زنجیر لپٹی ہوئی تھی اور پھر آگ کی وہ لکیر بھی آن واحد میں کالج کے ٹکڑوں کی طرح زمین پر ایک چھناکے سے ڈھیر ہو گئی اب وہاں پر کالج ہی کا کچھ نظر آ رہا تھا اور وہ آگے بڑھ گیا اور اس نے سوئی ہوئی بے ہوش بچی کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور ابھی وہ واپسی کے لیے مڑا ہی تھا کہ اس نے ایک اور داؤ اس پر آزمایا اور اس پر کسی بگڑے ہوئے بھینسے کی طرح چھلانگ لگا دی مگر بڑی زور دار تھی وہ بچی سمیت بہت دور جا کر اپنی اس کے کندھے سے گر کر بہت دور جا گری۔ چوٹ لگنے کی وجہ سے وہ فوراً ہوش میں آ گئی اور وہ پھٹی پھٹی ہوئی آنکھوں سے وہاں پر دو جنوں کا دنگل دیکھ رہی تھی اب مخطوط جن بھی سنبھل کر کھڑا ہو گیا تھا وہ اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو چکا تھا اس

بار اس نے دور ہی سے دوڑ کر اس پر وار کیا اور وہ آگے سے ہٹ گیا اس کا سر جا کر حویلی کی آہنی دیوار سے ٹکرایا اور دیوار میں شگاف پڑ گیا۔ اور اس کا سر دیوار کی دوسری طرف نکل گیا اب وہ سر کو نکالنے کے لیے زور لگا رہا تھا مگر اس کے لمبے لمبے نوکیلے سینک دیوار میں پیوست تھے جس کی وجہ سے اس کو سر کالنے میں دشواری پیش آرہی تھی بالآخر زور لگانے کی وجہ سے پوری دیوار گر پڑی اور اس نے اپنا سر آزاد کر دیا اب اس کی بارطلوط جن کی بھی جونہی وہ چھپنے کی طرف مڑا تو اس نے اس کو سینگوں سے پکڑ لیا اور پھر اس کا سر ادھر ادھر گھمانے لگا اب اس کی گردن اس کے گھٹس میں بھی زور لگانے کی وجہ سے اس کے سینک اس کے ہاتھوں میں تھے اور غصے سے اس کی آنکھیں لال ہو گئی تھیں اس کی آنکھوں سے چنگڑیاں نکل رہی تھیں اب وہ خفت سی محسوس کرنے لگا تھا یہ موقع غنیمت جان کر مخطوط نے اس پر آخری وار کیا معلوم نہیں اس نے کیا پڑھ کر اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا اور وہ خوف سے کانپنے لگا اب اس کا پورا جسم آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں تھا اور وہ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا تھا معلوم نہیں یہ اس کی اپنی طاقت کا کرشمہ تھا یا پھر پیر صاحب کی طاقت کا بحر حال بلوط جن کا قصہ تمام ہو گیا تھا اور مخطوط بچی کو اٹھا کر باہر نکل گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ قمر دین کے گھر میں موجود تھا اس نے بچی کو کندھے سے اتار کر چار پائی پر رکھ دیا اور خود واپسی کے لیے اڑان بھری پلک جھپکنے میں وہ پیر صاحب کے روبرو کھڑا اپنی روانیدار سنار ہاتھ کا کس طرح اس نے بلوط جن کو ہلاک کر کے بچی حاصل کی اور اس کو اس کے گھر پہنچا کر یہاں تک پہنچا ہے اس کی روئیدار سن کر پیر صاحب کے لبوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس کو جانے کی اجازت دے دی۔ وہ اجازت لے کر اپنی تھکان اتارنے کی خاطر وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔

ادھر قمر دین کی بیوی اس کمرے میں داخل ہوئی جہاں مخطوط جن بچی کو بے ہوشی کے عالم میں چار پائی پر چھوڑ کر واپس چلا گیا اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر بچی پر پڑی اور وہ عالم فرحت میں خوشی سے چیختی ہوئی اس بچی سے لپٹ گئی۔ اور بے ہوش بچی کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں بھاگی جہاں گھر کے سب افراد بیٹھے ہوئے تھے وہ تمام بچی کو دیکھ کر خوشی سے چیختے لگے ان کا شور سن کر بچی بھی ہوش میں آ چکی تھی اور وہ حیرانگی سے گھر کے تمام افراد کو دیکھ رہی تھی اس پر ابھی تک غنودگی طاری تھی اسی عالم میں وہ باپ کی طرف لپکی اور باپنے اس کو اپنی ہاتھوں میں لے لیا اب وہ سب خوش تھے اور سیف دین کی چٹائی اور صدقات پر فخر کر رہے تھے تاہم وہ پیر صاحب کی خوبیوں کے بھی قائل ہو گئے تھے اور ان کو اپنا مرشد مان لیا تھا اور وہ دل سے ان کے مرید بن گئے تھے ان کے گھر خوشیاں دوبارہ لوٹ کر آ گئی تھیں۔

گاؤں کے تمام لوگ خبر سن کر قمر دین کے گھر جمع ہو گئے تھے اور اس کو بچی مل جانے پر مبارک باد دے رہے تھے سب لوگ سیف دین کی بھی تعریف کر رہے تھے کہ اس کی نشاندہی پر قمر دین کی بچی مل گئی ہے سیف دین کے گھر والے بھی اس کے گھر آئے ہوئے تھے کیونکہ پڑوس کا مسئلہ تھا تمام گاؤں والے ایک دوسرے کو کئی خوشی میں شریک ہو جاتے ہیں۔

گاؤں میں آئے نہ آئے دن کوئی نہ کوئی واقعہ ہوتا رہتا تھا ان ہی دنوں چوروں کا ایک اور گروہ منظر عام پر آیا وہ تھا یہ گروہ کوئی نامی گرامی گروہ نہیں تھا بلکہ چھوٹی موٹی چوریاں کرتا تھا کبھی کسی کی مرغی پکڑ لی تو کبھی کسی کے کھیت سے مٹی کی چھلیاں توڑ لیں اور کسی کی بھیر بکری چوری کر لی کسی کے گھر سے چھوٹی موٹی رقم یا سودہ سلف بھڑی ہو گیا جیسے واقعات بہت عام ہو چکے تھے اور چوروں کا نام و نشان تک نہیں مل رہا تھا سب لوگ حیران تھے ان کو پتہ نہ تھا کہ یہ کون سے تھے لیکن پھر وہ پہرہ داروں کی موجودگی میں بھی چور چیز اڑا کر لے جاتے تھے مگر کسی کو کان

دکان خربکس ہوئی گی روزانہ سے واقعات سے لوگ بہت جگ آپکے تھے اور بہت پریشان تھے اب تک دھرم چھڑ بکریاں اور درجنوں مرغیاں اور دیگر کئی چیزیں چوری ہو چکی تھیں جن کا سراغ تک نہیں مل رہا تھا۔

اس دن بھی سیف دین حسب معمول اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ یکایک اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلمی سین چل پڑا یعنی اس نے پردہ سینیں پر کچھ آدمی ابھرتے ہوئے دیکھے جن کی تعداد تقریباً چار کے قریب تھی وہ سب کے سب سیاہ لباس میں ملبوس تھے اور اندھیرے میں بالکل سیاہ رات کا حصہ نظر آ رہے تھے دیکھنے والا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ چار افراد انسان ہیں یا کہ کالی رات کے سامنے ہیں وہ بالکل غماض قدم اٹھاتے ہوئے چل رہے تھے اگر کوئی ان کے قریب سے بھی گزر جائے تو اس کو خشک تک نہیں ہوتا تھا کہ اس کے قریب سے جیتے جاگتے چار افراد گزر رہے ہیں وہ سائے چلتے چلتے ایک گھر کے قریب پہنچ کر رک گئے اس گھر کے دروازے پر اس گھر کا ٹکین کھڑا پھر دے رہا تھا اس کے ہاتھ میں بندوق تھی اور گئے میں راوندوں کا پڑ لگا ہوا تھا تلکبج اندھیرے میں وہ پہرے داران کو نظر آ رہا تھا مگر اس کو وہ نظر نہیں آ رہے تھے وہ آہستہ آہستہ بغیر آہٹ کے قدم اٹھاتے ہوئے زرا دور ہی سے اسکے سامنے سے گزر کر سائیڈ کی طرف چلے گئے اور جا کر کھڑکی کے سامنے کڑے ہو گئے ان میں سے ایک نے کھڑکی کے پت کو دبا دیا اور پت دھکے سے کھل گیا اور پھر دوسرے اس کھڑکی سے اندر کود گئے اور دوسرے باہر ہی کھڑے رہے اندر داخل ہونے والے سیاہ سائے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے جا رہے تھے ان میں سے ایک نے جب سے لائٹر نکالا اور اس نے لائٹر جلا کر روشنی میں ادھر ادھر کا جائزہ لیا اتفاق سے وہ جس کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ ایک خیم کا استوہ تھا جس میں لکڑی کے بکس اور دیگر اشیاء رکھی ہوئی تھیں ان میں سے ایک نے بڑے سے لکڑی کے بکس کا ڈھکن اوپر اٹھایا اور اندر بہت سی چھوٹی موٹی اشیاء رکھی ہوئی تھیں اس نے وہ الٹ پلٹ کر دیکھیں ان میں سے اس کو ایک سنگھار بکس نظر آیا اس نے وہ کھول کر دیکھا اور اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی اس نے وہ چھوٹا سا بکس اپنی بغل میں دیا لیا پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ شاید کوئی اور کارآمد چیز مل جائے مگر اس کو کوئی اور شے نہ ملی اور پھر وہ دونوں اس کھڑکی سے باہر کود گئے جس سے وہ اندر داخل ہوئے تھے اب وہ چاروں سائے دوسری طرف سے آگے بڑھ گئے تھے پھر دینے والے شخص کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوئی تھی کہ اس کے گھر سے اس کی عمر بھر کی پونجی چور اس کے سامنے لے اڑے ہیں وہ سائے چلتے چلتے ہستی سے باہر نکل گئے تھے اب انہوں نے نارنج روشن کر لیں تھیں کیونکہ آگے راستہ دشوار تھا اور اندھیرے میں چلنا مشکل ہو رہا تھا اب وہ آبادی سے باہر جا چکے تھے اور خطرے سے باہر تھے تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکے تھے انہوں نے وہ ٹھکانہ جنگل کے آخری سرے پر بنایا تھا جہاں ویرانہ ہی دراندہ تھا آج تک کوئی شخص اس طرف نہیں گیا تھا وہ بہت ہی پوشیدہ جگہ تھی جہاں سے کسی کا گزر بہت کم ہی ہوتا تھا اگر کسی کا وہاں سے گزر ہوتا بھی تو وہ اس ٹھکانے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یعنی وہ جگہ ہر طرف سے ان کے لیے محفوظ پناہ گاہ تھی۔ اور وہ چور اچکے بھی اسی ہستی کے تھے جو رات کو چھوٹی موٹی چوریاں کر کے اس محفوظ جگہ پر رات گزار کر صبح اپنے اپنے گھر لوٹ آتے تھے گھر والوں کو خبر تک نہیں ہوتی تھی رات بھر لوٹ مار کے مال سے عیاشی کرتے تھے لوگوں کی چرائی ہوئی بھیڑ بکریاں اور مرغیاں رات کو ذبح کر کے کھا جاتے تھے اس دن انہوں نے ذرا لمبا تھ مارا تھا۔ انہوں نے جب جائے پناہ پر پہنچ کر ذرا سکون لینے کے بعد وہ سنگھار بکس کھولا تو خوشی سے ان کی باپٹیں کھل گئی تھیں کیونکہ اس سنگھار بکس میں پورے بیس ہزار کا زور تھا کچھ اس گھر کی خواتین کا تھا اور کچھ گاؤں کی عورتوں نے امانت رکھوایا ہوا تھا کھانے پینے کے بعد انہوں نے وہ زور پر ایک محفوظ جگہ پر رکھ دیا اور

خود آرام کرنے کی خاطر لیٹ گئے صبح ہونے سے پہلے ہی وہ کالے سائے اپنے اپنے گھروں میں موجود تھے مگر وہ کالے سائے نہیں رہے تھے بلکہ وہ بہت شریف سادہ اور معزز نظر آ رہے تھے ان کے جسم پر مختلف رنگ کے سوٹ زیب تن تھے اور وہ اپنے اپنے گھروں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔

صبح ان کی آنکھ شوری وجہ سے کھلی تھی گاؤں میں شور مچا ہوا تھا کہ ملک برکت اللہ کے گھر سے چور زور چا کر لے گئے ہیں ہزاروں روپے کا زور تھا جس میں لوگوں کی امانتیں بھی تھیں اور وہ بھی اٹھ کر لوگوں میں کھل مل کر چور کو تلاش کرنے لگے تھے وہ بھی لوگوں کے ساتھ ساتھ برکت اللہ کے غم میں برابر کے شریک ہو گئے تھے بہت جھان بین کے بعد آخر فیصلہ کیا گیا کہ چوری کی واردات کی اطلاع تھانے میں دی جائے اس طرح مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور پھر تھانے جانے کی تیاری ہونے لگی سیف دین کے سامنے اس فلم کی واردات کے تمام کردار عیاں ہو چکے تھے اور وہ ان سے بخوبی واقف ہو گیا تھا یکدم جھٹکا لگنے سے وہ سنبھل گیا جیسے وہ ابھی ابھی ہوش میں آیا ہوا اس کے ذہن میں وہ تمام واقعات نقش ہو کر رہ گئے تھے اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر ہر طرف چوری کے تذکرے ہو رہے تھے وہ کن کر سیدھا ملک برکت اللہ کے گھر پہنچا اور چوری ہونے والے مال کا انوس کیا اور پوچھا۔

کچھ پتہ چلا ہے کس نے چوری کی ہے۔

نہیں میرا ارادہ ہے کہ پتہ کھانے کا ہے ابھی میں تھانے جانے والا ہوں تاکہ چوری کی رپورٹ درج کراؤں۔

ملک صاحب اگر آپ میری بات مانیں تو پرچہ کنوا میں اس طرح وقت بھی ضائع ہوگا پیسہ بھی لگ جائے گا اور کام بھی نہیں بنے گا خواہ مخواہ تھانے پکھریوں کے چکر لگانے پڑیں گے آپ ایسا کریں میرے ساتھ دس پندرہ آدمی بھیج دیں جو اچھے خاصے طاقتور ہوں میں ان کو رات کے وقت ایک جگہ پر لے جاؤں گا اور انشاء اللہ چوری کا تمام مال بمعہ چوروں کے آپ کے سامنے لا کر رکھ دوں گا ہو سکے تو آپ بھی میرے ساتھ ہی چلنا مگر یہ بات ابھی کسی کو نہیں بتانا بس رات کے آخری پہر آپ نے بندے لے کر میرے ساتھ چلنا ہے انہوں نے فوری حاکم بھری کیونکہ وہ اس کے تمام کارناموں سے واقف ہو چکے تھے وہ اٹھ کر اپنے گھر آ گیا۔

رات کے پچھلے پہر پندرہ بندوں کا یہ قافلہ اسی راستے پر رواں دواں تھا جو اس نے عالم مدہوشی میں دیکھا تھا وہ چلتے چلتے آخر کار اپنے مطلوب مقام پر پہنچ گئے جب انہوں نے ڈھلوان سے ذرا نیچے دیکھا تو ملک صاحب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہاں انہوں نے گاؤں کے چار افراد کو دیکھا جو دن کو ان کے ساتھ ساتھ چوروں کو ڈھونڈنے کا وایلا مچا رہے تھے اور ان کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوئے تھے آگ کے روش الاؤ میں بیٹھے ہوئے خوش چھپوں میں مصروف تھے اور آگ کے الاؤ پر مرغ اور بکریے کے گوشت کے ٹکڑیوں پر لگا کر بننے کے لیے رکھے ہوئے تھے جن کی خوشبو بیابان جنگل میں ہر سو پھیلی ہوئی تھی ان کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ گاؤں کے پندرہ افراد قہر بن کر ان پر نازل ہوئے والے ہیں یہ افراد اسلحہ سے لیس آہستہ آہستہ ڈھلوان سے نیچے اتر رہے تھے بالا خرہ وہ نیچے پہنچ گئے۔ اور پھر ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا ان تمام بندوں کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔

خبردار جو پہلے کی کوشش کی ورنہ گولیوں سے بھون دیں گے اس اچانک آفت تکبانی پر وہ تمل کر رہ گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے اب وہ چاروں افراد ان کی حراست میں تھے ان کے رنگ میں بھنگ پڑ گئی تھی انہیں کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

چلو جی سیدھے ہو جاؤ اور بتاؤ کہ وہ چوری کے زیورات کہاں رکھے ہوئے ہیں جو تم نے گزشتہ رات کو چرائے تھے۔ وہ ماننے سے بالکل انکاری ہو گئے تو سیف دین بولا۔

ان کو ساتھ لے کر میرے پیچھے آؤ میں دکھاتا ہوں کہ زیورات ان لوگوں نے کہاں چھپا رکھے ہیں وہ سب اس کے پیچھے چلے گئے آگے انہوں نے ایک بہت کشادہ زمین کے اندر سرنگ کھود رکھی تھی وہ سب اس سرنگ کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے کہ سرنگ کے اندر ایک بھیڑ بکریاں باندھ رکھی تھیں اور دوسری طرف مرغیاں سینکڑوں کی تعداد میں بیٹھی ہوئی تھیں اب ان کو یقین ہو گیا کہ تمام وارداتوں کے ذمہ دار یہی ہیں۔

دیکھ لیا ملک صاحب سیف دین بولا ان لوگوں کے کارنامے اور میں بتاتا ہوں انہوں نے زیورات کا سنگھار کس کہاں چھپا رکھا ہے۔

وہ سرنگ کے اندر داخل ہوا اور دوسری طرف مڑ گیا تھوڑا سا آگے جا کر وہ رک گیا وہاں پر ایک پتھر کی ایک بہت بڑی بھاری سل رکھی ہوئی تھی اس نے ایک آدمی کی مدد سے وہ سل اوپر اٹھائی تو پیچھے ایک گڑھا کھودا ہوا نظر آیا۔ اس نے اندر چھانک کر دیکھا اس کو وہ سنگھار کس نظر آیا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر اٹھا اور دوسرے ہی لمحے ملک صاحب اپنا سنگھار کس پہچان لیا کس کھول کر دیکھا جس میں تمام زیورات موجود تھے وہ ان کو لے کر وہاں سے واپس چلے آئے گھر پہنچے تک صبح ہو گئی تھی تمام گاؤں والوں کو بلا کر ان کے متعلق تمام تفصیل بتادی گئی اور پھر جس جس کی بھیڑ بکریاں اور مرغیاں چوری ہوئی تھیں ان لوگوں کو اس جگہ لے جا کر وہ اجناس دکھائی گئی جس جس کی تھیں وہ پہچان کر گھر لے آئے گاؤں والوں نے ان تمام افراد کو پہچان لیا تھا ان کے گھر والے بھی پریشان ہو گئے تھے مگر قصور تو ان کا نہیں تھا بھرا حال آئندہ کوئی بھی جرم نہ کرنے کی پاداش میں ان کو چھوڑ دیا گیا اب وہ معافی ملنے پر بہت خوش تھے اور آئندہ انہوں نے چوری کرنے سے توبہ کر لی تھی۔

ادھر ملک صاحب سوچ رہا تھا کہ ہونہ ہو یہ لڑکا بھی ان کا سا بھی ضرور ہوگا جیسی تو اس کو سب کچھ معلوم تھا اور وہ ہم کو سیدھا اس کے ٹھکانے پر لے جا کر پہنچا پھر مجھے کیا مجھ کو میرا چوری شدہ مالی مل گیا وہ غنیمت سے زیادہ سوچنے سے انسان کی پریشانی بڑھتی ہے پھر وہ سوچا کہ اگر یہ لڑکا ایسا ہوتا تو اتنا بڑا مال چھوڑ کر ہمارے ساتھ کیوں دیتا اس کا ذہن خراب ہونے لگا تھا پھر اس معاملے کو پس پشت ڈال کر صبر و شکر ادا کرنے لگا۔ تاہم سیف دین نے اس سے رخصت لیتے وقت کہا تھا۔

ملک صاحب میں آپ کے دل کو پڑھ سکتا ہوں کہ آپ کے دل میں اس وقت میرے لیے کیا چل رہا ہے خیر کوئی بات نہیں آپ کا کام بغیر پولیس کے ہو گیا ہے۔ مجھ کو دلی خوشی ہوئی ہے آپ میرے متعلق جو مرضی سوچیں آپ کا کام ہو گیا ہے تھانے پکھری کے تردد سے بچ گئے ہیں معلوم نہیں وہاں کس کس کی اذیت سے دوچار ہونا پڑتا اس کی بات سن کر ملک صاحب کو ایک دھچکا سا لگا تھا تاہم وہ منجمل گئے اور اس سے کہا۔

تمہاری اس بات پر میں تمہاری پر اسرار شخصیت کا اور بھی گرویدہ ہو گیا ہوں۔

گاؤں میں سیف دین کی شخصیت کے چرچے پھیل گئے تھے اور لوگ اس کی صفات کے پل باندھ رہے تھے حالانکہ وہ خود اپنی حیثیت سے ناواقف تھا وہ خود کو ایک عام سا لڑلا سمجھتا تھا مگر اس کی اہمیت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی یہ اس کو معلوم نہیں تھا وہ ہر وقت سوچوں میں گم رہتا تھا اس دن بھی وہ کسی سوچ میں مبتلا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور وہ چونک گیا اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے اسی اجنبی لڑکے کو کھڑا پایا جس نے اس کو ٹوپی دی تھی اور پھر تھانے سے رہا بھی کروایا تھا اس کو دیکھ کر وہ حیران ہوئے بنانا نہ رہ سکا کیونکہ اس وقت رات کا وقت تھا

خیر وہ اس سے ملا اور اس کو اپنے کمرے میں لے آیا بٹھانے کے بعد اس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

تم نے مجھ کو تھانے سے رہائی دلائی۔

اس نے جواب دیا ہم لوگ عہد کے کپے ہوتے ہیں ہمارے ہاں دوستی کی بڑی لان رکھی جاتی ہے میں نے کوئی بڑا کام نہیں کیا بس اپنی دوستی بھائی ہے۔

میں بھی کتنا غما ہوں آج تک میں نے تمہارا نام تک بھی نہیں پوچھا ہے میں اپنے محسن کا نام پوچھ سکتا ہوں۔

ہاں کیوں نہیں میرا نام شمشک ہے شمشک نام سن کر وہ چونکا اور دل میں سوچا کہ یہ کیا نام ہے یہ تو ہمارے ناموں سے بالکل بھی مختلف ہے تاہم وہ بولا کچھ بھی نہیں۔ پھر وہ بولا۔

یار بیٹھو میں تمہارے لیے کچھ چائے پانی کا بندوبست کرتا ہوں وہ بولا۔

اس کی ضرورت نہیں ہے میں کھانا پیانا ذرا کم ہوں۔

اچھا یہ بتاؤ کہ اس وقت کیسے آتا ہوا۔

میں ادھر سے گزر رہا تھا سوچا تم سے مل کر جاؤں میں تجھ کو اپنے ساتھ لے جانے آیا ہوں آج میرے بھائی کی شادی ہے اس لیے میں نے سوچا کہ تم کو بھی دعوت دوں اور تجھ کو لینے آیا ہوں اٹھو میرے ساتھ چلو وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

مگر یار اس وقت کہاں جانا ہے تم ایسا کرو رات نہیں میرے پاس رک جاؤ صبح چلتے ہیں۔

نہیں ابھی چلتے ہیں شادی رات کو ہے صبح کو نہیں میں اس شکل طور پر نہیں لینے آیا ہوں ابھی اور اسی وقت چلنا ہے۔

اچھا یار جیسے تمہاری مرضی تم بیٹھو میں ذرا گھر والوں کو بتا دوں۔

نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے تمہارے گھر والوں کے جاننے تک یعنی صبح ہونے تک تم واپس آ جاؤ گے ان کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے وہ اس وقت خواہ مخواہ پریشان ہوں گے ہم یہ گئے اور یہ آئے۔ وہ سمجھاتے ہوئے بولا۔

یار تیری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ابھی گئے اور ابھی آئے۔

یہ تیرے سمجھنے کی باتیں نہیں ہیں اور نہ ہی تو سمجھ سکتا ہے اپنے ذہن پر زیادہ زور مت دواس کی باتیں سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا معلوم نہیں یہ کون ہے اور مجھ کو کہاں لے جا رہا ہے۔

کیا سوچ رہے ہو میں گھر والوں کو بتا کر آیا تھا کہ ابھی آتا ہوں گھر والے میرا انتظار کر رہے ہوں بس جلدی چلو۔

اچھا یار اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو میں ذرا کپڑے بدل لوں۔

نہیں اس کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لباس میں بھی تم بہت اچھے لگ رہے ہو اور میرے اس بھی بہت سے کپڑے ہیں جو پسند آئے وہ تم پہن لینا اب اٹھو چلو درہور ہی ہے

پھر وہ دونوں اٹھ کر دروازے سے باہر نکل گئے باہر گھپ اندھیرا تھا ہاتھ کو ہاتھ سجال نہیں دے رہا تھا سیف دین بولا۔

یار باہر تو بہت گہرا اندھیرا ہے تم ٹھہرو میں روشنی کا بندوبست کرتا ہوں۔

اس کی ضرورت نہیں ہے میرے پاس روشنی کا بندوبست ہے۔

کہاں ہے۔ اگر ہے تو نکالو مجھ سے تو ایک قدم بھی اس اندھیرے میں چلا نہیں جاتا گھبراؤ نہیں روشنی ہی روشنی ہے تم میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لو۔

اس نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا اس کو ایک جھٹکا لگا اس کو ایسا محسوس ہوا کہ اس کے پورے جسم میں حرارت کا ایک کوند سا پھیل گیا ہوا اس کے پورے جسم میں بجلی کی سی ایک لہر دوڑ گئی وہ اور اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے اس کی آنکھوں کے سامنے روشنی ہی روشنی پھیل گئی اندھیرے کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ تاہم وہ دولہے بعد ہی اپنی اصل کیفیت میں لوٹ آیا اس نے کہا۔

اب تم اپنی آنکھیں بند کرو۔

آنکھیں بند کرنے کی کیا ضرورت ہے گھپ اندھیرا ہے ویسے بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا ہے۔

نہیں تجھ کو آنکھیں بند کرنا پڑیں گی اس میں تیرا ہی فائدہ ہے جب تک میں نہ کہوں تم کو آنکھیں نہیں کھولنی ہیں۔

بالآخر اس نے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیں اس کو ایک لمکا اور خفیف سا جھٹکا لگا اور خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا اس کے کانوں میں شائیں شائیں کی آوازیں گونجنے لگیں جیسے تیز ہوا چل رہی ہو۔ اس مختصر سے دور لیے میں اس کی سماعت سے اس کی آواز نکل کر اپنی آنکھیں کھول دو اس نے فوراً اپنی آنکھیں کھول دیں اور وہ جس جگہ کھڑے تھے وہ دیکھ کر حیران رہ گیا اس جگہ تو دن کا اجالا پھیلا ہوا تھا ہر طرف سورج کی تیز کرنیں اپنی روشنی بکھیر رہی تھی وہ کوئی اور ہی جگہ تھی اتنی خوبصورت جگہ اس نے بھی اپنے تصور میں بھی نہیں دیکھی تھی وہ بہت ہی خوبصورت سرسبز و شاداب علاقہ تھا اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں آ گیا ہے چند سیکنڈ یا چند منٹ میں کائنات ہی بدل گئی تھی کہاں وہ گھپ اندھیرا اور کہاں یہ تیز چمکیلی روشنی ابھی تو وہ گھپ اندھیرے میں کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ اندھیرے میں سفر کیسے کئے گا ابھی وہ پلک جھپکنے میں اجالے کی سرزمین پر قدم نہ بٹھا رہا تھا یہ کیا اسرار ہے یہ تو مجھ کو انسان نہیں لگتا۔ یہ ضرور کوئی جن کا بچہ ہے جو مجھ کو اپنی دنیا میں لے آیا ہے پھر میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے یہ تو فلموں یا جاسوسی ناولوں والی بات لگ رہی ہے لیکن یہ کوئی خواب بھی تو نہیں ہے ابھی تو میں اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا اور یہ لڑکا مجھ کو میرے ہی گھر سے اپنے ساتھ لایا ہے وہ ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ اس کی سماعتوں سے اس کی آواز نکل رہی۔

کیا سوچ رہے ہو دوست

کچھ نہیں۔ وہ چونک کر بولا۔

یہ میری بستی ہے جہاں تم کھڑے ہو اور چلیں بس میرا گھر آنے والا ہے وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے گزر رہے تھے بہت وسیع و وسیع یعنی بستی تھی تاہم ابھی تک کسی مکان کا نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا بستی بڑی ہی دلفریب اور خوبصورت تھی مگر کبھی ویران وہ سوچ رہا تھا کہ ابھی تک کوئی ذی روح نظر نہیں آئی ہے اور نہ ہی کوئی مکان وغیرہ کسی پراسرار اور جادوئی بستی ہے یہ بستی ویران ویران سی بھی لگتی تھی بجلی لگ رہی ہے آخر یہ کیا ماجرا ہے بستی بڑی کمال کی تھی سرسبز و شاداب ہرے بھرے کھیت کھلیان رنگ برنگی چلدار درخت قطار در قطار کھڑے اپنی سبز جوانی پر رشک کر رہے تھے اس وقت کوئی چرند پرند بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ایک بہت ہی سرسبز و شاداب جھنڈ کے قریب پہنچے جو تھوڑا سا اونچی جگہ

ایک ڈھلوان پر اگا ہوا تھا وہ جھاڑی نما جھنڈ بہت ہی خوبصورت اور سرسبز تھا جس کی ٹہنیاں ہوا میں ادھر ادھر لہر رہی تھیں اور بڑی ہی دلفریب خوشبو پھیلی ہوئی تھی شمع نے اس جھنڈ کی ٹہنیوں کو اکٹھا کر کے اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر ایسے اوپر اٹھایا جیسے وہ کوئی ہلکا ہلکا پلاسٹک کا کھلونا ہوتا تھا تاہم جھنڈ اس کے ہاتھوں میں تھا اس کی جڑیں نیچے لٹک رہی تھیں اس نے وہ جھنڈ ایک طرف رکھ دیا اب اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں وہ حیران و پریشان کھڑا سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا سامنے اس کو ایک اتنی دروازہ نظر آیا جس پر ایک موٹی سی کوئٹی چڑھی ہوئی تھی اس نے وہ کوئٹی کھولی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا ساتھ ہی وہ بھی اندر چلا گیا گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی اس نے سامنے دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کیونکہ آگے ایک بہت بڑا شہر بسا ہوا تھا بڑے بڑے محل دکانیں پلازے نما فلائٹ یعنی کہ ضروریات زندگی کی تمام اشیاء اس کو نظر آ رہی تھیں۔ ہر طرف چمک چمک رہی تھی وہ اس بازار سے گزر رہے تھے اسی طرح کے جوان اور بوڑھے شخص چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے ہر طرف گہما گہما تھی تاہم ان کی جسامت عام انسانوں سے ہٹ کر تھی اور وہ عجیب عجیب سے لگ رہے تھے وہ سب اپنی ہی دھن میں مگن تھے ان کو کسی آئے گئے کی کوئی پرواہ نہیں تھی وہ چلتے ہوئے ایک حویلی نما گھر کے سامنے رک گئے اس نے دروازے پر دستک دی تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اندر سے ایک اسی کی عمر کا لڑکا باہر نکلا جو اس کا ہم شکل تھا وہ بولا۔

یہ میرا بھائی شمپت ہے اسی کی شادی ہے۔

اس نے لڑکے سے اس کا تعارف کروایا کہ یہ میرا دوست ہے تمہاری شادی میں شریک ہونے کے لیے آیا ہے اس لڑکے نے سلام کیا اور اس سے ہاتھ ملایا پھر وہ تینوں اندر چلے گئے حویلی کی آن بان دیکھ کر اس کی عقل دھنک رہی تھی وہ حویلی اپنی دنیا کی حویلی نہیں لگ رہی تھی اس طرح کی سینکڑوں طلسمی دنیا کی حویلی تھی وہ کسی شہنشاہ کی حویلی تھی اس طرح کی سینکڑوں حویلیاں تاحہ نگہ نظر آ رہی تھیں وہاں پر غریب و امیر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کون امیر ہے اور کون غریب ہے وہاں کے باشندے کسی شہنشاہ کی سی زندگی گزار رہے تھے وہ انسانوں کی بستی ہی نہیں لگ رہی تھی اگر انسانوں کی بستی ہوتی تو وہ اتنی آن بان اور شان کی بستی نہ ہوتی یہ تو کوئی جنوں بھوتوں اور یوڈوں کی بستی لگتی ہے وہ دل میں سوچ رہا تھا کہ اس حویلی کا ہر ایک حصہ لا جواب ہے وہ ہر قسم کے حسن سے آراستہ تھی وہ ایک کمرے میں جا کر بیٹھ گھسے تھوڑی دیر کے بعد انواع و اقسام کے کھانے پینے لگے اس نے کبھی اپنی زندگی میں اتنے لذیذ اور وافر مقدار میں کھانے نہیں دیکھے تھے جن کی خوشبو سے انسان کا دل دوماغ معطر ہوتا تھا انہوں نے مل کر کھانا تناول کیا کھانے کے بعد چائے اور کافی سے لطف اندوز ہوئے اس کو یہ سب کچھ طلسم کہہ لگ رہا تھا۔ اس کے لیے ہر ایک چیز لا جواب تھی اور وہ حیران و پریشان بیٹھا ہوا تھا ان چیزوں کے بارے میں سوچ رہا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ ہمارے ہاں اتنی مقدار میں چیزیں نہیں ہوتی اس کے علاوہ فروٹ دیکھ کر اس کی عقل چرخ ہوئی اس نے تھوڑا بہت فروٹ بھی کھا یا اب اس کا جی ہر چیز سے بھرا آیا تھا کھانا کھانے کے بعد وہ ایک دوسرے کمرے میں چلے گئے جہاں ایک بوڑھا شخص اور ایک بوڑھی عورت بیٹھے ہوئے تھے اس نے ان سے اس کا تعارف کروایا۔

یہ میرا دوست سیف دین ہے اور یہ میرے امی ابو ہیں۔ وہ بوڑھا شخص اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

میں بھی کہوں یہ آدم زاد ہمارے گھر میں کیسے آ گیا تم اس کو کہاں سے پکڑ کر لے آئے ہو۔

یہ مجھ کو اچھا لگتا تھا اور میں اس کو اپنا دوست بنا کر شادی میں لے آیا ہوں۔

خیر انہوں نے بھی اس کو خوش آمدید کہا اور بوڑھی عورت بھی اس کو دیکھ کر خوش ہو گئی ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک ادھیڑ عمر کا شخص آدم بو آدم بو کی رٹ لگائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا اور سیف دین کو دیکھ کر ہلک کر کرک گیا اچھا یہ ہے وہ آدم زاد میں نہ کہتا تھا کہ ہماری حویلی میں بھی کوئی آدم زاد ضرور آگیا ہے جس کی بو مجھ کو یہاں تک پہنچ کر لے آئی ہے اب میں مرنے سے اس کے نکلے ہمارے کھانا گاہ میں بڑے دنوں سے کسی آدم زاد کی تلاش میں تھا آج خود ہی شکار چل کر ہمارے پاس آگیا ہے بوڑھے شخص نے کہا۔

ہاں اراکو میرا دل بھی یہی کہتا تھا مگر کیا کروں یہ اپنے شکم کا دوست ہے اور اس کے ساتھ ہمارے ہاں شادی پر آیا ہے اب یہ ہمارا شیوہ نہیں کہ ہم ایسی باتیں کریں اس کے متعلق کچھ ایسا سوچیں کیونکہ اب اس کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے اب یہ ہمارا مہمان ہے اس کا خاص خیال رکھنا۔ خیر بوڑھے شخص نے بھی اس کو خوش آمدید کہا اور بوڑھی عورت بھی اس کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔

سیف دین یہ میرے چچا اراکو ہیں پھر سیف دین نے ان کے ساتھ بھی ہاتھ ملایا جس کی سمجھ میں اب پوری بات آگئی تھی۔ کہ شکم اصل میں ایک جن زادہ ہے اور یہ جنوں اور دیوؤں کی بستی ہے اب اس پر یہ راز فاش ہو گیا تھا کہ اصل میں ایک جن زادے سے دوستی لگا بیٹھا ہوں دوستی تو لگائی ہے اگے انجام کیا ہو گا یہ اللہ ہی جانتا ہے ابھی تک تو میرے ساتھ ان کا سلوک مخلصانہ ہی ہے بعد کی خدا جانے آیا دیکھا جائے گا میں فی الحال اس بستی میں رہ کر خواب آنچوائے کروں گا۔

کیا سوچ رہے ہو دوست تم کچھ پریشان سے لگ رہے ہو کہ تو یاد نہیں آیا ہے کوئی بات نہیں چند دن کی بات ہے۔ یہ چند دن چند محلوں میں گزر جائیں گے تم کو احساس تک نہیں ہوگا ان محلوں کو تم ایک خواب سمجھو گے جو اس وقت تمہارے لیے حقیقت ہیں تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ ان چند محلوں میں تم کتنے دن ہماری بستی میں رہے ہو بس آج سے بھائی کی شادی شروع ہو رہی ہے آج رات کو اسکی مہندی ہے کل اس کی بارات جائے گی اور شام کو واپس آجائے گی تم رات کو رہ کر گئے روز چلے جانا میں خود تم کو تمہارے گھر چھوڑ کر آؤں گا تو میں تم کو باہر کی سیر کراؤں۔ وہ دونوں باہر نکل گئے وہ گلی محلوں اور بازاروں سے ہوتے ہوئے گزر رہے تھے لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے بڑا ہی طلسمی ماحول لگ رہا تھا وہاں کی ہر شے طلسمی لگ رہی تھی گھما گھمی کے باوجود بھی ہوگا عالم تھا پورے ماحول پر پراسراریت سی چھائی ہوئی تھی وہ پورے کی پوری بستی اور شہر طلسم کدہ سے لگ رہے تھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ہر چیز پر جادو سا گرد آگیا ہو اور ہر ذی روح کا کنٹرول طلسمی ہے تمام کھیت و کھلیاں سرسبز و شاداب اور وسیع و عریض تھے اسے کھیت اور کھلیاں اس نے کہیں اور نہیں دیکھے تھے وہ اپنی دینا سے ہٹ کر ایک نئی مگر طلسمی دنیا لگ رہی تھی خوب محسوس ہو رہا تھا کہ ہر شے کے قریب گھر واپس آئے گھر پر مہندی کی رسم کی تیاریاں پورے عروج پر تھیں ہر طرف لڑکیاں ڈھولک کی تھا پرمہندی کے گیت گار رہی تھی جن کی آواز میں ایسا طلسم تھا کہ انسان خود بخود ان کی طرف کھینچا چلا جاتا تھا ایسی محسوس آواز شاید ہی اس نے کہیں سنی تھی دوسری طرف جوان لڑکے ہنگڑا ڈال رہے تھے اور ان کے گانوں پر اچھل کود کر رہے تھے نصف رات تک مہندی کی تقریب شروع رہی تھی اس کے بعد محفل برخواست ہو گئی تھی وہ پوری تقریب طلسمی تھی اور ہوشربا ماحول میں کھو سا گیا تھا اس پر کیف و سرور کی سی کیفیت طاری تھی وہ رنگ برنگی جن زادوں اور پری پیکر کے چہروں کو دیکھ کر عوام رہا تھا اس کو اس مدہوشی کے عالم میں بھی ان کے جھرمٹ میں دو آنکھیں گھوری ہوئی محسوس ہو رہی تھیں جن کی جھلک دیکھ کر اس پر سرشاری سی چھا گئی تھی اور وہ اس کی تاب نہ لا کر مدہوش سا ہو گیا تھا ان حسین آنکھوں کا

لمس اس کے انگ انگ میں سرایت کر گیا تھا اس کو خبر نہ ہوئی کہ کب محفل برخواست ہوئی تھی اور تمام لوگ اپنے اپنے کمرے میں آرام کرنے کی خاطر چلے گئے تھے کسی کے پکارنے پر وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹ آیا تھا سامنے شکم کھڑا تھا اس کو بلار ہا تھا۔

کیا بات ہے رات کو یہی رہنے کا ارادہ ہے آؤ اپنے کمرے میں چلیں۔ وہ اس کے ساتھ اپنے کمرے میں آرام کرنے کے لیے آگیا وہ رات اس نے کروٹیں بدلتے ہوئے گزاردی تھی اگلی صبح وہ جب بیدار ہوا ہر طرف اعلیٰ پکوانوں کی خوشبو بکھری ہوئی تھی اس نے اٹھ کر غسل کیا اور تیار ہو کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد شکم آیا اور اس کو کھانے کے لیے کمرے میں لے گیا۔ ناشتہ میں انواع و اقسام کی چیزیں دیکھ کر وہ حیران رہ گیا ناشتے میں میوؤں چیزیں میز پر رکھی ہوئی تھیں جن کی مہک ہی سے انسان سیر ہو جاتا تھا اس نے جی پھر کر ناشتہ کیا اور بارات کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا کچھ ہی دیر میں بارات روانہ ہو گئی بارات پیدل ہی جا رہی تھی جس میں جوان خور و لڑکے ناچ رہے تھے اور ہنگڑا ڈال رہے تھے تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد بارات اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئی بارات کی تھنڈے مشروب سے تواضع کی گئی۔ پھر اس کے بعد کھانا کھایا گیا کوئی دو گھنٹے کے بعد بارات کی واپس ہوئی اور شام کو بارات واپس گھر پہنچ گئی۔ دوسرے دن ویسے کا انتظام کیا گیا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بڑی بڑی لوہے کی دیگوں میں سالم بکرے دبے اور مرغ روست کئے جا رہے تھے اس نے آج یہ پہلی بار دیکھا تھا اور اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سالم بکرے دبے اور مرغ بھی تلے جاتے ہیں کچھ ہی دیر کے بعد کھانا شروع ہو گیا دعوت ویسے میں جو مخلوق مدعو تھی اس کو دیکھ کر انسانوں کے رونگھے کھڑے ہو جاتے تھے بہت ہی خوفناک جن اور دیو کھانے پر کسی بھوکے بھیڑے کی طرح پل پڑے تھے وہ سالم روست بکروں اور دنبوں کو نکل رہے تھے انکے سامنے وہ بکرے اور دنبے رائی کے دانے کی طرح لگ رہے تھے آنا فانا وہ تمام کھانا چٹ کر گئے تھے اور پھر بھی ڈکارتے پھر رہے تھے جیسے ان کی بھوک ابھی باقی ہو سیف دین ایک کونے میں کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا آج اس نے پہلی بار ان کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا تھا اور ان کو دیکھ کر اس کا کلیجہ ڈرکی وجہ سے منہ کو آگیا تھا وہ خود کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کو ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی تھی جہاں وہ چھپ سکتا وہ ہیں پر کھڑا اسکو سمیت کر ان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ جنوں اور دیوؤں کی بستی میں اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ رہا ہے اسے یہ سب کچھ کی خواب کی طرح لگ رہا تھا۔

یاد تم یہاں کھڑے کیا دیکھ رہے ہو میں تم کو ادھر ادھر دیکھ رہا تھا ابھی تم نے کیا دیکھا ہے تو ہمارے کارنامے دیکھنے تو حیران رہ جائے گی ہمیں اللہ نے نئی صفات سے نوازا ہے ہم ہر ایک روپ میں بدل سکتے ہیں یہ شان و شوکت جو تو دیکھ رہا ہے اصل میں یہ انسان کی نظر کا دھوکا ہے اصل میں معاملہ کچھ اور ہے ہم آن واحد میں آٹھ جھپکتے ہی دنیا کے کسی بھی کونے میں جا سکتے ہیں۔ کوئی بھی شکل اختیار کر سکتے ہیں مثال کے طور پر اس نے یہ کہہ کر ایک جھرمٹ سی لی اور پھر ایک بہت بڑے سیاہ لمبے کی شکل میں کھڑا اسے گھور رہا تھا یہ سب کچھ اتنا جلدی ہوا تھا کہ سیف دین حیران کھڑا اس موٹے تازے بلبے کو دیکھ رہا تھا تاہم پھر آٹھ جھپکتے ہی وہ اپنی اصلی حالت میں آگیا۔ وہ مسکرا رہا تھا تو ایک معمولی سا روپ تھا اس کے علاوہ بھی میں کئی روپ بدل سکتا ہوں پھر اس نے پینترا بدلا اور ایک لمبے میں اس کے سامنے ایک بہت ہی خوفناک جن اس کے سامنے کھڑا تھا جس کے سر پر دو بڑے بڑے سینگ تھے اور جسم پر سیاہ بال کسی پہاڑی بکرے کی طرح کھڑے تھے اور اس کا قد بہت بڑا تھا جس کی سرخ انکارہ آنکھوں سے دہشت سے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے سیف دین اس کا یہ روپ دیکھ کر لرز اٹھا تھا تاہم

اس نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ خوف سے لال پیلا ہو گیا تھا اور تھر تھر کانپنے لگا تھا۔ اس کی اڑتی ہوئی رنگت دیکھ کر وہ پھر اپنی اصلی شکل میں لوٹ آیا تھا۔
تم میرا یہ روپ دیکھ کر ڈر گئے تھے۔

ہاں یار میں تو خوف کے مارے مر ہی گیا تھا۔ اگر تم تھوڑی دیر اسی روپ میں رہتے تو میں بچ بچ مر جاتا۔
تم فکر نہ کرو میں تم کو آئندہ اسی روپ میں ملا کروں گا میرا یہ روپ خاص طور پر تمہارے لیے بانی تمام روپ دنیا کے لیے ہیں آئندہ میں تمہارے سامنے کوئی اور روپ نہیں دکھاؤں گا ہم اس خاص بندے کو نظر آتے ہیں جن سے ہم کو پیار ہو جائے یا جس سے دوستی ہو جائے عام بندے کو ہم کم ہی نظر آتے ہیں اگر کسی کو ہم نظر آئیں تو وہ ہماری شکل دیکھ کر ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے یہ سب انسان کی نظر کا فرق ہے۔ سونا ہے سراسر دھوکا ہوتا ہے یہ جو تم خوبصورت حویلی خوبصورت بازار خوبصورت وادی اور رنگ برنگی نظارے دیکھ رہے ہو حقیقت میں یہ سب فریب ہے دراصل ہم اپنی خوبصورت جگہ پر رہنا پسند نہیں کرتے ہمارا مسکن اجاڑ دیران اور بیابان مقامات ہیں ہم زیادہ تر دیرانے میں رہنا پسند کرتے ہیں ہم پہاڑوں کی کھوہ میں رہتے ہیں یا پھر درختوں کی کھوہ ہمارا ٹھکانہ ہوتا ہے ہمارا وجود ہر چیز میں تحلیل ہو رہا ہے ہمارے لیے دن رات ایک ہے بلکہ رات کو ہماری دنیا زیادہ رنگین ہوتی ہے ہماری یہ شان و شوکت سب دھوکا ہے کیونکہ تم ہمارے مہمان ہو اسی لیے تمہاری خاطر یہ سب نظارے بروئے کار لائے پڑے ورنہ ہم ان چیزوں کے قائل نہیں ہیں۔

اس نے اپنی بات مکمل کر کے اپنا ہاتھ اوپر بلند کیا اور اپنی انگلی سے خلا میں ایک لکیری کھینچی جیسے ایک دم بھونچال آ گیا ہر طرف دھول ہی دھول اٹھ رہی تھی تھوڑی دیر بعد وہ دھول ختم ہوئی اور جس جگہ پر ہم کھڑے باتیں کر رہے تھے اب وہ جگہ ایک کھنڈر اور دیرانے میں بدل چکی تھی اس عایشان محل کے بجائے ہم پتیل پہاڑی کی کھوہ میں کھڑے تھے تاحند نگاہ دور دور تک سنگلاخ پہاڑ نظر آ رہے تھے ویرانہ ہی ویرانہ نظر آ رہا تھا وادی کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔ اور وہ میرے سامنے ایک ڈراؤنی اور خوفناک شکل میں کھڑا تھا اس کی شکل دیکھ کر میرے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی اس کی دہشت سے میرا دل رواں کا پ رہا تھا اور وہ اپنی سرخ انگارہ آنکھوں سے مجھ کو گھور رہا تھا ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی یہ مجھ کو بڑپ کر جائے گا اور خوف سے میں نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں شاید وہ میری کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ پھر میرے کانوں میں آواز آئی۔

یار تم کہاں کھو جاتے ہو آنکھیں تو کھولو۔

اسکی آواز سن کر میں نے فوراً آنکھیں کھولیں اور میں حیران رہ گیا کہ ماحول جوں کا توں تھا ہر چیز ویسی ہی تھی جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔

یار تم کس سوچ میں پڑ جاتے ہو۔

یار میں تیری اس جادوگری کو دیکھ کر سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ آپ لوگوں کے پاس کیسی کیسی جادوگری ہے آنکھ جھپکتے ہیں پوری کائنات کو بدل کر رکھ دیتے ہیں جیسے یہ تمہارے لیے ایک معمولی سا کام ہو۔ میں نے حیرانگی میں ڈوبے ہوئے کہا۔

ہاں شاید تم ٹھیک کہتے ہو یہ کام کوئی دوسرا نہیں کر سکتا یہ قوت اللہ نے ہم ہی کو عطا کی ہوئی ہے یہ کام ہندوں کے بس میں نہیں ہے۔

اچانک میری نظر دور کی طرف اٹھ گئی ایک بہت بڑا سفید و سرخ رنگ کا غبارہ آسمان کی بلند یوں پر اڑتا ہوا

ہماری طرف آ رہا تھا میں اتنا بڑا غبارہ دیکھ کر حیران رہ گیا میں نے اس کو ٹپو کا دیادہ بھی اسی طرف دیکھ رہا تھا۔
میں نے پوچھا یار یہ کیا چیز ہے جو اتنی بڑی ہے
وہ بولا تھوڑی دیر بعد تم کو معلوم ہو جائے گا۔

وہ ہمارے قریب آ کر اتر گیا۔ اور بولا غلام حاضر ہے اس نے شمشک سے کہا۔

ارے منظر طم کہاں غائب رہتے ہو یار

آقا میں یہاں ہی رہتا ہوں لیکن آپ جانتے تو ہیں کہ میں زیادہ تر آسمانوں پر گھومتا رہتا ہوں زمین پر میرا دل نہیں لگتا اسی لیے جو پرواز رہتا ہوں اڑتے ہوئے میری نظر آپ پر پڑی تو آپ کے درشن کرنے کے لیے نیچے اتر آیا۔ یہ آدم زاد کون ہے۔ اس کا اشارہ سیف کی طرف تھا۔

یہ میرا دوست ہے میں اس کو یہاں کی سیر کرانے لایا تھا۔

بہت خوب اتنا کہہ کر اس نے سیف کے ساتھ ہاتھ ملایا تو اس کے ہاتھ ایسے نرم تھے جیسے واقعی وہ کوئی غبارہ ہو۔ اور پھر وہ آپس میں باتیں کرتے رہے پھر وہ اپنی پرواز اڑنے لگا اور میں اسکو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں شمشک سے باتیں کرنے لگا اور وہ مجھے بہت کچھ بتاتا اور دکھاتا رہا جو مجھے حیران کئے جا رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے کہا۔

یار مجھ کو واپس گھر بھی جانا ہے گھر والے مجھ کو موجود نہ پا کر پریشان ہوں گے۔

اس نے کہا۔ تو اس بات کی فکر نہ کر تیرے گھر والوں کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی اور تم گھر واپس پہنچ جاؤ گے۔

وہ حیران تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے معلوم نہیں اس کو کتنے دن ہو گئے ہیں یہاں آئے ہوئے گھر والے مجھ کو معلوم نہیں کہاں کہاں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے اور معلوم نہیں میری غیر موجودگی میں کیا کیا کھرام چکا رہا ہوگا۔ وہ اسکی بات سن کر بولا۔

اچھا یہ بات ہے تو پھر تیار ہو جاؤ میں تم کو تیرے گھر پہنچا دیتا ہوں پھر اس نے کہا اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دے دو اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دے دیا اس نے کہا اپنی آنکھیں بند کرو اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اسے محسوس ہوا کہ وہ آسمانوں کی بلندیوں پر اڑ رہا ہے چند ثانیے بعد اس کی آواز سنائی دی اپنی آنکھیں کھول دو جب اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا اور شمشک کا نام و نشان تک نہ تھا ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ جاتے وقت وہ اسے مل کر بھی نہیں گیا تھا وہ حیران و پریشان دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اس نے وال کلاک پر نظر ڈالی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا جب وہ گھر سے گیا تھا تو اس وقت رات کے اڑھائی بجے کا وقت تھا اور جب وہ واپس آیا تو اس وقت رات کے چار بجے ہوئے تھے۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھیں۔

وہ کسی اور کی ہوگی تو قیامت ہوگی
پھر کسی کو بھی نہ کسی سے محبت ہوگی
اسے دیکھے کوئی اور اچھا نہیں لگتا مجھے
زندگی بھر مجھے پھر تجھ سے شکایت ہوگی
اس سے بڑھ کر بھی کوئی محبت ہوگی
رات نے کل چاند کو دیکھا تو یہ احساس ہوا
وہ تنہا ہے اسے میری ضرورت ہوگی
اے خدا اسے کسی اور کا نہ ہونے دینا
زندگی بھر مجھے پھر تجھ سے شکایت ہوگی
(ملک مسیح اللہ چاند، ساہیوال)

نفس کے پجاری

-- تحریر: انیلہ غزل۔ حافظ آباد

شانزے بالکل چپ سکتے کی کیفیت لیے ارمغان کی لاش کو دیکھ رہی تھی زبان پرتا لے تھے اور دور کہیں ذہنوں میں بھی جا لے لگ گئے تھے اس کے مرنے کے کچھ دن بعد جب وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ آہٹ پر چلی سامنے ایک نوجوان لڑکا کھڑا تھا۔ کون ہو تم۔ وہ خالی ذہن کے ساتھ بولی۔ فرشتہ۔ موت کا فرشتہ۔ جو فرشتے تم جیسے لوگوں کے ہاتھوں مرجائیں میں ان کا فرشتہ ہوں ساحر نے اپنے ہاتھ اسکے گلے کے گرد رکھے شانزے نے اس کی آنکھیں دیکھیں وہی آنکھیں لال سرخ منع کیا تھا ناں تمہیں ساحر نے اسے جھکادیا۔ اور پھر اس کی آنکھیں خالی ہونے لگی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑنے لگی وہ اپنے بید پر مردہ پڑی ہوئی تھی اس کے پاس کوئی بھی نہ تھا۔ ایک دلچسپ اور مثنوی خیز کہانی

ہرزہ امید سے خوشبو نکل آئے
توہائی کے صحرا میں اگر تو نکل آئے
کیسا لگے اس بار اگر موسم گل میں
نتلی کا بدن اوڑھ کے جگنو نکل آئے
پھر عدل کی زنجیر ہلا دی ہے کسی نے
پھر وعدہ فردایہ ترازو نکل آئے
پھر دن تیری یادوں کی منڈیوں پر گزارا
پھر شام ہوئی آنکھ سے آنسو نکل آئے
پھر دل نے کیا ترک تعلق کا ارادہ
پھر تجھ سے ملاقات کے پہلو نکل آئے
اوسے نیلی یہ کیا لکھ رہی ہے۔ ابھی میں یہاں
تک ہی پہنچی تھی کہ نازیہ آگئی۔
اب تم آگئی ہو تو کہاں لکھ پاؤں گی
واہ کیا غزل ہے بلے بلے۔ اس نے کاغذ
میرے ہاتھ سے پھینچے۔ دیے انیلہ اگر کاغذ آنا کچھ دیر
کے لیے بند ہو جائیں تو تیرے جیسوں کا کیا بنے گا۔
اس نے تیرے جیسوں پر اچھا خاصا زور دیا۔
یہ بونگے سول تیرے ہی دماغ میں آسکتے ہیں
جا جا کے کام کرانا۔ میں نے جان چھڑوائی چاہی مگر وہ



کرداروں میں۔

شانزے کیا کر رہی ہو رابعہ اسے ڈھونڈ رہی تھی ایک منٹ راجیل میں تم سے پھر بات کرنی ہوں یہ کہہ کر اس نے کال منقطع کر دی اتنے میں رابعہ بھی سر پہنچ گئی۔

ہم سب پاگل ہیں جو تمہارا نام لکھوا بیٹھے ہیں تمہیں ان عاشقوں سے ہی فرصت نہیں ہے رابعہ کو غصہ چڑھ گیا۔

ادھر پار کیا ہو گیا ہے چلو وہ اپنے بالوں کو بڑبڑا باندھتی ہوئی آگے چلتی گئی۔ باہر ساری ٹیم کھڑی تھی کالجز میں فٹنشن شروع تھے اس نے ہر بار حصہ لینا ہوتا تھا اور ہر بر جیتی تھی اب بھی اس نے بیت بازی میں حصہ لیا تھا رابعہ۔ عائشہ۔ رائمہ۔ سبھی اس کے ساتھ ہوتی تھیں مگر انہیں غصہ بہت چڑھتا تھا جب دیکھو کسی نہ کسی عاشق کو پھنسا رہی ہوئی ہے میڈم دل پھینک عائشہ ناک سکڑ کر کہتی اور شانزے ہنس دیتی۔ اور تو اور اس کی بے وفائی کے قائل صدیق اور عثمان بھی ہو گئے تھے یہ تھا چھ لوگوں کا گروپ جو کالج میں بہت ہی مشہور تھا شانزے ان سب کی جان بھی اور وہ بھی ان پر جان چھڑکتی تھی خوبصورت بھی تھی ذہین بھی تھی ہر مقابلہ جیت جاتی تھی مگر اس میں ایک سب سے بری عادت تھی وہ ایک نمبر کی فلرٹ تھی۔

کیا مسئلہ ہے۔

تمہارے مسئلوں سے مسئلہ ہے۔ عائشہ چیٹی۔

وہ میرا مسئلہ ہے تم اپنا مسئلہ بتاؤ۔ اطمینان دینی تھا تم دونوں کے مسئلوں نے ہمارے لیے مسائل بنا دیئے ہیں۔ صدیق نے لقمہ دیا۔

چلو پھر ان مسئلوں کو ٹھیکین میں جا کر حل کرتے ہیں عثمان نے کہا اور سب ہنستے ہوئے ٹھیکین کی طرف چل دیئے۔ مقابلہ ہوا اور اس گروپ نے جیت لیا ہر طرف واہ واہ ہونے لگی شانزے بہت خوش تھی ہر

طرف سے مبارک باد کا سلسلہ جاری تھا ڈاک کے ذریعے اس کے چاہنے والوں کے بہت سے کارڈز اور خطوط تھے۔ انہیں خطوں میں ایک کارڈ تھا جس پر عجیب طرح کی انگوٹھی کا اس نے کارڈ کو لٹا رکھتے ہوئے کاغذ پر اس کا پسندیدہ شعر رقم تھا۔ زندگی صرف محبت نہیں کچھ اور بھی ہے زلف و رخسار کی جنت نہیں کچھ اور بھی ہے بھوک و افلاس کی ماری ہوئی اس دنیا میں عشق ہی اک حقیقت نہیں کچھ اور بھی ہے نیچے کوئی نام یہ نہیں تھا وہی انگوٹھی کا نشان تھا کچھ دن وہ کارڈ اس کے لیے معمہ بنا رہا مگر پھر اس کے ذہن سے محو ہو گیا۔

اینیل جی یہ کیا ہے۔ نازیہ پھر بول اٹھی

یار چیپ بیٹھ بس دیکھ آگے آگے کیا ہوتا ہے میں نے کہا بی سوچتے ہوئے کہا۔

بی سی ڈی۔ وہ پھر منہ بناتے ہوئے کہنے لگی۔ سچ میں تجھے ہر وقت تنگ کرتی ہوں میں نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔ لاجول دلا قوتہ آگنی کا بلا وہ آگیا میں بڑبڑاتی ہوئی باہر چلی گئی کام مکمل کرنے کے بعد واپس آگئی تو پیر غائب تھے مانی بی بی ایک منٹ۔ ایک منٹ دیتا ہوں بس دیکھ لوں سلمان آگے بھاگتے ہوئے کہنے لگا دراصل ان کے ہاتھ کوئی چیز لگ جائے تو سمجھ لو واپس ملنا ناممکن۔ صفی الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد اس نے نہایت شرافت سے کاغذات میرے حوالے کر دیئے اور میں نے بھی تقریباً چھٹ پڑی تو ڈی دیر تک نازیہ اپنے گھر چلی گئی کزن صاحب اپنے کمپیوٹر پر مصروف تھے میں پھر اپنی کہانی میں الجھ گئی۔

کیا بات ہے شانزے یہ تم اتنا تیار ہو کر کہاں جا رہی ہو رائمہ اسے بڑی دیر سے ادھر ادھر

بھاگتے ہوئے دیکھ رہی تھی مگر وہاں پر بالکل خاموشی تھی ہاں ہلکی سی مسکراہٹ ضرور تھی۔ کچھ دیر بعد ملک فیک کا گلاس پڑے عائشہ ورا د ہوئی۔

یہ یو یار ہاں ہاں کر لو یہی بچا ہے۔ اس نے شانزے کو پکڑ لیا مگر اس نے گلاس عائشہ کو دے دیا تم پیو عائشہ بھی جھٹ پکڑ کر گلاس خالی کر دیا۔ کچھ دیر بعد شانزے میڈم کی تیاری مکمل ہوئی تو اس نے ایک شاپر پکڑا اور باہر جانے لگی۔

یار آخر کہاں دفع ہو رہی ہو اور یہ شاپر میں کیا ہے عائشہ جھجھلا گئی۔

جانم زندہ رہنے کے لیے ایک ملاقات ضروری ہے صنم اس نے عائشہ کو آنکھ مارتے ہوئے کہا تو اس کی سمجھ میں بات آگئی۔

اور یہ شاپر۔

وارڈن اسی مرض کی تو دعا ہے۔

شانزے ہنسی اور ہار نکل گئی۔

لعنت ہے اس بدبین پر رائمہ سر پکڑ کر کہنے لگی کچھ دیر بعد رابعہ بھی آگئی شام کے چھ بج رہے تھے اور پھر شانزے کہاں دفع ہو گئی ہے وہ بھی بڑبڑاتی ہوئی داخل ہوئی۔

ہائے راجیل کیسے ہو۔ مخصوص ٹیبل پر پہنچ کر اس نے راجیل سے ہاتھ ملایا اور بیٹھ گئی۔

کب سے انتظار کر رہا ہوں اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

ادھ چھڈ یار۔ پتہ تو ہے ان ڈانٹوں کو قاتل کر کے آتی ہوں وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگی راجیل بڑے اچھے گھر کا شریف لڑکا تھا اور سچ میں اس سے پیار کرتا تھا کچھ دیر اس کو امیدیں دلا سے دے کر شانزے ہوٹل واپس آگئی پانچ ماہ اور دس دن بعد وہ بازار گئی اور انگوٹھی دیکھتے ہوئے اس کی نظر ایک ڈیزائن پر گئی بڑے سے موتی والی ایک انگوٹھی پر اس کی نظر پڑی اس موتی پر دو آنکھیں بنی ہوئی تھی یکدم لرزا

دینے والی آنکھیں۔ یار عائشہ یہ انگوٹھی لے لو شانزے نے عائشہ سے کہا۔

ہاں۔ کون سی۔ لاجول دلا قوتہ تیرا دام چل گیا ہے اتنی خوفناک آنکھیں بنی ہوئی ہیں اس پر عائشہ کو اس کی چوٹیں پر غصہ چڑھ گیا

اچھا جاو تجھے پسند ہے وہ لے دے پر کوئی لے دے شانزے کا ذہن ابھی ابھی اسی میں اٹکا تھا۔ ہوٹل پہنچ کر عائشہ رائمہ اور رابعہ کو شاپنگ دکھاتی رہی مگر شانزے چیپ رہی کچھ دیر بعد رابعہ کا سیل بج اٹھا ہاں صدیق تحریریت۔

شانزے کہاں گئی تھی۔

وہ بازار سے کچھ شاپنگ کرنی تھی۔

تم سب اکٹھی جایا کرو اور ہمیں انعام کر کے جایا کرو صدیق کا لہجہ نصیحت والا تھا۔

جی اچھا کہہ کر رابعہ نے فون بند کر دیا سب کی سوالیہ نظریں اسی پر جمی تھیں وہ صدیق تھا کہتا شانزے کے ساتھ سب مل کر شاپنگ کرنے جایا کرو۔

اینیل ماموں کو کھانا دو۔

مر گئے۔ بڑی ممانی کی کڑک دار آواز گونجی میں وہیں سب کچھ چھوڑ کر باہر کو بھاگی اتنے میں میرا فیورٹ ماموں یعنی نک چڑھا جن اندر داخل ہوا وہ ہر وقت غصہ میں رہتا تھا اس لیے میں اسے تک چڑھا جن کہتی ہوں میں کھانے لینے چلی گئی اور اس نے میرے پیچہ ز پکڑ لے۔

ویلے کوئی ہو تم دی کر لیا کر۔ وہ خلاف معمول مسکرا کر کہنے لگے۔

شکراے ہے ابج اتھے دی مسکراہٹ دے پھل کھلے میرے لہجے میں شکوہ تھا۔

اچھا چل کوئی بات نہیں تو ایک شعر سنا پھر میں مسکراتا ہوا رہوں گا۔

شوت خور میں نے منہ بنایا تو ان ایک بلند

قہقہہ گونجا پھر مسکرا کر میں نے بھی شعر سنایا۔

کران کا ادب رکھا انہیں سننے سے لگا کر
یہ درد یہ تنہا سہاں مہمان ہیں محسن
جس چہرے کو دیکھوں تیرا پھرہ نظر آئے
ہم شہر کے لوگوں سے بھی انجان ہیں محسن

اچھا جی وہ پھر ہنسا۔ ان کا نام بھی یہی ہے ناں
خیر پھر وہ بھی چلے گئے اور میں پھر مصروف ہوئی۔ کالج
کے اکثر لڑکوں میں صرف شانزے کی وجہ سے جھگڑا
چلتا مگر اسے پھر بھی شرم نہیں آتی اور وہ مسکرا کر کہہ جاتی
تیری محفل میں ذکر ہمارا ہی ہوتا ہے

محبوتوں میں نہ ہی نفرتوں میں کبھی
شانزے کا بی اے مکمل ہو گیا اور پر اس نے
پڑھنا چھوڑ دیا اس کے بہت سے رشتے آنے لگے مگر
اسے اس سب سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ایک شام اس
کی امی نے رابعہ سے کہا۔

اس سے پوچھ کہ اس کا ایڈیل کون ہے یا اسے
کوئی پسند بھی ہے یا نہیں۔

شانزے سے یار آخر شادی تو کرنے ہی ہے ناں بتاؤ کس
سے کروانی ہے اب تو آئی بھی اتنی پریشان ہوتی ہیں
۔ رابعہ یار بات اتنی ہے کہ حسن کو اتنا انجوائے کیا ہے
میں نے کہ اب کوئی خواہش نہیں دل میں خوبصورت
ہو نہ ہو امی سے کہہ کوئی بھی پسند کر لیں جو انہیں اچھا
لگے یہ انتخاب کا مسئلہ تو تم پار سالوگوں کو اچھا لگتا ہے
اس کا اندازہ خاصا دل جلانے والا تھا اس کی امی نے
اس کا جواب سن کر ایک خاندان میں بات چلا دی لڑکا
بھی اچھا تھا خوبصورت بھی تھا اور بہت سمجھدار بھی تھا
شانزے نے تصویر وغیرہ دیکھنے کی کوئی ضرورت
محسوس نہ کی بلکہ اس کے گرد پفلو کافی کا میٹھس
تھے کہ آخر کیسا ہے ان کا بہنوئی۔

انبلہ آج اسے کی مودی لگی ہوئی ہے آئی کی
آواز آئی تو میں سب کچھ چھوڑ کر بیوی کے آگے بیٹھ

گئی بھلا اسے دیو گرن کی فلم ہو اور میں ایک منٹ بھی
ادھر ادھر ہو جاؤں ہوا ہی نہیں سکتا۔ کچھ دیر بعد سلمان
آگیا بی بی کی فلم لگائی ہوئی ہے میں نے آجاد کچھ لے
وہ سنی دیول کو ہم سب بچہ کہتے ہیں اتفاق سے مجھے وہ
بھی پسند ہے نہیں اب جس کی لگی ہوئی ہے مجھے وہ بھی
کافی ہے اور میں بڑی تندہی سے فلم دیکھنے لگی۔ چل
یار کہانی ختم کروں میں نے پین پکڑا تو اس نے لکھنے
سے انکار کر دیا۔

امی میری سیاہی کدھر ہے میں چلائی۔
پتہ نہیں ایک تو تیری سیاہی سے میں بڑی تنگ
ہوں امی کو پہلے ہی غصہ چڑھا ہوا تھا مجھ پر نکل
گیا۔ آکر پھر سیاہی ڈھونڈ کر بھری اور پھر لکھنے بیٹھ گئی۔

آخر شانزے کی شادی ہو گئی اس کے دوستوں
نے جی بھر کے ارمان نکالے سب نے لکھنے دیے
شانزے نے یونہی نظر اٹھائی تو سامنے ایک شخص نظر آیا
اس کے ہاتھوں میں ایک گفٹ تھا شانزے کی نظر اس
کے چہرے پر گئی لال سرخ آنکھیں جو مسکراتی ہوئی
بڑی خوبصورت لگ رہی تھیں اس کی آنکھوں میں کارڈ
اور انگوٹھی والا منظر گھوم گیا مگر پھر اس نے سر جھٹک دیا
وہ اپنی شادی سے بہت خوش تھی کچھ دیر بعد کمرے میں
وہ جا رہی تھی وہ بار بار کے ساتھ کئی شخص شانزے
کو کچھ یاد آیا تو پوچھا۔

عائشہ گفٹ کہاں ہیں جو مجھے ملے ہیں۔
وہ تیری نند کو پتہ ہیں اسکی گاڑی میں تھے عائشہ
نے اسے بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

ہیلو تو منہ لڑکا کیوں کھڑی ہے رابعہ نے آئمہ
سے کہا۔ اف بیچارہ راحیل اسے سوچ رہی ہوں کیا
حال ہوگا اس کا آئمہ نے آہ بھری تو رابعہ بولی۔

یہاں پتہ نہیں کتنوں کا کیا حال ہوگا سفیان
نعمان احمد عثمان اور خیر سے آج سے نیا۔

لو اسے کیا مسئلہ جو بھی ہے میں جیسی کنواری پیدا

ہوئی ہوں ویسی کی ویسی مل رہی ہوں جتنا کو ہو نہ۔
اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

انفوس ہو رہا ہے اب کنواریں یہ عائشہ کو غصہ
آگیا۔ اوجاؤ اوئے سوؤ جا کے شانزے نے ہاتھ
جوڑے دراصل وہ اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی
آخر پھر ارمغان حیدر نے تشریف آوری کی تو وہ تینوں
نکل گئیں مگر شوخ فقرے اچھا لانا بھولیں کافی شریر
ہیں انہوں نے مہنی کو اپنے خوبصورت ہونٹوں
میں مقید کیا اور بیڈ کی طرف بڑھ گئے۔

اگلی صبح شانزے نے اٹھتے ہی لکھنے کو چیک کیا
اسے رات ٹھیک سے نیند بھی نہیں آئی تھی اس کی نند
نے سارے لکھنے اٹھا کر اس کے ڈریسنگ روم میں
رکھ دیئے تھے ارمغان ابھی سو رہے تھے چھانٹ
کرنے کے بعد اسے وہ پھول مل گئے ان کے اندر
ایک کارڈ تھا بہت پیارا خوشبو میں بسا ہوا شانزے نے
کھول کر دیکھا تو لکھا تھا تم ایک بیوی ہو یا رکھنا اب
بہنکلی کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔ نیچے وہی انگوٹھی
والی آنکھیں تھیں شانزے پریشان ہوئی اس نے
جلدی سے خط ملے کیا اور اپنے بیڈ بیگ میں ڈالا پھر
ارمغان بھی اٹھ گئے گھر میں چہل پہل شروع ہو گئی تھی
پھر ولیمہ کی رسم ادا ہوئی۔ شانزے تیار ہوئی دوسرے
دن زیادہ پیاری لگ رہی تھی شام ٹائم شانزے کے
بیکے والے اسے لے گئے۔

نہیں چاہیے مجھ کو تیری سیکنڈ ہینڈ جوانی سلمان
میرے سامنے بیٹھ کر یہ گانا سننے لگا مانی یہ تھرڈ قسم کے
گانے کم از کم میرے سامنے نہ سنا کر میں نے کتنی برکھا
ہے میں نے غصے سے کہا۔

تجھے تو وہ پسند ہیں وہ جن کو سنکر رونا آجاتا ہے
اس نے غمی بدلے اتارا تیرے اس پسندیدہ رائٹر کا کیا
حال ہے اندازہ حاصل دل جلانے والا تھا۔

کون میں نے آنکھیں نکالیں۔
وہی عمران وہ زور سے ہنسا۔ میں نے اسے فون
کر کے پوچھا آج کل کہاں ہوتے ہو کہنے لگا دنیا میں
ہی لعنت ہے پہلے کون سا تم جہنم میں نکلیں گے ہوتے ہو
سلمان نے منہ بنایا تو تیری مہنی چھوٹ گئی۔

شانزے کے سسرال والے بہت اچھے لوگ
ثابت ہوئے خاص کر اس کا شوہر بہت اچھا تھا۔ شاہ
سوار اس کا چھوٹا دیور کچھ زیادہ چھوٹا بھی نہیں تھا
شانزے اپنی عادت سے مجبور ہوئی اور وہ اپنے شوق
سے ان کی شادی کو ابھی چھ ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ
شانزے کا دل ارمغان سے اچاٹ ہو گیا اس قلیل
عرصہ میں وہ اس کا رڈ کو بھول گئی تھی شاہ سوار کو بھی
شانزے بھابھی کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا تھا یہ
معاذ فون کا لڑکا نہیں تھا ہر وقت وہ سامنے رہتے تھے
پہلی بار شانزے کا تعلق جنسی ہو گیا۔ اور پھر تو وہ
ارمغان کو اور زیادہ نظر انداز کرنے لگی ارمغان بھی
کوئی بچہ نہ تھا رفتہ رفتہ وہ سب کھیل بھگتے لگا۔ اور پھر
ایک دن اس نے آنکھوں سے ایک بچہ کو دیکھ لیا
اور ایک کڑاچ اس کا بھائی۔ سا بھائی اس کی بیوی اپنی
منکوحہ۔ اس کا بھائی۔ بیوی۔ اسے لگا جیسے وہ ابھی
مر جائے گا ذہن دول مانے سے انکاری تھے زمین
اپنے محور کے گرد اور تیزی سے گھومنے لگی وہ غصہ غم
اور حیرت کے تاثرات کے ساتھ گھر سے باہر نکل گیا
ساحر کے گھر پہنچ کر وہ اس کے گلے لگ گیا اور اس
شدت سے رویا کہ خود ساحر بھی ڈر گیا۔

یار ارباب یار کیا ہوا ہے۔ کچھ دیر بعد اس کے آنسو
تھے تو وہ دوسری چیز کو دیکھتے ہوئے بولا۔
اچھے لوگوں ہر روز وکھرا جسم چائی داے۔

(یہاں لوگوں کو نئے نئے جسم چاہیں) جذبات میں
بہنے والے سوئی نہیں پیسوں سے بہنے والے آنسو
چاہیں۔ یار یہ دنیا ایسی کیوں ہوتی ہے اگر دنیا ایسی

ہوتی ہے تو ہم لوگ ایسے کیوں ہوتے ہیں ساحر کو پتہ تھا اس کے ساتھ کیا ہوا ہے اس کی آنکھیں غصے سے بند ہوئیں پھر کھلیں تو بالکل لال سرخ تھیں سحر زدہ خوبصورت آنکھیں وہ ارمغان کے گلے لگ گیا۔ پھر ارمغان نے خود کشی کر لی ہاں وہ مر گیا یہ ظالم اور بے وفادار چھوڑ کر۔ ساحر اپنا وقت سوچنے لگا ایک زمانہ بنایا تھا اس نے دنیا میں اس نے عہد کیا تھا کہ بے وفاؤں کو ختم کر دے مگر وہ خود کو ختم ہوتا ہوا محسوس کرنے لگا مگر بے وفائی ختم نہ ہو سکی۔

آشا میں تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ تم اگر پینٹس کرنے بیٹھو تو تمہیں صدیاں لگ جائیں مگر پھر بھی تمہارا پیمانہ خالی رہے ساحر شدت جذبات سے اسے بازوؤں میں بھر لیتا۔ اور وہ ہنس دیتی اس کے جذبے سے ڈر کر۔

بس آشا بھی مجھ سے بے وفائی مت کرنا بے شک مجھے اپنے ہاتھوں سے ختم کر دینا۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے گلے پر رکھ کر کہتا تو آشا پریشان ہی ہو جاتی ان کی محبت پر وہ ان چڑھتی رہی ساری ہستی کو پتہ تھا مگر محبت تو محبت ہوتی ہے حاسد لوگ بھی بہت ہوتے ہیں پھر یہ نہیں کیا ہوا اس کی آشا بدل گئی ہاں وہ اس دیوانے کو چھوڑ کر کسی بھنورے میں الجھ گئی۔ اور پھر ساحر کی ساری محبت سارے جذبے اور ساری شدتیں نفرت بن کر اس کی آنکھوں سے برسنے لگیں۔ اس نے کوئی سوال جواب نہیں کیا اور پاس بھاگی کیا تھا سوال جواب کے لیے ایک جوش تھا اس کے ذہن ددل میں جس نے اس سے عقل حواس سب کچھ چھین لیا تھا ساحر نے آشا کا دل کر دیا بہت بے دردی سے ساحر کیا بات ہے آشا کی خوفزدہ سی آواز ابھری پورے گھر میں وہ دونوں اکیلے تھے آج اسے ساحر عجیب سا دکھ رہا تھا ساحر نے مسکرا کر اسے اپنے بازوؤں میں لپیٹا تو آشا اس کی وارفتگی سے مزید گھبرا گئی ساحر بیڑ پر بیٹھا تھا اور وہ اس

کی گود میں سر رکھنے لپٹی ہوئی تھی۔

بہت خوبصورت ہوتی ہے میں جب جب تمہیں دیکھتا ہوں میں ساری دنیا بھول جاتا ہوں اس کا سر بالکل اس کے سر سے مٹ ہو رہا تھا اور آشا حیران پریشان اس نے ساحر کو دیکھ رہی تھی۔

تم نے مجھے بھلا دیا تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ یہ بے وفائی کیوں کی تم نے۔ اس کے سر سراتے لہجے سے آشا کا ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا پھر اسی طرح ساحر نے چپکے سے خنجر اٹھایا اور دسے تک اس کے پیٹ میں گھونپ دیا خود اس نے اپنے ہاتھوں کو اس کے ہونٹوں میں تالے جانی کی طرح پھنسا دیا اس وجہ سے اس کی چیخ بہت گھنی گھنی نکلی آشا نے تڑپتے تڑپتے اس کی گود میں جان دے دی ساحر نے اس ٹھنڈے وجود کو دیکھا اور اونچی اونچی رونے لگا۔ روتے روتے وہ دیوانگی کی حالت میں پھر اسے دیکھنے لگا پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھا وہی خنجر نکالا اور پوری قوت سے اپنے پیٹ میں گھسا دیا اس کے دنیاوی وجود کے اندر سے ایک ابدی ساحر نکلا میں اس دنیا سے بے وفاؤں کا نام و نشان مٹا دوں گا ساحر کی روح نے اپنے اور آشا کے جسم کو دیکھا اور مکان سے باہر نکل آیا کئی صدیاں جیتی مگر وہ ساحر وہی رہا بہت بے وفاؤں کا کل ہوا اس کے ہاتھوں۔

اس کو فرصت ہی نہیں وقت نکالے محسن ایسے ہوتے ہیں بھلا جانے والے محسن باد کے دشت میں پھرتا ہوں ننگے پاؤں دیکھ تو آکے بھی پاؤں میں جھانے محسن کھوئی صبح کی امید اور اب لگتا ہے ہم نہیں ہوں گے کہ جب ہوں گے اچانک محسن حاکم وقت کہاں میں کہاں عدل کہاں کیوں نہ خلقت کی زباں پر لگائیں تالے محسن وہ جو اک شخص متاع دل و جان تھا نہ رہا اب بھلا کون میرے درد سنبھالے محسن

شانزے بالکل چپ سکتے کی کیفیت لیے ارمغان کی لاش کو دیکھ رہی تھی زبان پر تالے تھے اور دور کہیں ذہنوں میں بھی جا لے لگ گئے تھے اس کے مرنے کے کچھ دن بعد جب وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ آہٹ پر چلتی سامنے ایک نوجوان لڑکا کھڑا تھا۔

کون ہو تم۔ وہ خالی ذہن کے ساتھ بولی۔ فرشتہ۔ موت کا فرشتہ۔ جو فرشتے تم جیسے لوگوں کے ہاتھوں مرجائیں میں ان کا فرشتہ ہوں ساحر نے اپنے ہاتھ اسکے گلے کے گرد رکھے شانزے نے اس کی آنکھیں دیکھیں وہی آنکھیں لال سرخ منع کیا تھا ناں تمہیں ساحر نے اسے جھٹکا دیا۔ اور پھر اس کی آنکھیں خالی ہونے لگی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑنے لگی وہ اپنے بیڈ پر مردہ پڑی ہوئی تھی اس کے پاس کوئی بھی نہ تھا۔

صرف چھ دن بعد ایک ہی گھر سے دوسرا جنازہ نکلا تھا اسکی سب دوستیں حیران پریشان کھڑی تھیں اور شاہ سوار اس کا بھی دل کر رہا تھا کہ کوئی اور ہی آکر اس کا قتل کر جائے کیسا ہوتا ہے یہ نفس بھینٹ لینے والا اور کچھ بھی نہ دینے والا۔ ساحر چلا گیا اپنے اللہ کی طرف لوٹ گیا وہ جان چکا تھا یہ دنیا نفس کی بھوک ہے یہاں بس چند لوگ بھی رہ جائیں تو وہ بھی عبرت نہیں پکڑیں گے اس نے خدا سے معافی مانگی اور چلا گیا۔

اچھا کہانی بڑھ کر اب سلمان نازیہ خالہ اس کا پوسٹ مارٹم کر رہی تھیں یہ کہانی تو تیری ہے نہیں اچھی ہی ہے اس تک چڑے کو پسند نہیں آئے کی سلمان کا اشارہ واضح طور پر وارث آصف کی طرف تھا اور وہ تو ماننا بھی نہیں کہ انیلہ کا کوئی وجود بھی ہے یا نہیں نازیہ نے بھی بات میں حصہ ڈالا البتہ خالہ چپ کر کے

ہماری باتیں سنتی رہیں اور ہلکا ہلکا مسکراتی رہیں انیلہ تم وارث سے بات کر لو شاید اسے یقین آجائے مشورہ نازیہ کی طرف سے تھا میں اتنے سارے عرصہ میں بالکل چپ لپٹی ہوئی تھی۔

اوپر کچھ پھوٹ بھی۔ دونوں نے ہی مجھے گھورا اس سے پہلے میں کچھ کہتی سلمان کو بلاؤ آیا اور وہ باہر بھاگ گیا۔

انیلہ یا کہانی اچھی ہے تیری۔ نازیہ نے مجھے یقین دلایا۔

اچھا یعنی کروادوں شائع تنقید سننے کے لیے میں نے ہولے سے کہا اور تنقید بھی اتنے لوگوں کی اللہ میں ایک بار اٹھ کر بیٹھی پھر لیٹ گئی۔

قارئین کرام میرے پرتھوڑے سارحہ کیجئے گا کہانی تو میں نے لکھ دی ہے ساحر کا بخاری اب بھی مجھے چھوڑنے کی بات نہ کرنا اچھا کہانی ہو اس لیے رعب دکھائی ہو اور وارث شبنم۔ یا سمین۔ شعیب شیرازی۔ اور اسٹیلی راہی خان آپ سب لوگ ہوتو میں انشاء اللہ مزید بھی لکھوں گی کیونکہ۔

اس زمانے میں دوستوں کا خلوص جس نے دیکھا نصیب سے دیکھا وہ تو بالکل وفا سے عاری تھے ہم نے جن کو قریب سے دیکھا

غزل

باگل لڑکی تھی انسانوں کی اس بستی میں آگ باگل لڑکی رہتی تھی لب پہ چپ کی مہر تھی خود سے باتیں کرتی ہے مبر جب اس کا ٹوٹا ہے آنکھ سے ندیا بہتی ہے خوف کے سائے میں پٹی آہٹ سے بھی ڈرتی ہے آنکھ میں بھر کے آنسو وہ روز یہ مجھ سے کہتی ہے میں کب تلک جی پاؤں گی یا تنہا ہی مر جاؤں گی (ملک علی رضا فیصل آباد)

خوابوں کی دشمن

--- تحریر: انجم عاصم ملک - میانوالی - 0303.7954320 ---

وہ بلا ان دونوں کو سرخ آنکھوں سے گھورنے لگی اور اسکے منہ سے قہقہے ابھرنے لگے ہاہا۔ آگے تم مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے دیکھو ان کی طرف جن کو میں ایک لمحہ سے مل ہی مار ڈالا ہے اور اس دن تو بیچ گیا تھا لیکن آج تو نہیں بیچ سکے گا۔ وہ بولتی جا رہی تھی جبکہ نعمان نے جیب میں ہاتھ ڈال لیا تھا اور تیزاب کی بوتل باہر نکال کر اس کا ڈھکن کھول دیا تھا ڈھکن کھولتے ہی اس نے تیزاب بلا پر پھینک دیا لیکن وہ اڑتے ہوئے دوسری طرف ہو گئی۔ اس الکحل کی چند بوندیں بلا پر پڑی تھیں انہی قطروں کی وجہ سے ہی وہ جھپٹنے لگی تھی۔ اور ساتھ ساتھ وہ دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے گھور بھی رہی تھی اس نے یکدم نعمان پر حملہ کر دیا لیکن وہ اس کے حملہ کے لیے پہلے سے تیار تھا اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کا تیزاب اس پر پھینک دیا اور وہ ایک مرتبہ پھر ترپنے لگی اور تیزی کے ساتھ اس نے ہٹاپو پر حملہ کر دیا۔ ہٹاپو اس کے حملہ سے بیچ نہ سکا وہ اسکے قابو میں آگیا اور ایک منٹ سے پہلے ہی اس نے ہٹاپو کو مار ڈالا نعمان نے بہت کوشش کی کہ وہ اس کی گرفت سے نکل سکے لیکن اس کی کوشش بیکار رہی۔ وہ اس کو بچا نہ سکا اس کو اپنے دوست کی موت کا بہت ہی دکھ ہوا لیکن اس وقت اس کو اپنی جان کا بھی خطرہ تھا کیونکہ اسکو مارنے کے بعد وہ نعمان کی طرف بڑھنے والی تھی کہ یکدم وہ بزرگ بابا درمیان میں آگئے اسکے ہاتھ میں پانی کا ایک گلاس تھا جس پر انہوں نے کچھ پڑھ کر پھونکا اور نعمان سے کہا۔ بیٹا یہ لو پانی تم اس پر پھینک دو۔ ایسا میں بھی کر سکتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کو تمہارے ہاتھوں مرنا ہو دیکھو کیونکہ اس نے تمہارا تیزاب والا حربہ ناکام کر دیا ہے اور اب یہ پانی والا حربہ ناکام نہیں ہوگا۔ اتنا کہہ کر انہوں نے وہ گلاس نعمان کے ہاتھوں میں پکڑا دیا۔ بلا جو نعمان کی طرف بڑھ رہی تھی ساتھ ساتھ وہ جل بھی رہی تھی لیکن اس کے باوجود بھی اسکے اندر طلسمی طاقت موجود تھی۔ وہ جونہی نعمان کے پاس پہنچی تو نعمان نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پانی کا پورا گلاس اس پر انڈیل دیا پانی اس پر پڑتے ہی وہ ترپنے لگی اس کے پورے جسم کو آگ لگ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جل کر راکھ ہو گئی وہ خود حیران تھا کہ پانی میں کتنا اثر ہے کہ اس نے ایک منٹ میں وہ کام کر دیا جو تیزاب بھی نہ کر سکتا تھا۔ یہ سب کلام کی برکت تھی جو بزرگ نے اس پر پڑھ کر پھونکا تھا۔ اس کے مرتے ہی نعمان بھاگتا ہوا ہٹاپو کی طرف بھاگا اور اس کو ہاتھوں میں لے کر رونے لگا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

نعمان ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا ایک دن وہ

میرا نام ہٹاپو ہے اور تمہارا نام تو نعمان بولا میرا نام

درخت تھا جس کے اوپر ایک لڑکا بیٹھا مسکرا رہا تھا

نعمان اس کے قریب پہنچا تو وہی لڑکا اٹھا اور نعمان

سے بولا۔

جنوری 2014

خونفاک ڈائجسٹ 168

خوابوں کی دشمن

نعمان ہے۔

پھر حیرتی میری دوستی پکی۔ شاپو نے کہا۔

ہاں پکی۔ نعمان نے بھی ہاتھ ملاتے ہوئے کہا
چلو اب نہانے چلیں۔ وہ بولا۔

لیکن مجھے سکول سے دیر ہو جائے گی۔

نہیں ہوتی ابھی بہت ٹائم بڑا ہوا ہے اس نے
کہا اور نعمان کو ساتھ لے کر نہر کنارے چلا گیا
اور جاتے ہی اس نے نہر میں چھلانگ لگا اور نعمان
کو ایسے لگا جیسے وہ ڈوب گیا ہو کیونکہ وہ پانی سے باہر
نہیں آ رہا تھا وہ پریشان ہو گیا لیکن جب اس نے اس
کے سر کو ابھرتے ہوئے دیکھا تو اس کو سکون مل گیا وہ
حیران ہو رہا تھا کہ اتنی بڑی ڈبکی اس نے آج تک نہ
لگائی ہے اور نہ ہی کسی کو لگاتے ہوئے دیکھا ہے بہرہ
اس سے بولا

یار مجھے سکول سے دیر ہو گئی ہے جب چھٹی ہوگی
تب کھیلیں گے اوکے ہائے۔ اتنا کہہ کر نعمان چلا گیا
اور پھر نعمان کا معمول بن گیا کہ وہ روزانہ سکول سے
واپسی پر شاپو سے کھیلنا درحقیقت شاپو ایک جن کا بچہ تھا
ایک دن جب نعمان سکول سے واپس آ رہا تھا تو
راستے میں ایک بڑھیا ملی اس کا سامان کافی وزنی تھا
اس نے مدد کے لیے پکارا تو نعمان اسکی مدد کے لیے
چل پڑا اور اس کا سامان اٹھایا اور بڑھیا کو اس کے
ٹھکانے پر پہنچا دیا بڑھیا نے نعمان کو بہت دعائیں
دیں پھر نعمان شاپو کی طرف چل پڑا اور شاپو نعمان کا
انتظار کر رہا تھا اور انتظار کرتے کرتے ٹھک گیا
اور سوچا کہ شاید آج نعمان کو کوئی کام پڑ گیا ہو گا اس
لیے ابھی تک وہ یہاں نہیں آیا یہ سوچ کر شاپو ہوا
میں اڑنے لگا اچانک نعمان بھی وہاں آ نکلا اور اس
نے شاپو کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھ لیا۔ اور خوف
وجہ انکی کے عالم میں وہیں پر رک گیا شاپو نے بھی
نعمان کو دیکھ لیا۔

نعمان میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ میں ایک جن

کا بچہ ہوں میں کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا لیکن میں نے
سوچا کہ اگر یہ باتیں میں تمہیں بتاؤں گا تو تم ناراض
ہو جاؤ گے ابھی لیے میں نے اپنی اصلیت تم سے
چھپائی ہوئی تھی جب کہ اب تم میری اصلیت سے
واقف ہو گئے ہو تو اب تمہاری مرضی ہے کہ مجھ سے
کھیلو گے یا نہیں۔ نعمان بولا۔

کھیلوں گا لیکن میری ایک شرط ہوگی۔

وہ کیا۔ وہ جلدی سے بولا۔

وہ یہ کہ میں بھی تمہاری طرح ہوا میں اڑنا چاہتا
ہوں۔ یہ سن کر وہ مسکرا دیا۔ اور بولا۔

آؤ میں تمہیں ابھی ہواؤں میں اڑاتا ہوں اتنا
کہہ کر اس نے نعمان کو اٹھایا اور ہوا میں اڑنے لگا وہ
بہت خوش تھا ہر کوئی اسے اڑتا ہوا دیکھ رہا تھا لیکن سب
کو نعمان اکیلا ہی اڑتا ہوا نظر آ رہا تھا وہ جن کا بچہ
دکھائی نہ دے رہا تھا اس کے دوستوں نے بھی اس کو
دیکھ لیا۔ نعمان بولا۔

مجھے نہیں نیچے اتار دو۔ وہ دیکھو میرے دوست
کھڑے ہیں میں ان کو بتانا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر شاپو
نے نعمان کو نیچے اتار دیا تو وہ اپنے دوستوں کے پاس
کھڑا ہو گیا۔

تم ہوا میں کیسے اڑ رہے تھے ایک دوست نے
پوچھا۔ تو نعمان بولا۔

میرا ایک دوست جن ہے شاپو میں اس کے
ساتھ کھیل رہا تھا اور پھر اس کے ساتھ اڑنے لگا یہ سن
کر اس کے دوست اس سے ڈرنے لگے۔ ایک دن
نعمان نے شاپو سے پوچھا۔

تمہارا گھر کہاں ہے۔

میرا گھر۔ وہ اس کے طرف دیکھتے ہوئے بولا
میرا گھر طلسمی دنیا میں ہے جسے پرستان کہتے ہیں۔
پرستان کا نام سن کر نعمان کا دل چاہنے لگا کہ وہ پرستان
کو دیکھے تو اس نے کہہ ہی دیا۔

مجھے بھی تمہارا گھر دیکھنا ہے پرستان دیکھنا ہے۔

نہیں دوست تم پرستان کو نہیں دیکھ پاؤ گے۔
پلیز مجھے تمہارا پرستان دیکھنا ہے۔۔۔ نعمان ضد
کرنے لگا تو وہ بولا۔

ٹھیک ہے۔ میں تم کو پرستان لے چلوں گا لیکن
میری ایک شرط ہوگی۔

وہ کیا۔ نعمان جلدی سے بولا۔

وہ یہ کہ تم جب سو جاؤ گے تب میں تم کو تمہارے
خوابوں میں پرستان لے چلوں گا۔

ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ وہ جلدی سے بولا۔

وہ جن کا بچہ غائب ہو گیا تو نعمان جلدی سے گھر
آیا اور کھانا کھا کر جلدی سونے کی کوشش کرنے لگا اس
نے اپنی امی سے کہہ دیا۔

امی جان صبح اتوار ہے اور سکول سے چھٹی ہے
میں سونے لگا ہوں مجھے صبح جلدی نہ چگانا میں دیر تک
سونا چاہتا ہوں۔

ٹھیک ہے بیٹا جاؤ جا کر سو جاؤ۔ یہ سن کر نعمان
اپنے کمرے میں چلا گیا اور سونے لگا۔ لیکن نیند بھی کہ
کوسوں دور تھی لیکن پھر وہ آگئی اس کے سوتے ہی اس
کو خواب دکھائی دیا نعمان نے دیکھا کہ شاپو اس کے
پاس آیا ہے اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ہے اور پھر وہ
دونوں ہواؤں میں اڑنے لگے اور اس قدر آسمان کی
بلندیوں تک چلے گئے کہ ان کو ستارے بھی قریب ہی
دکھائی دینے لگے نعمان بہت خوش تھا کافی دیر وہ
ہواؤں میں ہی اڑتے رہے پھر اس کو ایک طلسمی دنیا
دکھائی دی وہ دونوں وہاں اتر گئے وہاں ہر طرف موسم
کافی خوشگوار تھا ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا خوبصورت
ارخت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں وہاں پر
جن بڑے عجیب لگ رہے تھے اور حیرت بھری
ظہروں سے نعمان کو تک رہے تھے اچانک ہر طرف
نور برپا ہو گیا۔
شاپو یہ کیسی آوازیں ہیں نعمان نے ڈرتے
ہوئے پوچھا۔ تو شاپو نے کہا۔

ہماری دنیا میں ایک بلا رہتی ہے جو ہر ماہ بعد
بے شمار جنوں کو مار کر کھا جاتی ہے ابھی شاپو نے اتنا ہی
کہا تھا کہ وہ بلا وہاں سے ایک دم نکل اور ان کی طرف
بڑھنے لگی اور نعمان کو دیکھ کر بولی۔

تو تو مجھے آدم زاد دکھائی دیتا ہے تمہیں تو میں کبھی
بھی نہیں چھوڑوں گی تمہارا گوشت بڑا لذیذ ہو گا باہا۔
یہ کہہ کر اس نے نعمان کو پکڑ لیا نعمان نے اپنے آپ کو
اس بلا سے چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن بے سود
اچانک شاپو نے کوئی بھاری چیز اٹھائی اور اس کے سر
پر دے ماری بلا وہی لڑکھڑانے لگی شاپو نے نعمان کا
ہاتھ پکڑا اور تیزی سے زمین کی طرف نیچے آنا شروع
کر دیا۔ اور صبح ہو گئی نعمان کے گھر والے نعمان کو
اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن نعمان نہ اٹھ سکا
شاپو نے نعمان کو کہا۔

تمہارے گھر والے تمہیں اٹھا رہے ہیں۔

پھر شاپو بہت تیز رفتار سے زمین کی طرف آیا
بالآخر نعمان اٹھ گیا نعمان نے گھر والوں کو تمام ماجرہ
سچ سچ بتا دیا تو وہ سب ہنس پڑے اور بولے۔

بیٹا یہ سب خواب ہے کوئی بھی نعمان کی باتوں پر
یقین نہیں کرتا تھا نعمان کا ایک دوست تھا جس کا نام
عبداللہ تھا وہ بولا۔

یار میں نے تمہیں شاپو جن کے ساتھ ہوا
میں اڑتے ہوئے دیکھا تھا میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں
میرا ایک انگل سائیکل جو جسٹ کے پاس پہنچے انہوں
نے مدد کا وعدہ کیا اور کہا۔

بیٹا یہ لواہیک دو اس کو اس بلا پر چھڑک دینا وہ
وہیں مرجائے گی اس میں تیزاب ملا جو مٹل ہے اسے
اپنے پاس رکھ کر سونا نعمان نے شکریہ ادا کیا اور گھر کی
طرف چل پڑا راستے میں اسے ایک بزرگ ملے
نعمان نے ان کو بھی اپنی داستان سنا دی تو وہ بولے
۔ بیٹا میں تمہاری ہر طرح سے مدد کروں گا نعمان جیسے
ہی اس ہنر کے پاس آیا تو وہاں شاپو کھڑا تھا اس کی

آنکھوں میں آنسو تھے وہ بولا۔

میرے دوست مجھے ابھی اپنی دنیا میں جانا ہوگا اس کے بعد شاید ہم پھر نہ مل سکیں نعمان نے کہا۔

نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا میرے پاس ایک دوائی ہے اگر یہ دوائی اس بلا کے اوپر گرا دی جائے تو اس کو آگ لگ جائے گی وہ وہیں پر دھیز ہو جائے گی۔ شفا بولا۔

میں تمہیں کسی بھی خطرے میں نہیں رکھ سکتا۔

دوست بھی کہتے ہو اور انجان بھی ہوتے ہو ارے میں نے تو تمہارے لیے اپنی جان گنوانے کا سوچا تھا لیکن تم ہی بیگانے ہو رہے ہو یہ سن کر شفا پوکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

چلو ٹھیک ہے تم اب گھر جا کر سونے کی کوشش کرو میں تمہیں خوابوں میں لے جاؤں گا یہ سن کر نعمان بولا۔

بہت شکریہ دوست۔ میں جلد سونے کی کوشش کروں گا اتنا کہہ کر وہ گھر کی طرف چل دیا جبکہ وہ غائب ہو گیا۔ اسے اب رات ہونے کا انتظار تھا کہ کب رات ہو اور کب وہ شفا پو کے ساتھ اس کے دیش میں جائے اور اس بلا کو ختم کرے بس ایسی ہی سوچیں وہ سوچتا رہا اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رات ہونے لگی تو وہ کھانا کھانے کے بعد سونے کی کوشش کرنے لگا اور پھر جلد ہی وہ سو گیا۔ اس نے وہ تیزاب والا انکول اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔ ابھی وہ سویا ہی تھا کہ شفا پو اس کے خواب میں آ گیا اور کہا۔ چلو آؤ میرے دوست تم کو میں اپنے دیش میں لے چلتا ہوں۔

ہاں چلو نعمان نے جلدی سے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر وہ دونوں اڑنے لگے ایک بار پھر وہ ہواؤں کو چیرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے تھے اور پھر وہ طلسمی دنیا میں جا پہنچے۔ اب کی بار وہاں ہر طرف سناٹا ہی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بہت

سارے جنات مردہ حالت میں پڑے ہوئے تھے اور کئی زخمی بھی تھے جو مرنے والے تھے وہ یہ سب دیکھ کر بہت پریشان ہو گئے تھے۔ یہ کیا ہو گیا ہے ان کو کس نے مارا ہے۔ یقیناً اس بلا نے ہی ان کو مارا ہوگا۔ شفا پو نے دیکھی لہجہ میں کہا۔

میرے دوست تم فکر نہ کرو میں اس بلا کی موت کا سامان لے کر آیا ہوں اب وہ زندہ نہیں بن جائے گی کبھی بھی نہیں بس ایک بار وہ ہمارے سامنے آ جائے پھر دیکھنا میں اس کا کیسا حشر کرتا ہوں۔ نعمان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا تو اس کے سامنے یکدم وہ بلا آ گئی وہ بلا ان دونوں کو سرخ آنکھوں سے گھورنے لگی اور اس کے منہ سے قہقہے ابھرنے لگے ہا ہا۔ آگے تم مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے دیکھو ان کی طرف جن کو میں ایک لمحہ سے قبل ہی مار ڈالا ہے اور اس دن تو بچ گیا تھا لیکن آج تو نہیں بچ سکے گا۔ وہ بولتی جا رہی تھی جبکہ نعمان نے جیب میں ہاتھ ڈال لیا تھا اور تیزاب کی بوتل باہر نکال کر اس کا ڈھکن کھول دیا تھا ڈھکن کھولتے ہی اس نے تیزاب بلا پر پھینک دیا لیکن وہ اڑتے ہوئے دوسری طرف ہو گئی۔ اس الکھول کی چند بوندیں بلا پر پڑی تھیں انہی قطرہوں کی وجہ سے ہی وہ چیخنے لگی تھی۔ اور ساتھ ساتھ وہ دونوں کو کھانے والی نظروں سے گھور بھی رہی تھی اس نے یکدم نعمان پر حملہ کر دیا لیکن وہ اس کے حملہ کے لیے پہلے سے تیار تھا اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کا تیزاب اس پر پھینک دیا اور وہ ایک مرتبہ پھر تڑپنے لگی اور تیز کی کے ساتھ اس نے شفا پو پر حملہ کر دیا۔ شفا پو اس کے حملہ سے بچ نہ سکا وہ اس کے قابو میں آ گیا اور ایک منٹ سے پہلے ہی اس نے شفا پو کو مار ڈالا نعمان نے بہت کوشش کی کہ وہ اس کی گرفت سے نکل سکے لیکن اس کی کوشش بیکار گئی۔ وہ اس کو بچانے کا اس کو اپنے دوست کی موت کا بہت ہی دکھ ہوا لیکن اس

لئے اس کو اپنی جان کا بھی خطرہ تھا کیونکہ اس کو مارنے کے بعد وہ نعمان کی طرف بڑھنے والی تھی کہ یکدم وہ رنگ بابا درمیان میں آ گئے انکے ہاتھ میں پانی کا ایک گلاس تھا جس پر انہوں نے کچھ پڑھ کر پھونکا اور نعمان سے کہا۔

بیٹا یہ لو پانی تم اس پر پھینک دو۔ ایسا میں بھی کر سکتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کو تمہارے نون مرنا ہو اور دیکھوں کیونکہ اس نے تمہارا تیزاب خارجہ ناکام کر دیا ہے اور اب یہ پانی والا حربہ ناکام نہیں ہوگا۔ اتنا کہہ کر انہوں نے وہ گلاس نعمان کے نون میں پکڑا دیا۔ بلا جو نعمان کی طرف بڑھ رہی تھی ہاتھ ساتھ وہ جل بھی رہی تھی لیکن اس کے باوجود بھی اسے اندر طلسمی طاقت موجود تھی۔ وہ جو نعمان کے اس پیچی تو نعمان نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پانی کا پورا گلاس اس پر انڈیل دیا پانی اس پر پڑتے ہی وہ تڑپنے لگی اس کے پورے جسم کو آگ لگ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جل کر راکھ ہو گئی وہ خود حیران تھا کہ پانی کی کتنا اثر ہے کہ اس نے ایک منٹ میں وہ کام کر دیا تیزاب بھی نہ کر سکا تھا۔ یہ سب کلام کی برکت تھی جو رنگ نے اس پر پڑھ کر پھونکا تھا۔ اس کے مرتے ہی نعمان بھاگتا ہوا شفا پو کی طرف بھاگا اور اس کو نون میں لے کر رونے لگا۔

میرے دوست تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے میں تم کو اپنے ہم سفر ہوں گا۔ وہ اسے چھوڑ رہا تھا تب اس نے آنکھیں کھولیں اور بولا۔

میرے دوست میری زندگی اتنی ہی تھی مجھے فخر تمہاری دوستی پر لیکن شاید ہم بھی ہماری ملاقات کے لیے آئے ہیں ہماری دوستی ایک مثالی دوستی رہے گی تو آج اس بلا کو ختم کر کے میری مخلوق پر بہت بڑا نیکانہ کیا ہے آج کے بعد یہاں کوئی بھی اس بلا کے نون میں نہیں آئے گا۔ اتنا کہہ کر وہ ایک طرف لڑھکے پلا اور نعمان روتا رہ گیا۔

نعمان اپنے خواب سے بیدار ہو چکا تھا لیکن وہ بری طرح زخمی تھا گھر والوں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو کانپ کر رہ گئے اور جلدی سے ڈاکٹر کو بلا یا۔ اور نعمان نے ان سب کو پوری حقیقت بتادی۔ جسے سن کر سب ہی حیران رہ گئے۔ ان کو یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اس کے زخمی جسم کو دیکھ کر ان کو یقین کرنا پڑا۔

نعمان کو اب بھی شفا پو کی بہت یاد آتی ہے وہ اکثر نہر کنارے چلا جاتا ہے جہاں وہ شفا پو کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ وہ اکثر اس کے خوابوں میں آ جاتا ہے لیکن اب یہ حقیقت نہیں ہوتی ہے بلکہ خواب ہوتے ہیں جو اس کے اٹھتے ہی نوٹ جاتے ہیں وہ آنکھ کھلے پر شفا پو اس کے پاس نہیں ہوتا ہے۔ قارئین کرام کیسی گلی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوادائیے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

غزل

بدل گیا ہے وہ بھی غیروں کی طرح سوچا نہ تھا وہ بھی بدلے گا غیروں کی طرح وہ جو کہتا تھا زندگی ہو میری تم بھلا کہ مجھ کو وہ چھوڑ گیا ہے غیروں کی طرح کتنی جلدی بھلا دیتے ہیں لوگ سوچا نہ تھا وہ تو ایسے بھولا کہ مڑ کے نہ دیکھا غیروں کی طرح کتنا ناز تھا مجھ کو اس کے ساتھ ہونے کا مگر کیا پتہ تھا نہیں ہے وہ میرا غیروں کی طرح وہ وعدے وہ قسمیں سبھی جھوٹی تھیں شاید اک پل میں گیا تو وہ بھی غیروں کی طرح بدل جاتے ہیں لوگ یہ تو سن رکھا تھا میں نے اس کے بارے میں کبھی سوچا نہ تھا غیروں کی طرح کیا ہوا جو چھوڑ گیا یاد تو آتی ہو گی چاند سوچے گا ہر پل وہ مجھے بھی غیروں کی طرح (احمد چاند، وہاڑی)

ممی کا انتقام

-- تحریر: ایس ایٹاز احمد - کراچی --

کیپٹن رچرڈ کو ایک عجیب حادثہ پیش آیا ایک دن وہ اور لارڈ کارپوان جہاز کے عرشے کے چٹکے کے ساتھ کھڑے سمندر کا نظارہ کر رہے تھے کہ اچانک کیپٹن بے ہوش ہو کر چٹکے کے اوپر گر پڑا جو شتر اس کے کہ لارڈ کارپوان اسے پکڑ سکتا وہ سلب ہو کر سمندر میں جا کر اس سمندر کی خونی لہروں نے ایسا ٹکڑا کہ دوبارہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ابھرا ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی نا دیدہ قوت اسے زبردستی سمندر میں گھسیٹ کر لے گئی لارڈ کارپوان اس حادثہ سے اس قدر بدحواس ہوا کہ اپنے کیبن میں پہنچ کر اندر سے دروازہ بند کر لیا اور تہیہ کر لیا کہ انگلستان پہنچنے تک وہ باہر نہیں نکلیں گے مگر ایک سمندری پھرنے انہیں ایک دن گردن پر کاٹ لیا تھا یہ بہت معمولی بات تھی لیکن ایک دن میں ہی یہ اچھا خاصا زخم بن گیا اور کافی تکلیف دینے لگا اور اسے جہاز کے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا ڈاکٹر نے اپنی سی کوشش کی مگر دو دن کے اندر یہ معمولی سی بات اس قدر مصیبت بن گئی کہ لارڈ کارپوان کی جان پر بن گئی اسے اپنا آخری وقت نظر آنے لگا اور واقعی وہ زندہ سلامت انگلستان نہ پہنچ سکا۔ اس کے بعد گذشتہ ساٹھ ستر سال میں اس قدیم خزانے اور نوادرات کو چھونے کے جرم میں متعدد افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اس قربان گاہ کا آخری شکار محکمہ آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر جمال مہر پر ہوئے ہیں جانے اس بددعا کا اثر کتنے ہزار سال تک رہتا ہے جانے یہ اثر ختم ہو گا یا نہیں وہ کون سی بات ہے کہ ایک فرعون کی بددعا ایسا ہولناک اثر چھوڑ گئی ہے جانے اس بددعا کی قربان گاہ مزید کتنے انسانوں کی بھینٹ لینے والی ہے جانے ابھی ایسی ہولناک اور کتنی خبریں آئیں گی۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

یہ خبر دنیا کے اخبارات کے کالموں کی زینت بھی ہے یہ ایسی خبر ہے کہ اس صدی کے سائنسی دور میں جدید انسان کے ذہن کو بھھوڑ ڈالنے کا پورا پورا سامان اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے تعقل پرست انسان کو اس خبر کے ذریعے فکر کے نئے زاوے مہیا ہو سکتے ہیں اور عقائد کی دنیا میں اس خبر سے تہلکہ مچ جانا چاہیے تھا مگر مشکل یہ ہے کہ آج ہم اس قدر مصروف اور ابھرتوں سے بھرپور زندگی کا شکار ہیں کہ اس قسم کی خبریں ہمارے لیے کوئی اہم حادثہ نہیں ہیں ان خبروں کو حادثہ بننے کے لیے اس پورے پس منظر کی ضرورت ہے جس سے ہم بے خبر ہیں اس پس منظر سے باخبر ہونے کی کوشش بھی کریں تو وہاں تک پہنچنے



عجائب گھر میں محفوظ ہے اب اس ذخیرہ کی نمائش کا اہتمام لندن میں کیا گیا تھا مگر مسٹر جمال مہریز کی اچانک موت کے باعث فی الحال اس خیال کو ترک کر دینا پڑا ہے۔

بظاہر اس خبر میں کوئی بات غیر معمولی معلوم نہیں ہوتی مگر اس واقعہ کے ایک انتہائی اہم ذخیرہ نوادرات کی نمائش سے لندن محروم رہ گیا جس کے لیے بڑا اہتمام کیا گیا تھا یہ کہ مصر کے محمد آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر جنرل جو یقیناً اپنے ملک کی اہم شخصیت تھے اچانک وفات پا گئے ہیں اگر کسی شخص کو قدیم مصر کی تاریخ سے دلچسپی رہی ہو اور فراعنہ مصر کے حالات سے واقفیت ہو تو اسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس خبر کی ساری اہمیت اس بات میں ہے کہ لندن میں جس نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا وہ تو آرمیون کے مقبرے سے برآمد ہونے والے نوادرات کی بھی اور مسٹر جمال مہریز انہی نوادرات کو لے کر لندن جانے والے تھے تو آرمیون کو فراعنہ مصر میں ایک نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ اگرچہ اس کا عہد حکومت مختصر تھا مگر ملکی معاملات میں دور رس تبدیلیوں چند یادگار عمارات کی تعمیر اور قدیم مصری سلطنت کی سرحدوں کو وسعت دینے کے باعث اسے قدیم مصر کی تاریخ میں بہت سے ان فراعنہ سے بھی بلند مقام حاصل ہے جن کا دور حکومت اپنی وسعت کے لحاظ سے بہت طویل رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو دنیا سے رخصت ہوئے پانچ ہزار سال گزر جائے کے باوجود قدیم مصر کی تاریخ میں ہمیں اس کا ذکر جس قدر تفصیل کے ساتھ ملتا ہے اتنے تفصیلی ذکر کا سہی بہت کم فرعونوں کو گردانا گیا ہے۔ پانچ ہزار سال قبل دنیا سے رخصت ہو جانے والے مصر کے اس عظیم شہنشاہ کا مقبرہ وادی شاہاں میں واقع ہے یہ مقام قاہرہ سے کوئی ڈیڑھ دو سو میل کے فاصلے پر دریائے نیل کے کنارے پر ہے دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ قدیم مصر کے آثار کی کئی میل دور تک

کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں یہ لکسروہی شہر ہے جو قدیم مصر کی عظیم الشان سلطنت کا ایک طویل عرصہ تک پر شکوہ دار الحلا فذر رہا ہے آج یہ شہر ایک مختصر سے قصبہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے جس میں دو ایک اچھے ہوٹل ضرور بنے ہوئے ہیں تاکہ سیاح وہاں ٹھہر سکیں مگر تاریخ کے جس دور میں اس شہر کو مصر کا دارسلطنت ہونے کا فخر حاصل تھا اس زمانے میں دنیا بھر میں اس کے مقابلے میں کوئی شہر موجود نہ تھا بلکہ اس کی شان و شوکت آبادی رونق اور راج دین کا یہ عالم تھا کہ موجودہ تہذیب کے پیدا کئے ہوئے شہر بھی اس کے مقابلے پر نہیں آسکتے اور اس کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے جو اسے حاصل رہا تھا اس زمانے میں یہ شہر ٹھیکس کے نام سے دنیا میں مشہور تھا۔

لکسروہی کا یہ امتیاز حاصل ہے کہ قدیم مصر کے جس قدر آثار اور نوادرات اس سر زمین پر کھڑے ہوئے ہیں اس قدر آثار و نوادرات تمام مصر میں بھی ایک مقام پر کچھ نہیں ہیں یہاں قدیم مصر کے اس عظیم اور پر شکوہ ستونوں والے معبد کے آثار موجود ہیں جس کے مقابلے میں قدیم مصر کیا موجودہ زمانے میں بھی کوئی عمارت نہیں اس معبد کی وسعت اور عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس چھت کو سنبھالنے کے لیے ایک ہزار ستون تعمیر کیے گئے تھے یہ چھت تو اب موجود نہیں مگر کچھ ستون جو ان کے توں موجود ہیں ان میں سے بعض ستونوں کا کھیراؤ اتنا پھیلا ہوا ہے کہ ایک ستون کے اوپر سو آدمی کھڑے ہو سکتے ہیں کئی ہزار سال گزر جانے کے باوجود ان ستونوں کے اوپر کی گئی نقاشی اور تصاویر پوری شان و شوکت کے ساتھ اب تک موجود ہیں جو دیکھنے والے کی عقل کو حیران و ذہن کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے لکسروہی میں ہی وادی امرا واقع ہے یہ وہ مقام ہے جہاں پانچ ہزار سال قبل کے عظیم الشان مصری سلطنت کے امراء و ذرا عمائدین اور جرنیلوں کے مقبرے بنے ہوئے

ہیں ان مقبروں کی تاریخی اہمیت اور باتوں کے علاوہ سب سے زیادہ اس میں پوشیدہ ہے کہ ان کے اندر دیواروں پر جو نقاشی کی گئی ہے اور جو تصاویر بنی ہوئی ہیں ان کے ذریعے قدیم مصر کی معاشرت کا پتہ چلتا ہے۔

فراعنہ کے مقبروں کے اندر ایسی تصاویر بنی ہوئی ہیں جو فقط بادشاہ کے کارناموں اس کی فتوحات اس کی اصلاحات اور اس کی عبادات کی عکاسی تک محدود ہیں ان سے صرف شاہی اور درباری زندگی کا پتہ چلتا ہے عام معاشرتی زندگی کا علم وادی امرا کے مقبروں سے ہی حاصل ہوا ہے اور اس علم نے قدیم مصر کی تاریخ کی ترتیب اور اس قدیم زمانہ کی زندگی کو سمجھانے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے

وادی شاہاں کی موجودگی کا اعتراف بھی لکسروہی حاصل ہے اس مقام پر قدیم مصر کے ان تمام فرعونوں کے مقابر موجود ہیں جنہوں نے ٹھیکس کے دار الحکومت میں بیٹھ کر اپنے زمانے کی اس عظیم اور وسیع سلطنت پر حکومت کی تھی جس کی مثال دنیا بھر میں موجود نہیں تھی یہ مقبرے پہاڑ کھود کر اس کے اندر بنائے گئے ہیں اور اپنے اندر دفن ہونے والے فرعون کے دور حکومت کی طوالت کے مطابق کم یا زیادہ طویل و عریض ہیں۔ دستور یہ تھا کہ جو نہیں کوئی فرعون تخت حکومت پر بیٹھتا تھا وہ اپنے مقبرہ کی تعمیر کے کام کا آغاز کر دیتا تھا سب سے پہلے منتخب شدہ مقام پر پہاڑ کو کاٹ کر ایک تنگ سی سرنگ نکالی جاتی تھی یہ کو یا مقبرہ کے اندر جانے کا راستہ ہوتا تھا اس کے بعد پہاڑ کے اندر ہی اندر کاٹ کر ایک وسیع کمرے کی شکل دے دی جاتی تھی اس کمرہ میں دفن ہونے والا فرعون اگر اس وقت تک موت سے ہمکنار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا تو اس کمرہ سے آگے گہرائی کی جانب ایک اور سرنگ کھود کر کچھ دور چلے گہرائی میں پہنچ کر ایک اور کمرہ کی تعمیر شروع ہو جاتی تھی اس طرح پہاڑ کو کاٹ کر مقبرہ

بنانے والے مسلسل اپنے کام میں مصروف رہتے تھے پہاڑ کو کاٹ کر وہ گہرائی کی جانب پہنچتے اور سرنگوں اور کمروں کی تعمیر جاری رہتی تھی یہ کام اس وقت ختم ہوتا جب اس مقبرہ میں دفن ہونے والا فرعون دنیا کو خیر آباد کہہ کر اس مقبرے میں آنے کے لیے تیار ہو جاتا اس کا تابوت اس کمرے میں رکھا جاتا تھا جو سب سے آخر میں تعمیر کیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ طویل دور حکومت رکھنے والے فرعونوں کے مقابر اس قدر وسیع ہیں کہ ان کے اندر تنگ و تاریک سرنگوں کا جال پھیلا ہوا ہے مناسب فاصلے سے متعدد کمرے بنے ہوئے ہیں اور ان کمروں میں ان کے تابوت رکھے ہیں وہ سطح زمین سے کئی کئی سو فٹ کی گہرائی پر واقع ہیں۔

فراعنہ کے مقبروں کی تعمیر کا کام صرف انتہائی نہیں تھا کہ پہاڑوں کو کھود کر اندر ہی اندر کاٹ کر تنگ و تاریک طویل سرنگیں اور وسیع کمرے بنادے جاتے تھے اگرچہ اس طرح پہاڑ کو اندر ہی اندر کاٹنا کام بھی کون سا آسان ہوتا تھا کہ مختلف پیشوں سے متعلق ہزار ہا لوگ مستقل طور پر اس کام سے وابستہ رہتے تھے اور اس طرح فراعنہ کے مقبرے بھی ان گنت افراد کے مستقل معاش کا ذریعہ بنے ہوئے تھے ہوتا یہ تھا کہ سب سے پہلے پہاڑ کو کاٹنے والے اپنا کام کرتے تھے وہ سرنگیں اور کمرے بناتے ہوئے آگے بڑھتے رہتے تھے ان کے پیچھے پتھر کو کاٹ کر نکالی گئی دیواروں فرش اور چھت کو ہموار کرنے والے چلتے تھے وہ اس قدر مہارت سے اپنا کام کرتے تھے کہ دیواروں فرش یا چھت کا کوئی ایک انچ حصہ بھی غیر ہموار نہیں رہتا تھا۔ ان کے بعد ایسے کارکن آتے تھے جو دیواروں اور پتھروں کو ہموار کرنے کا کام کرتے تھے کسی چیز سے دیواروں اور چھتوں کو اس طرح رگڑا جاتا تھا کہ شیشے کی مانند چمک اٹھتی تھیں اور سب سے آخر میں ماہر نقاش اپنی فن کاری کا مظاہرہ کرنے

پہنچ جاتے وہ اس قسم کی تصویریں بناتے جو بادشاہ کی درباری زندگی طرز حکومت فتوحات وغیرہ کی عکاسی کرتی تھیں حیران کن بات یہ ہے کہ ان دیواروں اور چھتوں کا روغن اور تصویریں کئی ہزار سال گزرنے کے باوجود بھی آج اسی طرح تازہ اور روشن ہیں جیسے کل ہی بنی ہوں زمانے کی گردان کے شہکاروں کو ذرہ بھر نقصان نہیں پہنچا سکی ہے۔

مقبرہ کی تعمیر میں حصہ لینے والے یہ تمام کاریگر اور فنکار ایک دوسرے کے پیچھے اپنے کام میں اس طرح مصروف رہتے تھے کہ قدم قدم سارا کام مکمل ہوتا چلا جاتا اور جب وہ گھڑی آتی تھی جس کے انتظار میں یہ سارا کام کیا جا رہا تھا یعنی اس فرعون کی موت واقعی ہو جاتی تھی جسے اس مقبرہ میں دفن ہونا تھا تو اس کی موت کی اطلاع کے ساتھ ہی مقبرہ کی تعمیر کا کام ختم کر دیا جاتا تاہم وجہ ہے کہ کئی مقبروں میں فرعونوں کے تابوت ایسے کمرہ میں رکھے ہوئے ملے ہیں جو ابھی تک پوری طرح تراش خراش کے مرحلوں سے نہیں گزرے تھے حالانکہ انہی مقبروں کے دوسرے حصہ ہر طرح سے مکمل ہیں لیکن فرعون کا تابوت ہمیشہ اس کمرہ میں رکھا جاتا تھا جو مقبرہ کے سب سے آخری حصہ میں ہوتا تھا خواہ اس کی تعمیر پوری طرح مکمل ہوئی ہو یا نہ ہو۔

فرعون کو دفن کرنے کے لیے بھی مصر قدیم میں اس قدر اہتمام کیا جاتا تھا جیسا کہ اس کی تخت نشینی کے وقت کیا جاتا ہوگا اس کی لاش حنوط کر کے اس طرح محفوظ کر دیا جاتا کہ کئی ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی یہ لاشیں ان مقبروں سے بالکل محفوظ حالت میں ملی ہیں یہ سن قدیم مصر کے ساتھ خصوصی طور پر وابستہ تھا دنیا کے اور کسی ملک میں کسی بھی زمانے میں اس فن کا سراغ نہیں ملتا کہ وہ لاشوں کو حنوط کر کے محفوظ کر سکتے ہوں لاش کو اس کے دفن کے کمرہ میں ایک بڑے سے پتھر کے بنے ہوئے تابوت میں رکھ دیا

جاتا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ تمام بیش قیمت اشیاء اور زرو جو ابھر بھی رکھ دیئے جاتے تھے جو بادشاہ کے استعمال میں رہے تھے قدیم مصریوں کا خیال تھا کہ حیات بعد الممات میں پھر بادشاہ کو اپنے استعمال کی ان تمام چیزوں کی ضرورت پڑے گی اس عقیدہ کا نتیجہ تھا کہ فرعون مصر کے تمام مقبرے اپنی اپنی جگہ بیش بہا زرو جو اہرات اور اسمول نوادرات کا خزانہ بن کر رہ گئے تھے۔ ان مقبروں کے اندر چھپے ہوئے بیش قیمت اور بے بہا خزانے تھے جنہوں نے ہر طرح کے لوگوں کو ان کے اندر تک پہنچنے اور لوٹ کھسوٹ کرنے کی دعوت دی اس کوشش میں ان تاریک اور گہرے مقبروں کے اندر پہنچ کر بہت سے لوگوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا اور وہ دوبارہ ان مقبروں سے باہر نہ آ سکے لیکن دولت اور نوادرات کے حصول کا لالچ ایسی چیز تھا کہ اس قسم کے حادثات کوئی رکاوٹ نہ بن سکے ہم جو لوگ برابر کسی نہ کسی طرح ان مقبروں کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتے رہے اس کوشش میں جو خوش قسمت کامیاب ہو گیا اور نوادرات میں سے کوئی ایک چیز بھی اس کے ہاتھ لگ گئی تو اس نے اپنے آپ کو دنیا کو خوش قسمت ترین شخص تصور کیا۔ انیسویں صدی کے وسط میں جب سیاحوں خاص طور پر انگریز سیاحوں کے قافلے کے قافلے نوادرات کی تلاش میں مصر پہنچنا شروع ہوئے تو ان کی لوٹ بار تشویشناک حد تک پہنچ گئی تو حکومت مصر کو اٹھارہ سو پچاس میں ایک قانون بنانا پڑا اس قانون کے ذریعے آثار قدیمہ میں سے دستیاب ہونے والی ہر چیز کو حکومت مصر کی ملکیت قرار دے دیا گیا اور بلا اجازت ایسی کسی بھی چیز کو قبضہ میں رکھنا قابل جرم قرار پایا۔ اس قانون کے نفاذ کے بعد آثار قدیمہ کا ٹھکے باقاعدہ طور پر قائم ہوا نوادرات کی حفاظت کا انتظام کیا گیا آثار قدیمہ کی کھدائی کے لیے حکومت کی پیشگی اجازت ضروری قرار پائی نوادرات کو بحفاظت رکھنے کے لیے عجائب گھر قائم

کئے گئے اور تمام کام میں کسی حد تک باقاعدگی پیدا ہو گئی۔ اس قانون کے نفاذ کے بعد ہی یہ ممکن ہو سکا کہ اب قاہرہ کا عجائب گھر اپنے ذخیرہ نوادرات کے لحاظ سے دنیا کا سب سے عظیم عجائب گھر شمار ہوتا ہے اس عجائب گھر میں دو تین فرعونوں کے کزنائے مکمل حالت میں موجود ہیں ان میں سے ایک ایک خزانہ اس قدر قیمتی ہے کہ شاید دنیا کا کوئی امیر ترین ملک بھی ان کی پوری قیمت ادا نہیں کر سکتا۔

آثار قدیمہ کے قانون کے نفاذ کے بعد انگلستان کے آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب نے باقاعدہ مہموں کی شکل میں مصر جانا اور وہاں کی حکومت کی اجازت سے آثار قدیمہ کی کھدائی اور دریافت کا کام شروع کر دیا ایسی ٹیموں کے لیے سب سے پہلے ضرورت کسی ایسے شخص کی ہوتی تھی جو اس قسم کی مہم کے لیے سرمایہ فراہم کر سکے دوسری ضرورت کسی ماہر مصریات کی ہوتی تھی جو قدیم مصر کے خطہ تصویریری کو پڑھنے کے قابل ہو مگر یہ دونوں مرحلے ایسے نہ تھے جو طے نہ ہو سکتے ہوں انگلستان قدامت پرست ملک ہے وہاں ایسے افراد بڑی تعداد میں موجود تھے جو نوادرات کے حصول کی خاطر پیسہ خرچ کرنے پر فوراً تیار ہو جاتے تھے خطہ تصویریری جسے بیرونی بھی کہا جاتا ہے اسے پڑھنے والے بہت سے ماہرین پیدا ہو گئے تھے کیونکہ انگلستان کا مصر کے ساتھ تعلق کافی عرصے کا تھا بلکہ انگلستان کی بعض درس گاہوں میں تو مصریات کے علیحدہ شعبے تک قائم ہو گئے تھے جہاں قدیم مصر کی تاریخ زبان اور تحریر پر تحقیق کا کام کیا جاتا تھا۔

مصریات اور مصری نوادرات سے دلچسپی رکھنے والی اس قسم کی مہمیں ہر سال موسم سرما کے آغاز میں انگلستان سے مصر کو جاتی تھیں اور پورے موسم سرما کے دوران آثار قدیمہ کی کھدائی اور نوادرات کے تلاش کے چکر میں مصروف رہتی تھیں اور پورے موسم

سرما کے دوران آثار قدیمہ کی کھدائی اور نوادرات کے تلاش کے چکر میں مصروف رہتی تھیں فرعون مصر کے اکثر مقبروں کی دریافت ایسی ہی مہموں کی کوششوں سے ہوئی ہے ورنہ سوائے دو چار مقبروں کے باقی تمام مقبرے پہاڑ کے اندر اس طرح چھپے ہوئے تھے کہ کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ پہاڑ کے اندر کسی جگہ کوئی دروازہ یا راستہ موجود ہے غالباً فرعونوں کی تدفین کے بعد ان کے مقبروں کے راستوں کو اس طرح بند کر دیا جاتا تھا کہ پہاڑ کے باہر سے دیکھ کر کسی کو بھی اس راستہ کا پتہ نہیں چل سکتا تھا اور شاید اسی وجہ سے اکثر مقبرے لوگوں کی دستبرد سے محفوظ ہو گئے۔ ورنہ زمانہ کے کئی ہزار چکروں کے گزر جانے کے بعد ان کے اندر چھپی ہوئی بے اندز دولت اور بے بہا نوادرات کا محفوظ رہنا ممکن ہو سکتا تھا بالکل نہیں جبکہ لیٹرے اور ڈاکو ہمیشہ سے برابر ان کی تاک میں لگے رہے ہیں۔

مصریات اور مصری نوادرات سے دلچسپی رکھنے والی مہمیں برس برس ہا برس تک انگلستان میں تسلسل پاتی رہیں اور ہر سال مصر پہنچ کر آثار قدیمہ کی تلاش میں مقدور بھر حصہ لیتی رہیں ہیں اس قسم کی مہم آج سے ساٹھ برس قبل سربرج ٹاوان کی سرکردگی میں مصر گئی تھی اور یہ خبر جو فروری میں ہزار رو کے پہلے ہفتے میں اخبارات میں چھپی ہے اس کا تعلق اس مہم سے ہے جو ساٹھ سال قبل ایک خاص مقصد کو سامنے رکھ کر مصر گئی تھی یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ خبر اس المیہ کا ایک دردناک باب ہے جو آج سے پچاس سال قبل مصریات کی لگن کے باعث شروع ہوا تھا کتنا طویل المیہ ہے یہ بھی جو پورے ساٹھ سال پر پھیلا ہوا ہے جسکی طور پر ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ المیہ اختتام پذیر کب ہوگا ابھی وہ نوادرات قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ہیں جو اس المیہ کا عنوان ہے خدا جانے ابھی کتنے لوگ ان نوادرات کو چھونے کے شوق

میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے سر برج ٹاوان انگلستان کی ان سربراہان اور وہ شخصیتوں میں سے ایک تھے جنہیں مصریات نے عشق کی حد تک دلچسپی تھی قدیم مصر کی تاریخ کے بارے میں انکی تحقیق اور جستجو کا اعتراف انگلستان کے تمام سرکردہ علمی حلقوں نے کھلے دل سے کیا ہے مصریات پر اپنی تحقیق اور کارناموں کی بدولت ہی انہیں سر کا خطاب ملا۔

سر برج ٹاوان کو اس بات پر بڑی حیرت ہوا کرتی تھی کہ فراعنہ مصر میں تو توخ آمون کو اس قدر بلند مقام حاصل رہا ہے لیکن اس کا مقبرہ اب تک دریافت نہ ہو سکا دوسرے دریافت شدہ مقبروں اور کچھ قدیم مصری مخطوطات کے ذریعے سے اس عظیم فرعون کے شاندار کارناموں کا حال تو کسی حد تک معلوم ہو چکا تھا مگر یہ بات واقعی حیرت ناک تھی کہ اس کا مقبرہ اب تک نہ ملا حالانکہ قرآن اور دستور کے مطابق اس کا مقبرہ بھی وادی شاہاں میں موجود ہونا چاہیے تھا جہاں سے اور بہت سے فراعنہ مصر کے مقبرے برآمد ہوئے تھے۔

توخ آمون کے مقبرے کی دریافت اور بھی زیادہ ضروری اس لیے ہو جاتی تھی کہ اس کے دور حکومت کے کارناموں کی تفصیل اس کے مقبرے کی نقاشی اور وہاں محفوظ کئے گئے مخطوطات سے ہی میسر ہو سکتی تھی پھر یہ تھا کہ یہ فرعون قدیم مصر کے عظیم الشان بادشاہوں میں شمار ہوتا تھا اس لیے اس کے مقبرہ سے زرو جو اہر و نوادرات کا بھی بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ لگنے کی امید بھی یہی وجوہات تھیں کہ سر برج ٹاوان نے توخ آمون کے مقبرہ کی تلاش کو اپنا مقصد بنالیا تھا اور پختہ ارادہ کر لیا کہ اس مقصد کے لیے وہ ایک مہم لے کر مصر جائیں گے انہوں نے سوچا کہ خواہ انہیں کتنے ہی عرصہ مصر میں قیام کرنا پڑے مگر وہ اپنے اس مقصد کو حاصل کئے بغیر واپس نہیں آئیں گے انہیں یقین تھا کہ وادی شاہاں میں ہی وہ اس بلند

مرتب فرعون کا مقبرہ ڈھونڈ نکالیں گے اس مہم کے لیے سرمایہ کی فراہمی کی خاطر انہیں کچھ زیادہ تک دوڑ نہیں کرنا پڑی ان کے بہت ہی ثروت مند دوست لارڈ ہارورڈ کا پوان اس سے پہلے بھی سر برج ٹاوان کی سرکردگی میں مصر جانے والے دو مہموں کی کفالت کر چکے تھے اس دفعہ بھی وہ بلا کسی رودک کے راضی ہو گئے لارڈ کارپورن کو بھی مصریات سے انتہائی دلچسپی تھی اور نوادرات جمع کرنے کا جنون تھا اس لیے اپنے اس شوق کی خاطر اپنی دولت کا بڑا حصہ وہ اسی قسم کی مہموں پر صرف کیا کرتے تھے بلکہ اس دفعہ تو وہ خود بھی سر برج ٹاوان کی مہم کے ساتھ مصر جانے کے لیے تیار ہو گئے اس مہم کی کامیابی بڑی حد تک یقینی تھی یہ مسئلہ بات تھی کہ توخ آمون نامی فرعون قدیم مصر کے عظیم المرتبت بادشاہوں میں سے ایک تھا اس کے دور کا یقین بھی ہو چکا تھا جس سے یہ بات یقینی ہو گئی تھی کہ اس کا مقبرہ وادی شاہاں میں موجود ہے اب بات صرف مقبرے کی تلاش کی تھی اس پر جتنا بھی وقت صرف ہو جاتا مگر مقبرہ کی دریافت کے بعد جو بے بہا اشیاء وہاں سے ملتی تھیں ان کے لیے تو زیادہ سے زیادہ وقت بھی صرف کیا جاسکتا تھا۔

یہ مہم بڑی آسانی سے ترتیب پا گئی سر برج ٹاوان اور لارڈ ہارورڈ کا پوان کے علاوہ ایک اور شخص کیپٹن رچرڈ بھی اس مہم میں شامل ہو گیا کیپٹن رچرڈ لارڈ کارپوان کے دوستوں میں سے ایک تھے انہیں مصریات یا قدیم نوادرات سے تو کوئی زیادہ دلچسپی نہ تھی مگر طبیعت مہم پسند تھی اور مصر کی سیر کرنا چاہتے تھے اسی لیے ساتھ ہو لیے یہ تینوں دوست اپنی پوری تیاریاں کرنے کے بعد انیس سو بیس کے موسم سرما کے آغاز میں انگلستان سے مصر کے لیے روانہ ہو گئے بحری جہاز نے اس مہماتی ٹیم کو اسکندریہ کی بندرگاہ پر اتار دیا وہاں سے گاڑی کے ذریعے یہ لوگ قاہرہ پہنچے تاکہ حکومت مصر سے ضروری اجازت نامہ

حاصل کیا جاسکے سر برج ٹاوان چونکہ اس سے پہلے بھی کئی بار مصر چکے تھے اس لیے یہ اجازت نامہ حاصل کرنے میں ان لوگوں کو کوئی وقت نہ ہوئی قاہرہ سے ایک مصری عالم حلیم بے بھی اس ٹیم میں شامل ہو گیا۔ وہ سر برج ٹاوان کا دوست تھا اور قدیم مصر کی تاریخ سے اسے گہری دلچسپی تھی چنانچہ جب یہ مہماتی ٹیم لکسر پہنچی تو یہ تین کے بجائے چودہ افراد پر مشتمل تھی لکسر میں ان لوگوں نے ایک اعلیٰ قسم کے ہوٹل میں قیام کیا اور ایک دن آرام کرنے کے بعد مقامی عربوں میں سے تین افراد کو مددگار کے طور پر چنا اس کے بعد یہ ٹیم وادی شاہاں میں پہنچی اور توخ آمون کے مقبرہ کی تلاش شروع کر دی اس وادی میں اب تک کچھ جس سے زائد مقبرے دریافت کئے جا چکے تھے اصل میں مشکل یہ تھی کہ یکساں پہاڑ میں پتہ نہیں چل سکتا تھا کہ کس چٹان کے اندر کس قدیم مقبرہ کے دروازے کی سرنگ چھپی ہوئی ہے اور کس پتھر کو ہٹانے کے بعد آدمی اپنے مقصد تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکتا ہے تلاش و جستجو کی اس مہم نے دنوں اور راتوں سے گزر کر مہینوں تک کی طوالت اختیار کر لی تھی اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تھی تو لارڈ کارپوان نے کچھ نامید اور بد دل ہونا شروع کر دیا حالانکہ اس مہم میں ان کا حصہ صرف اتنا تھا کہ سرمایہ انکا خرچ ہو رہا تھا ورنہ لکسر پہنچنے کے بعد انہوں نے ملکی طور پر اس مہم میں کوئی زیادہ حصہ نہ لیا وہ تو آثار قدیمہ کو دیکھنے دریائے نیل کی سیر کرنے ہوئے کے ساتھیوں سے گپ شپ لڑانے اور قدیم مصر کے بارے میں کتابیں پڑھنے میں ہی اپنا وقت صرف کرتے تھے وادی شاہاں کی چٹانوں اور پتھروں سے سرکلرے کا اصل کام تو ان کی ٹیم کے دوسرے افراد کیا کرتے تھے مگر ان کا یہ حصہ کیام تھا کہ وہ ساری مہم کے اخراجات برداشت کر رہے تھے اسی لیے ناکام واپس جانے کو ان کا دل نہیں چاہتا تھا ورنہ بعض اوقات تو اس مہم کے طول مٹ جانے سے وہ اس قدر

دل برداشت ہو جاتے تھے کہ ساری مہم سے دست بردار ہو کر واپس چلے جانے کو جی چاہنے لگتا تھا اور آخر کار ان لوگوں کو مایوس نہیں ہونا پڑا لارڈ کارپوان کے صبر آزمائی انتظار اور سر برج کا عزم اور ان کے ساتھیوں کی مستقل مزاجی کے ساتھ جدوجہد رنگ لائی موسم سرما اختتام پر یہ تھا آثار قدیمہ کی کھدائی اور تحقیق کے لیے آئے ہوئے لوگ واپسی کے لیے اپنے بستر باندھنے لگے تھے کیونکہ مصر کی گرمی اور موسم میں کام کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی لارڈ کارپوان کو بھی یہ نظر آرہا تھا کہ انہیں ایک بہت بڑی حسرت دل میں لے کر کرنا کام ہی واپسی انگلستان جانا پڑے گا کہ اچانک ایک دن انہیں خوشخبری ملی کہ ان کی مہم کامیابی سے ہمکنار ہو گئی ہے اس وقت اتفاق سے وہ ہوٹل ہی میں موجود تھے سر برج ٹاوان کا یہ پیغام ملنے ہی ان کے مایوس دلوں میں گویا زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی تھی اور فوراً ہی اپنی مہماتی ٹیم کو مبارک باد دے کر غرض سے وادی شاہاں کی جانب روانہ ہو گئے۔

توخ آمون کا مقبرہ دریافت ہونے کے بعد پتہ چلا کہ اس کی تلاش نامکنتات کی حدوں تک کیوں پہنچ گئی تھی اور اسے پانے کے لیے اس قدر کوشش اور سرگردانی کا سامنا کیوں کرنا پڑا دراصل یہ ایک ایسی جگہ واقع تھا جہاں کسی مقبرہ کی موجودگی کا بظاہر گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا پہاڑ میں ایک جگہ قریب ہی دو بڑے مقبرے دریافت ہو چکے تھے ان کے دروازوں کو پتھروں سے صاف کر کے محکمہ آثار قدیمہ کی جانب سے لوہے کے مضبوط دروازے لگا دیے گئے تھے ان دونوں مقبروں کے دروازوں کا درمیانی فاصلہ اس قدر کم تھا کہ درمیان میں پہنچی ہوئی تھوڑی سی جگہ میں کسی اور مقبرے کے راستہ کی موجودگی کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ تو سر برج ٹاوان اور حلیم بے کی قدیم مصر کی تاریخ سے دلچسپی اور مصریات پر ان کے عبور کا طفیل تھا

کہ اس جگہ وہ ایک نئے مقبرہ کی دریافت میں کامیاب ہو گئے۔ یہ مقبرہ چونکہ دوسرے مقبروں کے مقابلے میں چھوٹا تھا اس لیے ایسی جگہ واقع تھا جہاں اس کی موجودگی کے بارے میں گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اور مقبرے کے اندر کی نقاشی کے ذریعہ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ مقبرہ توح آمون کا ہی ہے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی انہیں یوں لگا جیسے وہ گوہر مفقود ہاتھ آ گیا جس کی تلاش میں وہ ساری زندگی بارے بارے پھرتے رہے تھے۔

مقبرے کی دریافت کی اطلاع حکمہ آثار قدیمہ کو دینی لازمی تھی لہذا یہ اطلاع محکمے کے مقامی دفتر کو دی گئی مگر اس وقت تک اس کے بہت سے نوادرات کو ان لوگوں نے قبضہ میں کر کے ہوٹل میں لاکر اپنے سامان میں چھپا دیا لارڈ کارپوان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا ان کا اندازہ تھا کہ جو نوادرات ان کے ہاتھ آئے ہیں ان میں سے ایک معمولی چیز کے بدلے میں انگلستان میں انہیں اتنی قیمت مل جائے گی کہ اس مہم پر کئے گئے اخراجات کا بدل بن سکے۔

سر برج ٹاوان کو لگتا تھا گویا ان کی زندگی کا مقصد پورا ہو گیا ان کا خیال تھا کہ آئندہ ساری عمر انہیں کوئی اور کام کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی حلیم بے سوچتا تھا کہ مصر بھر میں سب سے بیش قیمت نوادرات کا مالک اب وہی گردانا جائے گا کیپٹن رچرڈ کو نوادرات سے کوئی دلچسپی نہ تھی اسے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ مہم کامیابی سے ہمکنار ہو گئی جس کے ساتھ اس نے انگلستان مصر تک کا سفر کیا تھا اور پھر وادی شاہاں کی مینوں تک خاک چھانی تھی اگلے دن حکمہ آثار قدیمہ کے تین کارکن موقع پر ہی پہنچ گئے تھے مگر وہ تینوں عرب غائب تھے جنہیں اس مہمائی ٹیم نے لکسر آکر مددگار کے طور پر ملازم رکھا تھا بہر حال تابوت کو کھول کر بادشاہ کی مٹی سے شمار زرد جواہرات پر مشتمل اس کاتبے بہا خزانہ اور دیگر نوادرات نکالے

گئے ان نوادرات کے ساتھ ہی چتر کی ایک تختی بھی ملی جس پر خط تصویر کی میں کچھ لکھا ہوا تھا یہ بھی کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی دوسرے کی مقبروں سے بھی اسی قسم کی تختیاں دستیاب ہوئی تھیں ان کے ذریعے فراعنہ کے دور حکومت کے بارے میں بیش قیمت معلومات حاصل ہوئی رہی تھیں چنانچہ اس تمام خزانے کو اس تختی اور مٹی سمیت خاص اہتمام کے ساتھ قاہرہ روانہ کر دیا گیا۔

سر برج ٹاوان کی ٹیم چند دن کے لیے لکسر میں رک گئی تاکہ کئی ماہ کی سخت محنت و مشقت کی محنت اتار سکے اور تازہ دم ہونے کے بعد قاہرہ روانہ ہو سکے ان کا یہ بھی خیال تھا کہ اس دوران میں مقبرے سے برآمد ہونے والی تختی کو پڑھا جا چکا ہوگا۔ اس سے انہیں بیش قیمت معلومات قدیم مصر کے بارے میں حاصل ہوں گی اس کے بعد وہ حکومت مصر سے نوادرات میں سے اپنا حصہ وصول کر کے انگلستان واپس جا سکیں گے یہ لوگ انتہائی خوش اور مسرت کے عالم میں طرح طرح کی خوش آئند سوچوں میں گھوئے ہوئے تھے مگر یکایک حادثات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ ساری خوشی اور مسرت دھواں ہو کر رہ گئی سب سے پہلی آفت ان تین عرب مددگاروں پر پڑی جو سارے عرصے اس ٹیم کے ساتھ کام کرتے رہے تھے وہ دودن سے اس طرح غائب تھے کہ سر برج ٹاوان کو خود ان کا پتہ نہ کرنا پڑا تاکہ ان کے واجبات کی ادائیگی اور ان کا شکریہ ادا کیا جاسکے۔ پتہ چلا کہ تینوں ہیضہ میں مبتلا ہو کر رات ہی رات ہلاک ہو گئے ہیں ابھی اس حادثہ پر افسوس کرنے سے فرصت نہیں ملی تھی کہ سر برج ٹاوان پر یکایک ہارٹ ایفک کا حملہ ہوا انہیں تمام عمر یہ تکلیف نہیں تھی اور ان کی صحت قابل رشک رہی تھی مگر یہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ ان لوگوں کو فوراً دو کاریں لے کر قاہرہ کی جاب بھاگنا پڑا مگر قاہرہ پہنچتے پہنچتے مرض اپنا کام کر چکا تھا اور قاہرہ پہنچ کر

کاریں سے سر برج ٹاوان کا بے جان جسم ہی باہر نکالا جاسکا۔ اب تک آثار قدیمہ کے باہر توح آمون کے مقبرے سے برآمد شدہ چتر کی تختی پر لکھی عبارت کو پڑھنے میں کامیاب ہو چکے تھے اس پر بادشاہ کے نام اور مرتبہ کے ذکر کے علاوہ لکھا تھا۔ جو کوئی ہمارے مقبرے میں داخل ہوگا یا ہماری چیزوں کو چھوئے گا موت اس پر عقاب کی طرح چھوٹ پڑے گی۔

توح آمون کا خزانہ اور نوادرات تو قاہرہ کے عجائب گھر میں پہنچ گئے مگر اس تاریخی تختی کی عبارت اور اس کے بعد لے درے ہولناک حادثات نے سب کو بولکھلا کر رکھ دیا کہ انہیں لگتا تھا کہ خوفناک موت ایک خون آشام عقاب کی طرح ان کے سر پر منڈلا رہی ہے اور اس سے پناہ حال کرنے کی دنیا بھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

اس بددعا کا اگلا شکار حکمہ آثار قدیمہ کے وہ متعدد کارکنان تھے جو لکسر سے لے کر قاہرہ تک اس خزانے اور نوادرات کو لائے اور عجائب گھر تک پہنچانے میں شامل رہے تھے وہ سب کے سب یکے بعد دیگرے بڑی تیزی کے ساتھ حادثاتی موت کا شکار ہونے لگے حلیم بے بھی ایک کار ایکسڈنٹ میں مارا گیا تو لارڈ کارپوان کو خیریت اسی میں نظر آئی کہ سب کچھ مصر میں چھوڑ چھاڑ کیپٹن رچرڈ کے ہمراہ سکندریہ کا رخ کیا اور جو جہاز سب سے پہلے مل سکا اس میں سوار ہو کر اپنے وطن روانہ ہو گئے۔

لارڈ کارپوان اس حادثہ سے اس قدر بدحواس ہوا کہ اپنے کیمپ میں پہنچ کر اندر سے دروازہ بند کر لیا اور تہیہ کر لیا کہ انگلستان پہنچتے تک وہ باہر نہیں نکلیں گے مگر ایک سمندری چمچھرنے انہیں ایک دن گردن پر کاٹ لیا تھا یہ بہت معمولی بات تھی لیکن ایک دن میں ہی یہ اچھا خاصا زخم بن گیا اور کافی تکلیف دینے لگا اور اسے جہاز کے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا ڈاکٹر نے اپنی سی کوشش کی مگر دودن کے اندر یہ معمولی سی بات اس قدر مصیبت بن گئی کہ لارڈ کارپوان کی جان پر بن گئی اسے اپنا آخری وقت نظر آنے لگا اور واقعی وہ زندہ سلامت انگلستان نہ پہنچ سکا۔

اس کے بعد گذشتہ ساٹھ ستر سال میں اس قدیم خزانے اور نوادرات کو چھونے کے جرم میں متعدد افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اس قربان گاہ کا آخری شکار حکمہ آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر جمال مہریز ہوئے ہیں جانے اس بددعا کا اثر کتنے ہزار سال تک رہتا ہے جانے یہ اثر ختم ہوگا یا نہیں وہ کون سی بات ہے کہ ایک فرعون کی بددعا ایسا ہولناک اثر چھوڑ گئی ہے جانے اس بددعا کی قربان گاہ مزید کتنے انسانوں کی بھیبت لینے والی ہے جانے ابھی ایسی ہولناک اور کتنی خیریں آئیں گی جنہیں اخبارات اس طرح غیر اہم بنا کر شائع کریں گے جیسے کوئی غیر معمولی بات نہ ہو جیسے کوئی حادثہ ہی رونما نہ ہوا ہو۔

کلیئٹن رچرڈ کو ایک عجیب حادثہ پیش آیا ایک دن وہ لارڈ کارپوان جہاز کے عرشے کے چنگے کے ساتھ کھڑے سمندر کا نظارہ کر رہے تھے کہ اچانک کیپٹن بے ہوش ہو کر چنگے کے اوپر گر پڑا پیشتر اس کے کہ لارڈ کارپوان اسے پکڑ سکتا وہ سلب ہو کر سمندر میں جا کر اسمندر کی خونی لہروں نے ایسا ٹکڑا دو بارہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ابھرا ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی نادیہ فوت اسے زبردستی سمندر میں گھسیٹ کر لے گئی

(عامر سہیل بکرا راجپوت یعنی سمندری)

مجھے یہ شعر پسند ہے

یہ کس وقت تجھے پیار کی سوچی
لپٹ گئے ہو جنازہ بھی نہیں اٹھانے دیتی
لقمان حسن۔ ذریہ اسماعیل خان
بہت رویا وہ جب احساس ہوا سے اپنی غلطی کا
چپ کروا دیتے ہم اگر چہرے پر ہمارے گفن نہ ہوتا
لقمان حسن۔ ذریہ اسماعیل خان
دل جب غم سے بھر جائے کوئی اپنا بچھڑ جائے
تو دل کیسے ٹوٹتا ہے اسی لیے مجھے روٹنے نہ دینا
رابو ارشد۔ ڈھوک سہارن
تیری آنکھ سے دل تک کا سفر کرنا ہوگا
مجھ کو پرکشی خوبصورت منزلوں کا سفر کرنا ہوگا
اگر تم روٹھ جاؤ تو ہماری جان نکل جائے
مگر یہ خود ہی سوچو تم میں اتنا حوصلہ ہوگا
عائشہ رحمن۔ کبیر والا
میں شجر تھا شجر ہی رہا
وہ بدلتے رہے موسموں کی طرح
محمد اسحاق انجم۔ ننگن پور
محبت سوز ہوتی ہے محبت ساز ہوتی ہے
محبت دودلوں کا حقیقی راز ہوتی ہے
محسن عزیز حلیم۔ کوٹھ کا راں
اپنی رحمت کے خزانوں سے عطا کر مالک
خواب اوقات میں رہ کر نہیں دیکھے جاتے
رابو ارشد۔ ڈھوک سہارن
روٹھ جانے کی ادا ہم کو بھی آتی ہے فراز
کاش کوئی ہوتا ہم کو بھی منانے والا
عبادت علی۔ ڈی آئی خان

کیا بات ہے جو کھوئے کھوئے سے رہتے ہو اسد
کہیں لفظ محبت سے محبت تو نہیں کر بیٹھے
اسد اشرف۔ گوجرہ فیضی
وہ کہتا ہے میں تیرے جسم کا سایہ ہوں اس
اس لیے شاید اندھیروں میں ساتھ چھوڑ گیا
رئیس سراج۔ خان بیلہ
چہرہ چادر میں چھپا کر شب بھر جاگتی رہتی ہے
وہ کس کو یاد کرتی ہے تخت نیند کا بہانہ کر کے
رابو ارشد۔ ڈھوک سہارن
اپنوں کی چاہتوں نے دیئے اس قدر فریب
لپٹ کر روتے رہے ہر اجنبی کے ساتھ
رابو ارشد۔ ڈھوک سہارن
کوئی گلہ نہیں تیرے بدل جانے کا جانم
اجڑے چمن کو تو پرندے بھی چھوڑ دیتے ہیں
رابو ارشد۔ ڈھوک سہارن
میری پلکوں کا اب نیند سے کوئی تعلق نہیں رہا
وہ کسی اور کا ہے اسی سوچ میں رات گزر جاتی ہے
رابو ارشد۔ ڈھوک سہارن
تجھ کو خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا
ہم چپکے چپکے تجھ پر کئی بار مر گئے
محمد اسحاق انجم۔ ننگن پور
کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے
محمد اسحاق انجم۔ ننگن پور
تمہارے ساتھ رہنا بھی مشکل ہے بہت
اور بن تمہارے بھی ہم رہ نہیں پاتے
محمد اسحاق انجم۔ ننگن پور
کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے روائی کی
محمد اسحاق انجم۔ ننگن پور
یاد آتے ہو تو کچھ بھی کرنے نہیں دیتے
ابھے لوگوں کی یہ ہی بات بری لگتی ہے

عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان
رات پوری جاگ کر گزار دوں تیری خاطر دوست
اک بار تو کہہ کر دیکھ مجھے تیرے بنائیند نہیں آتی
عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان
مت ہوا تخلص کسی کے لیے اس دنیا میں اے پریم
کسی کیلئے جان بھی گواہ تو کہتے ہیں زندگی ہی اتنی سچی
عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان
زندگی کا یہ رنگ بھی کتنا عجیب ہے سحر
برباد بھٹنا کیا ہمیں عزیز بھی اتنا ہے
بابر علی سحر۔ سمندری
نجانے کس رہزن صنم کی تلاش میں تھا وہ
کل شب لوٹ لیا جو قافلہ رہبروں نے
بابر علی سحر۔ سمندری
مجھ سے شکوہ تو کوئی نہ ہوا لیکن ابھی ابھی
عمر بھرتیا میں گی اسے کچھ یادیں ایسی چھوڑ آیا ہوں
بابر علی سحر۔ سمندری
اس کو ہوا کہہ کر اپنی ہی نظروں سے گر جاتے ہیں ہم
وہ پیار بھی اپنا تھا وہ پسند بھی ہماری اپنی تھی
پروفیسر شام علی شام۔ چچہ طنی
ہمیں حسرت تو بہت تھی تجھے پانے کی سحر
بس ایک محبت ہی تھی ظالم جو برباد کر گئی
بابر علی سحر۔ سمندری
پھولوں پہ سونے والے کانٹوں پر سورہے ہیں
خاموش رہنے والے بدنام ہو رہے ہیں
محمد رضوان۔ ٹکوانوالہ
تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ سے یوں چھوٹ جائے گا
اگر مجھ کو خبر ہوئی اسے زنجیر کر لیتے
عدیل ارشد عادی۔ بھلول
وہ بھی ایک دن بنا دیکھے گزر جائے گا
کچھ سوچ کر ہم بھی اسے آواز نہ دیں گے
عبدالمنان۔ انک
کبھی نہ کبھی وہ میرے بارے میں سوچے گا تو روئے گا

کہ کوئی خون کا رشتہ بھی نہ تھا پھر بھی وفا کرتا رہا
 رئیس ساجد کاوش۔ خان بیلہ
 کسی کو ہے جنت کی چاہ تو کوئی ہے دل کے غموں سے
 پریشان
 ضرورت سجدہ کرواتی ہے عبادت کون کرتا ہے
 محمد سجاد زین۔ کوٹ اودو
 لٹکائے ہوئے رکھا ہے سولی پہ سب کو
 اس عشق سے بڑا کوئی جلاذ نہیں دیکھا
 افضل عباسی۔ راولپنڈی
 وفا وہ کھیل نہیں جو چھوٹے دل والے کھیل
 روح تک کانپ جاتی ہے خفا جب یار ہوتا ہے
 افضل عباسی۔ راولپنڈی
 گلے سے لپٹے ہیں بجلی کے ڈر سے
 میرے مولا یہ گھٹا دودن تو برسے
 غلام نبی نوری۔ کھڑیاں خاص
 آؤ اک سجدہ کریں عالم مدھوشی میں
 لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدایا نہیں
 عامر امتیاز نازی۔ سموت
 دل گمراہ کو اسے کاش یہ پتا چل گیا ہوتا
 محبت دہچی نہیں تب تک جب تک ہو نہیں جاتی
 اسد شہزاد۔ گوجرہ
 لفظوں کو زنجیر میں پروانا بہت مشکل ہے اگر
 ہم نے زمانے سے یہ ہنر بھی سیکھ لیا ہے
 محمد زبیر واصف۔ واہ کینٹ
 چہرے اجنبی ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں ہدم
 رویے اجنبی ہو جائیں تو بہت تکلف ہوتی ہے
 عمر دراز آکاش۔ جڑانوالہ
 معصوم نظر بھولا کھڑا چہرے پہ تبسم شوخ ادا
 تصور کا یہ عالم ہے وہ حسین مجسم کیا ہوگا
 مسز زبیر صائم۔ چوک سرور شہید
 رات بھر کمرے کا دروازہ اور کھڑکی کھلی رہی
 ہوا ان کے آنے کا سندیہ دیتی رہی

بشیر احمد بھٹی۔ بہاولپور
 صرف چہرے کی اداسی سے بھرا آئے آنکھوں میں آنسو
 دل کا عالم تو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں
 اشتیاق احمد۔ ارزانی پور
 چلو ڈھونڈتا ہوں کوئی ایسی وجہ کہ دل بھل جائے
 تم بن اگر پھر بھی نہ سبھل پائے تو کیا لوٹ آؤ گے تم
 اسد شہزاد۔ گوجرہ
 بے نشان منزلوں کے سفر پر نکلے گے تو جانو گے
 دلوں کے مسافر رات کو سونا کیوں بھول جاتے ہیں
 ابرار احمد۔ مگومندی
 جب جب اسے سوچا ہے دل تمام لیا میں نے
 انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا گزری
 آرنیازی۔ گوجرہ
 جب لیتی ہوں تیرا نام تو الجھ جاتی ہوں سانسوں سے
 سمجھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے ہے یا تیرے نام سے
 مسز زبیر صائم۔ چوک سرور شہید
 بہت عزیز ہیں آنکھیں میری اسے لیکن
 وہ جاتے جاتے انہیں کر گیا ہے پریم
 محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور
 شام ہوتی ہے چراغ بجھاتا ہوں
 دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے
 محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور
 کاش کے اب کے برس میں کامیاب ہو جاؤں
 تجھ کو پانے میں یا تجھ کو کھونے میں
 محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور
 کہو ان کالی گھٹاؤں سے جھوم کر آئیں
 کسی کے شانوں پر زلف حسین بکھرتی ہے
 محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور
 روز روتے ہوئے وہ کہتی ہے زندگی مجھ سے
 صرف اک شخص کی خاطر مجھے برباد نہ کر
 لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان

الجھاری ہے مجھ کو یہی نکلتا مسلسل
 وہ آہا ہے مجھ میں یا میں اس میں کھو گیا
 لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان
 کفن کی گمرہ کھول کے میرا دیدار تو کر لو
 بند ہو گئیں وہ آنکھیں جن کو تم رولایا کرتی تھی
 لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان
 مثل شیشہ ہیں ہمیں تمام کے رکھنا ایس
 ہم تیرے ہاتھ سے چھوٹے تو بکھر جائیں گے
 ساجد انصاری۔ جلاپور بھٹیاں
 ہم تو پھول کی ان پتیوں کی طرح ہیں ایس
 جنہیں خوشی کی خاطر لوگ قدموں میں بچھالیتے ہیں
 ساجد انصاری۔ جلاپور بھٹیاں
 سوکھے پتوں کی طرح کھڑے ہیں ہم تو ایس
 کسی نے سمیٹا بھی تو جلانے کے لیے
 ساجد انصاری۔ جلاپور بھٹیاں
 عارف رفتہ رفتہ تیری آنکھ جس سے لڑی ہے
 جس سے لڑی ہے وہ دور رہتی ہے
 سید عارف شاہ۔ جہلم
 ٹوٹی قبر پر بال بکھیرے جب کوئی مہ جین روتی ہے
 اکثر مجھے خیال آتا ہے موت کتنی حسین ہوتی ہے
 سید عارف شاہ۔ جہلم
 فکر معاش۔ ماتم جاناں اور تم دل
 آج سب سے معذرت کہ موسم حسین ہے
 محمد وقاص احمد حیدری۔ سہگل آباد
 دل کا روگ تھا نہ یادیں تھیں نہ ہی یہ سحر تھا
 تیرے پیار سے پہلے نیندیں بڑی کمال کی تھیں
 محمد وقاص احمد حیدری۔ سہگل آباد
 عطر کی شیشی گلاب کا پھول
 جنت کا شہزادہ خدا کا رسول ﷺ
 افغان محمود۔ رکن
 تاروں میں چمک پھولوں میں رنگت نہ رہے گی
 ارے کچھ بھی نہ رہے اگر محمد ﷺ کا میلاد نہ رہے گا

افغان محمود۔ رکن
 ادھر آسم گر ہنر آزمائیں
 تو تیرا تما ہم جگر آزمائیں
 محمد علی چھتر۔ آزاد کشمیر
 آج کیوں کوئی شکوہ یا شکایت نہیں مجھ سے
 تیرے پاس تو لفظوں کی جاگیر ہوا کرتی تھی
 محمد علی چھتر۔ آزاد کشمیر
 کن لفظوں میں بیان کروں اپنے دل درد کو علی
 سننے والے تو بہت ہیں سمجھنے والا کوئی نہیں
 محمد علی چھتر۔ آزاد کشمیر
 ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا مرنا کیا
 آج تیرے دل سے نکلے ہیں کل دنیا سے نکل جائیں
 محمد علی چھتر۔ آزاد کشمیر
 یہ شرط محبت بھی عجیب ہے وہی
 میں پورا اتروں تو وہ معیار بدل دیتے ہیں
 وقاص اینڈ شہزاد۔ گوجرہ
 آنکھوں میں حیا ہو تو پردہ دل کا ہی کافی ہے راجہ
 نہیں تو نقابوں سے بھی ہوتے ہیں اشارے محبت کے
 راجہ کامران راجو۔ کسوال
 اجالے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو
 نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
 رخسار احمد۔ کوٹھا صوابی
 کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
 تو میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کر
 شکیل خان۔ کوٹھا صوابی
 خوش رہنا بھی چاہوں تو رہ نہیں سکتا
 کیونکہ غموں نے میرے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے
 محمد عدنان۔ بہاولنگر
 میں کیا خود سے اسے نکالوں کہ لوٹ آؤ
 کیا اسے خبر نہیں کہ میرا دل نہیں لگتا اس کے بغیر
 نسیم۔ کنگن پور
 ہر روز ہم اداس ہوتے ہیں اور شام گزر جاتی ہے

شعری پیغام پیاروں کے نام

نہ کر محبت میں مجھے آزمانے کی ضد
پانی میں کبھی پتھر تیرا نہیں کرتے
اشتیاق احمد۔ ازرائی پور

جان کے نام
تیرے بنا وقت نہیں گزرتا
آجا کہ ہم ایک ہو جائیں
ریاض احمد۔ لاہور

کسی اپنے کے نام
تجھ کو خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا مجھے
ہم چپکے چپکے تجھ پر کئی بار مر گئے
محمد اسحاق انجم۔ گلشن پور

اسد شہزاد کے نام
یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لےجے
اک آگ کا دریا ہے اور ذوب کے جانا ہے
راجہ ارشد۔ منڈی بہاؤ الدین

مرید عباس کے نام
دن مہینے سالوں کا حساب نہیں آتا مجھے
ہمیشہ سے ہمیشہ تک تمہارا ساتھ چاہیے
عبادت علی۔ ڈی آئی خان

کسی اپنے کے نام
اگر جدائی کی خبر ہوتی تیرے پیار سے پہلے
میں مرنے کی دعا کرتا تیرے دیدار سے پہلے
محسن عزیز حکیم۔ کوٹھ کلاں

عدنان عاشق کے نام
اب اپنی یاد کی خوشبو بھی ہم سے چھینو گے
کتاب دل میں یہ گلاب تو رہنے د
اختر علی۔ ابلی

کسی اپنے کے نام
شکوہ کریں تو کس سے بے وفائی کا
شوگرگی اپنوں سے غیروں سے گلے کیلے کریں
محمد اسحاق انجم۔ گلشن پور

رخن زبیر کے نام
یہ شکوہ بے وجہ ہے یہ تو دستور چاہت ہے
کہ جو محبوب ہوتا ہے ذرا مغرور ہوتا ہے
محمد زبیر صائم۔ چوک سرور شہید

کسی اپنے کے نام
تم نے زمانے کے ڈر سے دوست ہمیں چھوڑ دیا
ہم بھی تو دنیا والوں کی ہر بات گوارا کرتے ہیں
محمد اسحاق انجم۔ گلشن پور

کسی اپنے کے نام
چاند کی سمت جو دیکھا ساغر

صدا حسین صدا کیلا کے
دل کی دھڑکن توقف ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی
رانا بابر علی ناز۔ لاہور
دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
پرنس عبدالرحمن مجر۔ مین رانجھا۔
ساری زندگی تجہائیوں کی نظر ہو گئی
تمام عمر غموں میں بسر ہو گئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
خوشیاں ملی تو دکھوں کو خبر ہو گئی
عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ
لذت گناہ کی خاطر باری تھی جس نے جنت ہادی
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے
مریز بشیر گوندل گوجرہ
اس نے سمجھائی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا
تزیلہ حنیف ملہ جوگیاں
کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
قمر اعجاز گوندل گوجرہ
میں جہدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بیوفاؤں کو معاف نہیں کرتا
غلام فرید جاوید۔ حجرہ شاہ مقیم
ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں کوئی پھول سجائی ہوگی
رائے اطہر مسعود آکاش
میرے وعدوں کو اس نے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اس نے جذبات سمجھا
گزری جب اس کی گلی سے لاش میری
اس پتھر دل نے اسی کو بھی بار بار سمجھا
غلام عباس ساغر لنگرائے

اک روز شام اداس ہوگی اور ہم گزر جائیں گے
اختر علی۔ صوابی
میں نے پوچھا ہے تجھے تیری عبادت کی ہے
تجھ کو چاہا ہے نصنم تم سے محبت کی ہے
عبادت علی۔ ڈی آئی خان
تو اشک بن کر میری آنکھوں میں ساجا
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں
جو نیازی رہے خواب میں آئے سے بھی غائف
آئینہ دل میں اسے موجود ہی دیکھوں
اسد شہزاد۔ گوجرہ
آنکھوں کی طرح راز ہے کھلتا بھی نہیں
وہ سلاب بھی بن جاتا ہے دریا بھی نہیں
اس شخص کے پہلو میں سکون کتنا ہے
جب کہ گر جائیں مندر نہیں کعبہ بھی نہیں وہ
عائشہ رحمن۔ کبیر والا
تیرے حسن کا روپ چھانک گیا پھولوں کی خوشبو میں
مت چھپا اپنا چاند سا چہرہ اپنی کالی زلفوں میں
سید عارف شاہ۔ جہلم
زندگی کے حسین سفر میں انسان بدل جاتے ہیں
ساتھی دامن چھڑاکے کہیں دور نکل جاتے ہیں
محسن عزیز حکیم۔ کوٹھ کلاں
کون کہتا ہے تیری چاہت سے بے خبر ہوں
بستر کی ہر شکن سے پوچھو کیسے گزرتی ہے رات
محسن عزیز حکیم۔ کوٹھ کلاں
مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
مرزا عامر نوید۔ منڈی بہاؤ الدین
اسی کا شہر وہی مدی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا
تزیلہ حنیف ملہ جوگیاں
یوں تیری چاہتیں سنہال رکھی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی

اپنے ارمانوں کا سفر یاد رکھو
محمد اسحاق انجم۔ لکھن پور

رخن زبیر صائم کے نام
بڑی طلب ہے تیرے دیدار کی بے چین نگاہوں کو
کسی دن چلے آؤ ان آنکھوں میں رات کا خواب بن کر
محمد زبیر صائم۔ چوک سرور شہید

شہزادہ عالمگیر کے نام
جب شام ہوتی ہے تو سب چراغ گل کر دیتا ہوں
اک دل ہی کافی ہوتا ہے تیری یاد میں جلنے کیلئے
سید عارف شاہ۔ جہلم

اسد شہزاد کے نام
تو اشک ہی بن کر میری آنکھوں میں سما جا
میں آئینہ دیکھوں تو تراکس بھی دیکھوں
جو نیازی رہے جواب میں آنے سے بھی خائف
آئینہ دل میں اسے موجود ہی دیکھوں
آر نیازی۔ گوجرہ

اسد شہزاد کے نام
ملے تو ہزاروں لوگ تھے زندگی میں
تم سب سے الگ تھے جو دل میں اتر گئے
آر نیازی۔ گوجرہ

جان لی کے نام
نکال اب تیرے سینے سے جان پر عالم نکلے
یہ جان نکلے تو دل نکلے تو تو نکلے
ویم پر دیسی۔ مگومندی

نصیب کے نام

چوم کر کفن میں لپٹے میرے چہرے کو اس نے یوں
ترب
نئے کپڑے کیا پہن لیے کسی کو دیکھتے بھی نہیں
اسد شہزاد۔ گوجرہ

نیلیم شہزادی کے نام
اپنے آنچل پر ستاروں سے میرا نام نہ لکھو
جیسا ہمسفر ہوں تیرا اپنی آنکھوں میں بسالے مجھ کو
محمد حسن ساغر۔ عارفوالا

اخلاق چاچا کے نام
دل کرتا ہے ہر پتھر پر لکھو آئی مس یو
اور وہ سارے پتھر ماروں آپ کو
تاکہ آپ کو یہ احساس ہو جائے
کہ آپ کی یاد کتنا درد دیتی ہے
باباجان۔ کراچی

اپنی جان کے نام
کوئی الزام لگا کر تو سزا دی ہوتی
پھر میری لاش سرعام جلادی ہوئی
اتنی نفرت تھی تو پیار سے دیکھا کیوں تھا
مجھے پہلے ہی میری اوقات بتادی ہوئی
افضال احمد عباسی۔ راولپنڈی

تمام مسلمانوں کے نام
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات
شفیق اقبال۔ کرک

این کے نام
میرے فراق کے لمحے شمار کرتے ہوئے
لکھ چلے ہیں تیرا انتظار کرتے ہوئے

جنوری 2014

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام خوفناک ڈائجسٹ 190

تمہیں خبر ہی نہیں ہے کہ کوئی لوٹ گیا
محبوبوں کو بہت پائیدار کرتے ہوئے
عامر امتیاز باری۔ کلر سیدال

طارق علی شاہ کے نام
فرصت ملے تو پوچھ لے سبھی ان کا حال بھی
جو لوگ جی رہے ہیں تیرے پیار کے بغیر
اے۔ کراچی

محمد یوسف کے نام
یہ کون سی منزل ہے یہ کون سا مقام ہے
آنکھوں میں کوئی چہرہ ہونٹوں پر کوئی نام ہے
مجید احمد جانی۔ ملتان

اپنی جان کے نام
وہ رات درد اور تم کی رات ہوگی
جس رات رخصت ان کی بارات ہوگی
اٹھ جاتے ہیں یہ سوچ کر ہم نیند سے اکثر
اک غیر کی باتوں میں میری ساری کائنات ہوگی
سراج خان۔ کرک

مسز تانیہ افضل کے نام
دوست تو رخصت ہو جاتے ہیں
یہ دوستی کے پل ہمیشہ یاد آتے ہیں
بھول جانا تو انسان کی فطرت ہے
کچھ دوست یادوں میں بس جاتے ہیں
فیض اللہ مجاور۔ دربارنجی سرور

آر کے نام
تم آؤ گے یقین ہے اے جاناں
کیا تم میری امید توڑ دو گے
عامر امتیاز نازی۔ سموٹ

ایس اے کے نام
میری بے بسی کو دیکھ کر یونہی چھوڑ گیا
وہ شخص جو فاصلوں سے بڑھ کر پیارا تھا مجھے
بابر علی سحر۔ سمندری

ایس اے کے نام
ہم سہہ نہیں سکتے تیری آمد کا ملال
جانناں سے کہہ دو کہ عمر بھر رہے
بابر علی سحر۔ سمندری

ایس اے کے نام
وہ مل کر بھی ایسے ملا کہ مل نہ سکا
اے کاش کہیں خبر ہوئی مجھے ایسے کینوں کی
بابر علی سحر۔ سمندری

کسی کے نام
تو ہی مجھے مل جائے یہ ہی کافی ہے
میری ہر سانس نے یہ ہی دعا مانگی ہے
جانے کیوں کچھا جاتا ہے دل تیری بی جانب
تو نے بھی مجھے پایا۔ کی دعا مانگی ہے
سید عارف شاہ۔ جہلم

منور شہزاد کے نام
بس ایک خواہش ہے کہ تجھ خود سے بھی زیادہ چاہوں
میں رہوں نہ رہوں تجھے میری وفادار رہے
محمد سجاد زین۔ کوٹ ادو

نعمان قریشی کے نام
یہ جو میری جان لگی ہے نہ اے نومی
یہ تیرا صدقہ دیا ہے تیری نظر اتاری ہے
عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

جنوری 2014

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام خوفناک ڈائجسٹ 191

ایک مان ہے ارمان رہے گا
عید پہ ملنے آجانا احسان رہے گا
محمد رضوان۔ گکوالہ

نسیم انجم کے نام
تم پوچھو اور میں نہ بتاؤں ایسے تو حالات نہیں
ایک ذرا سا دل ٹوٹا ہے اور کوئی بات نہیں
محمد اسحاق انجم۔ گنگن پور

کسی اپنے کے نام
اپنی خواہشوں کو کر لیا اپنے ہی دل میں دفن میں نے
یہ میرا دل نہیں میری حسرتوں کا قبرستان ہے کرن
کشور کرن۔ پتوکی

اسحاق انجم کے نام
مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آنے سکوں
اے کیو۔ گنگن پور

نسیم کے نام
جب حیرت یاد آئے آنکھیں پر غم کر لیتے ہیں
اس طرح اپنے غموں کو کم کر لیتے ہیں
محمد اسحاق انجم۔ گنگن پور

قارئین کے نام
کچھ کر لو اگلے جہاں کے لیے اس فلک کے نیچے
پھر قیامت تک سونا ہے اس خاک کے نیچے
سید عارف شاہ۔ جہلم

کسی اپنے کے نام
بے وفا نہیں تھا تو نہی بدنام ہو گیا شام
ہزاروں چاہنے والے کس کس سے وفا کرتا

بیوقوفوں کے نام
روؤں تو کیسے دنیا بنے گی تھا پیار جھوٹا یہی کہے گی
شکوہ نہیں کچھ ان سے ہم کو پھر بھی چھین دل میں
سدا رہے

محمد علی کے نام
عشق تو دوست کا بخارہ ہے اسے کیا فکر اے علی
تھو گھر بار والے ہو تم تو ہوش کرو
عدنان عاشق پریم۔ گوجران

ایس کے نام
یوں تو کوئی بھی تنہا نہیں ہوتا
چاہ کر کوئی کسی سے جدا نہیں ہوتا
محبت کو مجبوری ڈوبتی ہے ایس
ورنہ کوئی خوشی سے بے وفا نہیں ہوتا
ریس ساجد کاوش۔ خان بیلہ

ندیم اکبر کے نام
آغاز جوانی ہے ذرا جھوم کر چلتے ہیں
لوگ سمجھتے ہیں کچھ پی کر نکلے ہیں
محمد علی۔ چھتر وہ

کسی اپنے کے نام
نہ پوچھ حال کسی بھی اداس چہرے کا
ہر ایک شخص کی اپنی الگ کہانی ہے
ہر ایک شخص کو اپنا بنا کے دیکھ لیا
ملیں گے اب نہ کسی سے یہ دل میں تھلنی ہے
محمد اسحاق انجم۔ گنگن پور

اسد ایند علی کے نام

پردیس شاہد علی شام۔ چچہ وطنی

عائشہ کے نام
پوچھا تو کسی اور کے ہونے لگے ہو گیا
شکر کے بولے پہلے تمہارے تھے کیا
محمد وقاص احمد حیدری۔ سہگل آباد

انوش کمار ساگر کے نام
کیوں کرتے ہو اتنا دل یہ ستم بھری
یاد کرتے نہیں تو یاد کیوں ہو
وقاص وحی۔ گوجرہ

راناعلی ضا کے نام
محبت کرنا گناہ نہیں ہر کی جائے اصول سے
خدا نے بھی محبت کی تھی اپنے رسول ﷺ سے
راجہ کامران حیدر کسول

فاریہ نسیم کے نام
مہندی رنگ لاتی ہے سوکھ جانے کے بعد
کوئی کسی کو یاد آتا ہے دور جانے کے بعد
غلام نبی نوری۔ کھڈیاں خاص

یاسمین کے نام
ہم نہ ہے تو ہماری یادیں بھی کریں گی تم سے وفا
تم بہ نہ سمجھنا کہ ہم دوست تھے کچھ دنوں کے لیے
لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان

محمد فیاض غوری کے نام
سفید ورق پر بنا کارٹون تھا میں
اے دوست تیری محبت نے رنگ بھر دیے
نیر احمد بھٹی۔ بہاولپور

انقیدہ مریم عامر کے نام
اگر کبھی جی میں آئے تو آزمائنا دوست
لو بھی دیں گے چراغوں میں جلانے کے لیے
راجہ ارشد۔ منڈی بہاؤ الدین

راج کمار کے نام
تمہاری زندگی میں ایک روز ایسا بھی آئے گا
ہماری یاد تو ہوگی مگر ہم نہیں ہوں گے
اسد شہزاد گوجرہ

بھائی علی عمران کے نام
ہمیں تو اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا
محمد عدنان۔ بہاولنگر

یاسمین کے نام
تم بن کٹ نہ سکے گا اندھیروں کا یہ سفر
اب رات ہو چلی ہے میرا ہاتھ تھام لو
لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان

یاسمین کے نام
خیال تیرا ہے سانس جیسا
جو یہ نہ آئے تو مرنے جاؤں
لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان

ایس کے نام
حسرتیں بے قیاس ہوتی ہیں
چہرے غم شناس ہوتے ہیں
جن چہروں پر مسکراہٹ ہو
وہی دل اداس ہوتے ہیں
سید سلطان گیلانی۔ کوٹلی آزاد کشمیر

دعا ہے میری سب سے خوبصورت ہو مقدر آپ کا
افغان محمود رکن سخی

عدنان عباسی کے نام
کوئی الزام لگا کر تو سزا دی ہوتی
پھر میری لاش سر بازار جلادی ہوتی
اتنی نفرت تھی تو پھر پیار سے دیکھا کیوں تھا
مجھے پہلے ہی میری اوقات بتادی ہوتی
افضل عباسی۔ راولپنڈی

انیلہ شہزادی کے نام
کھلنے والا پھول خوشبو دے آپ کو
لنگنے والا سورج روشنی دے آپ کو
ہم کیا دے سکتے ہیں آپ کو
دینے والا زندگی دے آپ کو
طاہرہ سلیم۔ منڈی بہاوالدین

مس شبانہ کے نام
سپنوں سے دل لگانے کی عادت نہیں رہی
اب ہر وقت مسکرانے کی عادت نہیں رہی
یہ سوچ کر کہ اب کوئی منانے نہیں آئے گا
ہمیں اب روٹھ جانے کی عادت نہیں رہی
راجہ ارشد۔ منڈی بہاوالدین

کسی اپنے کے نام
چاہت تو آج بھی ہے ان کے لیے
قسمت کے ہاتھوں مجبور ہو گئے ہم
دیکھی جو اپنے لیے ان کے بے رخی آر
ہم ان کی خوشی کے لیے ان سے دور ہو گئے
راجہ ارشد۔ منڈی بہاوالدین

راحیلہ عالم کے نام
کانٹوں کے بدلے پھول کیا دو گے
آنسوؤں کے بدلے خوشی کیا دو گے
ہم چاہتے ہیں آپ سے عمر بھر کا ساتھ
ہمارے اس سوال کا جواب کیا دو گے
راجہ ارشد۔ منڈی بہاوالدین

ایس کے نام
تیرے ہونٹوں کی مسکراہٹ کبھی نہ جائے
تیری پلکوں پر آنسو کبھی نہ آئے
تیری راہ میں پڑے ہوں کانٹے جو
میں ہاتھ رکھوں اور تو گزر جائے
ریش ساجد کاوش۔ خان بیلہ

مہراں احسن کے نام
نہ صنم کے رہے نہ وصل کے رہے
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
جسم کے اتنے ٹکڑے ہوئے
نہ مکفن کے رہے نہ دفن کے رہے
افغان محمود رکن سخی

ایس امتیاز احمد کے نام
کاش خوشیوں کی کوئی دوکان ہوتی
ہم کو بھی اس کی پہچان ہوتی
خرید لیتا تمام خوشیاں آپ کے لیے
چاہے اس کی قیمت ہماری جان ہوتی
کامران احمد۔ منڈی بہاوالدین

ساجد ساجی کے نام
جنت کے محلوں میں ہو گل آپ کا
پھولوں کی وادی میں ہو شہر آپ کا
ستاروں کے آنگن میں ہو گھر آپ کا

غزلیں و نظمیں

تیرے نام

بہت دلوں کی بات ہے
نفا کو یاد بھی نہیں
یہ بات آج کی نہیں
نجانے کیوں چل پڑا
میں اپنے گھر سے چل پڑا
کسی نے مجھے کو روک کر
بڑی ادا سے ٹوک کر
کہا کہ لوٹ آئے
میری قسم نہ چاہیے
میں گھر کو واپس آ گیا
جو خیال تھا وہ پا گیا
وہ جو مجھ سے دور تھی
لیکن میری ضرورت تھی
اک حسین شام کو
میں چل پڑا سلام کو
کلی کا رنگ دیکھ کر
نئی ترنگ دیکھ کر
مجھے بڑی خوشی ہوئی
میں کچھ اسی خوشی میں تھا
کہ کسی نے مجھ سے یہ کہا
پرائے گھر سے چاہیے
میری قسم نہ چاہیے
میری قسم نہ آئے
جا رہا ہوں گھر چھوڑ کر
نہ جانے جاؤں گا کدھر
کوئی نہیں جو روک کر
کوئی نہیں جو ٹوک کر
کہے کہ لوٹ آئے
میری قسم نہ چاہیے

خزاں اسی کا نام ہے

آؤ، اک بار صرف میرے لیے
بتاؤں تمہیں کہ خزاں کیا ہے؟
جب پچھڑے ہیں اپنوں سے
جب ذبات کسی کے مجرد ہوتے ہیں
دل کسی کا اپنے جیروں تلے کوئی
کچل کر گزر جاتا ہے
جب بن برسات آنکھوں سے آنسو برستے ہیں
چدا کی وصال کے انتظار میں روتی ہے
تو راہوں میں پڑے سوکے جیروں کے پتے
یہ بات سمجھاتے ہیں
خزاں اسی کا نام ہے
خزاں اسی کا نام ہے
دانش اینڈ عابد حسین گل،
باشیانوالہ

دعا مانگتے ہیں

کچھ اور تو اللہ سے نہیں چاہتے ہم
تم سے جدا نہ ہوں یہ دعا مانگتے ہیں ہم
اس میں جہاں سے ڈرنے کی کیا بات ہے
ہم ہر جگہ یہ کہیں گے تمہیں چاہتے ہیں ہم
تم سے جدا نہ ہوں یہ دعا مانگتے ہیں ہم
گنا ہے یوں کہ جھیل کی گہرائی کچھ نہیں اب جاناں
ان کے حسین آنکھوں میں جھانکتے ہیں جب بھی ہم
مانگے اگر جان بھی تو حاضر ہے اے میری جاناں
عابد ان کی کوئی بات ٹالتے نہیں ہیں ہم
تم سے جدا نہ ہوں صنم یہ دعا مانگتے ہیں ہم
عابد حسین گل، باشیانوالہ
گزر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن
بہت اداس بہت بے قرار گزرے گی
دن بھر کے ہنگاموں سے بھل جاتا ہے دل
شب تنہائی میں تیری یاد ستاتی ہے

شاہد محمود دانش، باشیانوالہ

تیرے نام

تیرے بغیر مجھے چین آتا نہیں ہے
کیا کروں تیرے سوا کوئی مجھ کو بھاتا نہیں
رات دن تیری یاد میں تڑپتا رہتا ہوں
کوئی مجھ کو سمجھاتا نہیں
بھر دنیا میں تنہا ہوں میں
تیرے سوا کو مجھ کو نظر آتا نہیں
بہت کوشش کی ہے بھول جاؤں تم کو
کیا کروں تیرا خیال دل سے جاتا نہیں
تیرے پیار میں ایسا ڈوبا ہوں اب
اب تیرے سوا کوئی مجھ کو بھاتا نہیں
عابد حسین گل، باثیانوالہ

غزل

یاد آ کر میں کیسے تجھے صدا دیتے
تو مل بھی جاتا تو آخر تجھے گنوا دیتے
تم ہی نے ہم کو نہ بتایا دکھ اپنا
دعا وہ کرتے کہ آسمان ہلا دیتے
ہمیں یہ زعم رہا کہ اب کہ پکاریں گے
انہیں یہ ضد تھی کہ ہر بار ہم صدا دیتے
وہ تیرا غم تھا یا تاثیر میرے لہجے کی
کہ جسے حال سناتے اسے رلا دیتے
تمہیں بھلانا ہی اول تو دست راس میں نہیں
جو اختیار میں بھی ہوتا تو کیا بھلا دیتے
ہم اپنے بچوں سے کیسے کہیں کہ وہ گڑیا
ہمارے بس میں ہوتی تو لا دیتے
تیری ساتھیوں کو تاہم کونسا وحشی
وہ کچھ نہ کہے مگر ہونٹ تو ہلا دیتے
وحشی شاہ، پٹنہ، خانیوال

غزل

بنا ہیں وعدے تیرے میں مانتا ہوں
مگر مجھ میں یی میری حسرتوں کا کمال تو دیکھ
تو راہ گزر کی موجوں پہ کیسے بکھرا ہے
ساحل کے سہیوں پہ کوئی نام تو دیکھ
کوئی دو لفظ تو لکھ دے اس بد نصیب کے نام
میں نے چاند کی پلکوں پہ تمہارا نام لکھا تھا
یہ لفظوں کی وسعت میرے کام ہے کس کی
میں لکھتا ہوں جس کیلئے وہ پڑھتا بھی کب ہے
میرے دل کی دستوں میں ساکتے نہیں جو لوگ
نہ جانے مصور ان کو ڈھونڈ لیتا ہے کہاں کہاں سے
کس سے سیکھا ہے تم نے یہ انداز بیاں ناصر
لفظ لفظ سے اشارہ فقط دید کا ملتا ہے
ساحل کے بہتوں پہ کس کس کے نام لکھوں
پیار نسیم میں کچھ محبوب بھی آتے ہیں
صبح کا ڈب کی تنانے ڈوبیا نہیں تھا سفید میرا
ناصر وہ وقت کی ہوا تھی جو لے اڑی آچل میرا
ایم اسحاق ناظر گل، خانیوال

غزل

یاد آ کے رہ گئے ہیں زمانے وفاؤں کے
شعلے جگا کے چلی دیئے جھوٹے ہواؤں کے
ہر اک دم پر کتنی دوراں کی دھوپ تھی
تھے ہم بھی اس گلی میں طلب گار چھاؤں کے
کرتے رہے جو چاند ستاروں کی راہبری
کچھ منتظر ہیں ان ہی رہنماؤں کے
سرزمین میں پڑے ہیں تیری زلف کے بھور
ہر دلی سرزمین پر نشان تیرے پاؤں کے
بے چارگی زیت کا دامن نہ پھر سکا
ہم نے لا دیئے ہیں خزانے دعاؤں کے
تجدید ذوق ساغر و مینا کی بات کر تصور
بدلے ہوئے ہیں رنگ چمن کی فضاؤں کے
سید تصور شاہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ

غزل

تو نے نہیں جانا کہ میں دنیا سے کیسے بیگانہ ہوا
فرحت تیرے جلووں کی خطا تھی کہ میں دیوانہ ہو
اے بلبل شور نہ کر یہاں میرا محبوب سوتا ہے
تم تو اڑ کر چلی جاتی ہو وہ مجھ سے ناراض ہوتا ہے
تم میرے خوابوں میں میرے خیالوں میں آتے ہو
تمہیں بھتا بھولوں تم اتنا ہی یاد آتے ہو
سید تصور شاہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ

نظم

اس عید پر بھی اس نے
مہندی لگائی
چوڑیاں پہنیں
نچھرا سجا یا
کا بل بھی آنکھوں میں لگایا
سب کچھ ہی تھا
لیکن پھر بھی کوئی کی تھی
میں نے سنا ہے
ایس کی آنکھوں میں نمی تھی

احسان دانش، راولپنڈی

جواب رفعت آرا کو

جب تم نہیں آؤ گے ہم کچھ نہیں کر پائیں گے
تم ہم پر ظلم کرو گے ہم کچھ نہیں کر پائیں گے
کرد اعتبار میری قسموں کا ہم تمہارے ہیں ہم تمہارے ہیں
میرے بعد کس کو ترپاؤ گے پر ہم کچھ نہیں کر پائیں گے
آج بھی تمہیں کہتا ہوں کہ لو وفا تم مجھ سے
کب تم مجھے پکارو گی جب ہم مر جائیں گے
ضدی قسم خدا کی پھر ہم کچھ نہیں کر پائیں گے
غلام شبیر ضدی، عید گاہ

غزل

کسی کو کیا ملا بات ہے تقدیر کی

کون کرتا مثال پوری رانجا اور ہیر کی
مل کر تمہیں جاتے ضرور بات ہے ضمیر کی
وہ دیکھو جا رہی ہے میت شبیر کی
غلام شبیر ضدی، عید گاہ

عشق کنارے

بیٹھے ہیں عشق کنارے
زندگی جیتے ہیں تیرے سہارے
تیرے ہوتے ہوئے کوئی غم نہیں
لوگ یونہی طعنہ دیتے تھے
کہ میرا کوئی صنم نہیں
تم اس دل میں رہتے ہو
بے چین دھڑکن بن کر
بے اختیار باتیں سنا کر
اس دل کو دھڑکا تے ہو
لیکن کب تک رہے گی
یہ کیفیت؟
بھول بھلیاں!

تیرا پیمان وفا مرزا!
سارے خواب بچے ہیں
گردہ پورے ہوں
ہر زندگی کا میاب ہے
گر زندگی میں
وفا دار سا جن ہو
شوق کی پرکاری میں
تم سراپا ناز ہو
تم گل گزار ہو
تم میرا عکس ہو
سنا ہے گلشن کا باغبان

تم پر مرثا
جب تم گئی تھی سیر گلشن کو
اے جان جاناں!

یہ بھی کیا دن ہیں کہ
ہم تم سر دھوپ پیٹکتے ہیں
ہم اپنی دھن میں
بیٹھے ہیں عشق کنارے
زندگی جیتے ہیں تیرے سہارے

عدنان سحر احمد بگر

میری داستان

اس برس بھی عید گزر گئی ہر سال کی طرح
تیرا نام میرے لب پہ اک سوال کی طرح
لوگ عید ملتے رہے پر مجھے کیا ہوش تھا
تیری یادوں نے گھیرے دکھا اک چال کی طرح
مستقبل میں بھی دوستو مجھے کوئی عید نظر نہیں آتی
میرا ماضی بھی اداس تھا میرے حال کی طرح
ہلال عید کیا ہے اک تلوار ہے تیز دھار
اور تیری یاد بھی ہے عید کے ہلال کی طرح
ہلال عید بھی سیدھا میرے دل میں اتر گیا
واقف تھا رستے سے تیرے خیال کی طرح
مار ڈالا خود کو بھی اس عید پر کہ تو آئے
میری یہ چال بھی ناکام رہی ہر چال کی طرح
زخم گہرا دیا ہلال عید نے مگر راز
مسکرا کے ملے ہر کسی سے کمال کی طرح
ارم الطاف خان، ملتان

کسی اپنے کے نام

فرصت میں اوپر والے کو دھیان جب آیا تیرا
چاند کی کرنیں گوندھ کے اس نے جسم بنایا تیرا
شانے تیرے چاندی چاندی زلفیں سونا سونا
چور بنا دیتا ہے سب کو یہ سر ملایا تیرا
کبھی گیا وہ میں ہی لپٹا ہوں تیرے قدموں سے
قطرہ قطرہ پکھل رہی تھی برف میرے اندر کی
سردی نے جس رات بدن مجھ کو پہنایا تیرا
ان میں ڈوب کے بھی میں نے کوئی مجید نہ پایا تیرا

مکلوں مکلوں ہوئے دانش کچھ اور بھی اس کے چہرے
شہر کے لوگوں سے جب اس نے پیار چھپایا تیرا
احسان دانش، راولپنڈی
باتوں باتوں میں کر گیا اقرار وہ انہی
لے گیا میرے دل کا قرار وہ انہی
اب تو آئی نہیں نیند راتوں کو
ایسا کر گیا ہے جادو یار وہ انہی
پہلے گوارہ نہ تھا اس کو ہمارا چال چلن
آج حسن ادا سے کر گیا دیدار وہ انہی
میرے خیال وہ دم دگماں سب کچھ ہے اس میں گم
ایسا جادوگر ہے میرا یار انہی
مست رہا اس کے پیار میں میں لیکن
بے وفا کا بعد میں پتہ چلا کہ کتنا پالباڑ ہے وہ انہی
وقاص اقبال، گجرات

تیری تعریف

تم اتنی خوبصورت ہو
کہ میں کہہ نہیں سکتا
تم اتنی حسین ہو
کہ تمہیں دیکھیں بن رہے نہیں سکتا
تمہیں ذرا سی بھی چوٹ لگے
پیشیں سہ نہیں سکتا
تمہیں نہ دیکھوں تو حالت ہو جائے میری

کچھ ایسی

کہ جیسے لہروں کے بغیر سمندر بہہ نہیں سکتا
میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں اے کاش مگر
بے بس ہوں کہہ نہیں سکتا

جلیل بکھر، سکھانیاوالہ

غزل

غم چھپانے کی عادت ہے دوستو
مجھ کو مسکرانے کی عادت ہے دوستو

غلوں کے سائے ہی ہر طرف احسان
جن سے بچانے کی ضرورت ہے دوستو
چھین لے سب کچھ تو بھی چپ رہوں گا
سب کچھ سننے کی عادت ہے دوستو
جس جگہ ہم تم ملے تھے کبھی ایس صم
اس کو یاد کرنے کی عادت ہے دوستو
ملتان تھا وہ بھی کبھی پل پل کے فرق سے
رفتہ رفتہ یہ فرق سالوں میں آ گیا دوستو
ہر زخم کو سینے میں سا لیتے ہیں احسان
ہر دور کو دل میں بسانے کی عادت ہے دوستو
ایس احسان علی قریشی، گجرات

کچھ کھٹا میٹھا

مٹلے بیٹھے تھے جا کے ریل میں
ہو رہی تھی ریل ریل پل ریل میں
عشق کی بازی کر نفا ہے سازگار
ہو اگر اچھا سا چہرہ ریل میں
آنے سائے بیٹھے ہیں وہ احسان
ہو رہا ہے اکھٹا ریل میں
حسن اور عشق کا اتوار بازار
دوستو ہم نے دیکھا ہے ریل میں
تم قلی سے تعلقات بہتر رکھو
اگر کبھی نہیں ہو رکھ ریل میں
ماتے چاہے تاتے سبھی ہیں پاس شدہ
جا رہے ہیں مفت کراچی ریل میں
ایس احسان علی قریشی، گجرات

غزل

کبھی آنکھوں سے آنکھیں ملایا کرو تم بھی
کبھی اپنے سینے سے ہمیں لگایا کرو تم بھی
ہر وقت خفا رہنا کوئی اچھی بات نہیں
کبھی مسکرا کر ملا کرو ہم سے تم بھی
صرف بھی تمہیں یاد کر کے روئے ہیں
کبھی ہماری یاد میں دو بھی لیا کرو

محبت میں اتنی دوریاں اچھی نہیں ہوتی صم
کبھی میرے سپنوں میں آیا کرو تم بھی
زخم بے شمار ہیں ہمارے دل میں صم
کبھی ان زخموں پر مرہم لگایا کرو تم بھی
ضمیر حسین، خیرود بہت

پردیسی

وہ خواب تھا بکھر گیا خیال تھا ملا نہیں
مگر دل کو کیا ہوا یہ کیوں بیٹھا پتہ نہیں
ہر ایک دن اداس تمام شب اداسیاں
کسی سے کیا بچھڑ گئے جیسے کچھ بچا نہیں
کل کو نلنے کی آس رہنے دو
زندگی کی باقی پیاس رہنے دو
اپنی خوشیاں سمیٹ لو جانان
مجھ کو یونگی اداس رہنے دو
محمد نوید چھبیر، چکوال

غزل

تیرے میرے درمیان یہ فاصلے ہیں آگے
ہر طرف نفرت کے بادل ہیں چھا گئے
میں عمر بھر جس کو دیتا رہا مٹھاس
آج وہ اپنے ہاتھوں سے زہر پلا گئے
قتل کر کے میرا وہ گہرا کیوں گئے
محبت جگانے دل میں پھر میت پہ آگے
جو عمر بھر مجھ کو دیتے رہے زخم جو
قبر پہ پھول دکھ کر پھر مرہم لگا گئے
آج میری روح خوش ہو رہی ہے
وہ دوستی نہیں تو دشمنی بھا گئے
تیری جان گئی تو کوئی غم نہیں اے ناصر
لیکن تجھے جدائی کا طریقہ سکھا گئے
ناصر علی، فیصل آباد
کہتے ہو کہ پھڑے کوئی مدت نہیں گزری
لگتا ہے کبھی تم نے کیلنڈر نہیں دیکھا
جو برسوں رہا خیالوں میں وہ ملا تو سر بازار ملا

میں ہاتھ بڑھا کر کھڑا رہا وہ پاگل کہہ کے چلا گیا وہ دل ہی کیا تیرے ملنے کی جو دعا نہ کرے میں تجھ کو بھول کر زندہ رہوں خدا نہ کرے رہے گا ساتھ تیرا پیار زندگی بن کر یہ اور بات میری زندگی وفا نہ کرے یہ ٹھیک ہے نہیں مرنے کوئی جدائی سے خدا کسی کو کسی سے جدا نہ کرے

ناصر علی، فیصل آباد

غزل

دور جائے گا تو پھر اور بھی یاد آئے گا فاصلے قرب کی بنیاد ہوا کرتے ہیں

ڈاکٹر علی جان بروہی، سانگھڑ
نہ وہ اقرار کرتا ہے نہ وہ انکار کرتا ہے ہمیں پھر بھی گماں ہے وہ بھی سے پیار کرتا ہے منڈیوں سے کوئی مانوس سی آواز آتی ہے کوئی تو یاد ہم کو بھی پس دیوار کرتا ہے یہ اس کے پیار کی باتیں فقط قصے پرانے ہیں بھلا کچھ گھڑے پر کون دریا پار کرتا ہے ہمیں یہ دکھ کہ وہ اکثر کئی موسم نہیں ملتا مگر ملنے کا وعدہ ہم سے وہ ہر بار کرتا ہے حسن راتوں کو جب سب لوگ شیخی نیند سوتے ہیں تو اک خواب آشنا چہرہ ہمیں بیدار کرتا ہے

ڈاکٹر علی جان بروہی، سانگھڑ
ملاحوں کو الزام نہ دو تم سالہ والے کیا جانو یہ طوفان کون اٹھاتا ہے یہ کئی کون ڈیوتا ہے

ڈاکٹر علی جان بروہی، سانگھڑ

غزل

اپنی جانب اک نگاہ مہرباں اچھی لگی اک لڑکی لڑکیوں کے درمیان اچھی لگی کیا بتائیں ہم جو پوشیدگی میں حسن ہے لاکھ پردوں میں وہ جان جال اچھی لگی

چاند سا چہرہ اور زلفوں کی گھٹا اچھی لگی پیلوں سے نازک ہاتھ اور مشرقی حسن تمام کر خوشبو کا آئینل میزبان اچھی لگی محفل میں رونق تھی تو اس کے دم سے جب وہ محفل سے گئی تو محفل کہاں اچھی لگی

ایاز نعیم ایازی، شملہاری
پریت میں وہی سانسے جھیلن بھی مکاں بھی ہر سمت سے اٹھتا ہوا یادوں کا دھواں بھی پگھڑی پہ گزرتے ہوئے لحوں کی خاموشی خاموشی میں آئندہ کی آواز نہاں بھی بیڑوں تلے تنہائی کے بکھرے ہوئے بچے پتوں کے کناروں پہ اداسی کے نشان بھی بچے ہوئے جبر نے پہ ہیں ٹھہری ہوئی آنکھیں ٹھہری ہوئی آنکھوں میں کوئی خواب رواں بھی سورج کے تعاقب میں نکل آئے تھے ہم لوگ اب جائیں کہاں یار اندھیرا ہے یہاں بھی

ایاز نعیم ایازی، شملہاری

میر انصیب

بچے سہانے سہانے ہیں میں نے کہ مگر ریت پر بنائے ہیں میں نے تمہیں جان و دل سے اپنا بنا کر غم زندگی کے بڑھائے ہیں میں نے خوشیاں جہاں بھر کی دے کر تجھے تیرے غم گلے سے لگائے ہیں میں نے ہم سے جبر کی کیفیت نہ پوچھ بس! یہ پل بھی بیتائے ہیں میں نے بھلانا تھا جن کو انہیں یاد رکھا جو نہ تھے بھلانے، بھلائے ہیں میں نے اتنی ہی دوریاں بڑھتی گئیں کہ جتنے فاصلے مٹائے ہیں میں نے غریبی سے نفرت جیسے ہے، بتائیے؟ کیا تقدیر کے حرف لکھائے ہیں میں نے قدر آنسوؤں کی کہاں تک تھی دہی

ہر اک پل جو آنسو بہائے ہیں میں نے کبھی سے گلے نہ شکایت ہے کوئی مقدر میں تھے غم، جو پائے ہیں میں نے کیا کریں گے ہم مسکرا کر اے امیرا خود پہ جو لوگ ہٹائے ہیں میں نے

محمد اصغر اسیر، انک سٹی

غزل

دل کا کیا قصور خدا نے حسن دیا ہے ایسا تیری ادائیں بے مثال تیرا چہرہ چاند سا جیسا تجھے بھول کے کیسے رہوں اکیلی دنیا میں تم کو بھول جانا ہرگز میرا کام نہیں ہے دنیا چاند اور ستاروں کی تیری طلب بھی کچھ نہ کر سکے تیرا رشتہ مانگنے سے خدا کو لگے گا کرڑوں پیسہ دیکھا تھا تجھے پہلی بار اپنی آنکھوں سے دل کو چین نہیں آیا کہ اب میں رہوں کیا کمال ہے مجھے تیرے شہر کی گلیوں میں گھومتا رہوں اس دنیا میں روکنے والا کوئی شخص ہے ایسا

لطیف کمال، کٹیج

غزل

شانہ شانہ ہو تم میرا تھوڑا کم ہوتے ہیں غم میرا کچھ کر کے دکھاؤ دنیا کو اپنی دلکش انداز سے صنم میرا دلبر مجھے چھوڑ کر مت جانا ساتھ نبھانے رہو آخری دم میرا چار دن کی زندگی ہے یہاں کا بہتر ہے اگر نہ ہوتا جنم میرا لطیف ہے یہ دنیا ایسا نہ ہو کہ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ صنم میرا

لطیف کمال تاجبان، ضلع کٹیج

غزل

مجھے تم سے پیار ہے دل میرا ہے قرار ہے غموں کے ڈھیر لگائے دل میں تیرے آنے کا انتظار ہے محبت ہو گئی ہے مجھے تم پر پیار کرنے سے تجھے انکار ہے کمال سو جاؤ اپنے بستر پر کہ تیرے موت کا دیدار ہے

☆☆☆

میرے بے قرار دل کو قرار نہیں آیا ہے سینوں موسم میں میرے لیے بہار نہیں آیا ہے جس لڑکی سے وعدہ کیا جینے مرنے کا اس کے ساتھ بھی میرا انتظار نہیں آیا ہے

ایس لطیف کمال، کٹیج

غزل

نہیں ہے کوئی اس دار جفا میں وفا کے لائق اس دار جفا میں ابھی وفا کی جو تھکتی نہیں ہوئی اس چیز کو کون جانے کیسے بکھے اے نادان جس چیز کی ابھی ابتدا نہیں ہوئی عجیب پاگل زمانہ ہے لیتے نام جو وفا کا اس خواب کو کون سچ سمجھے جس کی ابھی تعبیر نہیں ہوئی جفا کے اس بازار میں تمہیں ہے تلاش وفا کی نادان جس بازار میں اس مہک کی خطا نہ ہوئی عرقاب ہوئی ساری جوانی اسی دھن میں پر ابھی تجھے احساس جفا نہیں ہوئی نہ سمجھنے کے موضوع ہے نہ بوجھنے کی اے سخی بس قلم کی خطا ہوئی وقت کی ضیاع ہوئی

میر خان اینڈ سخی جان، کھوئی

بھارہ

ارجنٹ

مکینک نے ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا مجھے جاوے صاحب نے پانی کا ٹمک کرنے کے لئے بلایا ہے۔ صاحب خانہ نے جواب دیا۔ جاوے صاحب کو یہ مکان چھوڑے ہوئے تین ماہ ہو چکے ہیں۔ مکینک (غصے سے) عجیب لوگ ہیں پبلے ارجنٹ کام پر جاتے ہیں پھر فوراً ہی گھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

محمد نعمان پرنس۔ لاہور

اقوال زریں

✽ اللہ کی رحمت سے واپس ہونا کفر ہے۔
✽ خیالات اچھے ہوں تو انسان سکون سے رہتا ہے۔
انہم۔ حویلیاں ہزارہ

نور الدین محمد جہانگیر

✽ نور الدین کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد ہی اس کے بڑے بیٹے نے بغاوت کی تھی اس بیٹے کا نام خسرو تھا۔
✽ زنجیر عدل کی لہائی تیس گز اور یہ خالص سونے سے تیار کردائی گئی تھی۔
✽ مغل بادشاہ جہانگیر نے قیام عدل کے لئے جہانگیر کے کنارے سے لے کر شاہ رنج تک ایک زنجیر بندھوا رکھی تھی جس کا نام زنجیر عدل تھا۔
✽ نور الدین کی بیوی کا نام نور جہاں تھا۔
✽ نور جہاں کا اصل نام مہر النساء تھا۔
✽ جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا تھا۔
✽ ”تزک جہانگیری“ نور الدین جہانگیر کی تصنیف ہے۔
✽ نور الدین جہانگیر نے 1627ء میں وفات پائی۔

✽ جہانگیر کا مقبرہ لاہور میں ہے۔
✽ لاہور میں مقبرہ جہانگیر اور مقبرہ آصف خان شاہ جہان بادشاہ نے تعمیر کروائے۔
✽ نور الدین کی وفات کے بعد شاہ جہان مغل بادشاہ بنا۔
✽ نور محمد اسلم کاوش۔ سلا نوالی

قارئین! ہر انسان کو زندگی میں بے شمار دکھ ملتے ہیں، کچھ انسان سہہ جاتے لیکن بعض دکھ جان لیوا ثابت ہوتے لیکن پھر بھی انسان کو ثابت قدم رہنا چاہئے اور نہ ہی کسی سے شکوہ کرنا چاہئے۔ نامور شاعر جگر مراد آبادی (اصلی نام علی سکندر) اسی لئے فرماتے ہیں:

شکوہ تو بس اک چھیڑ ہے لیکن حقیقتاً
تراستم بھی تیری عنایت سے کم نہیں۔
بعض ایسے بھی حادثے پیش آتے ہیں کہ انسان، انسان ہو کر بھی انسان نہیں رہتا۔ ویسے میرے دوست محمد نزابت افشار نے کیا خوب کہا:

نہ کسی سے عشق کرو نہ کسی سے دل لگاؤ دوستو!
نا کام ہو کر مت خود کو زمانے کی انگلیوں کا نشان بناؤ
دوستو!
اس لئے اس شعر پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔
بایزید شاہ۔ فتح جنگ

ہنسنا منع ہے

✽ چینی عورت (پاکستانی سہیلی سے) میرے شوہر کا چلتے چلتے انتقال ہو گیا۔
✽ پاکستانی عورت (اوس ہو کر) بس بہن چائنا کی چیزوں کا یہی رونا ہے۔
✽ استاد پیارے بچو! وقت کی پابندی کرو۔
✽ شاگرد: سننے وقت کے مطابق پاپرانے وقت کے مطابق۔
✽ استاد: وہ کوئی چیز ہے جو شیر کی طرح گھر میں داخل ہوتی ہے اور زلزلے کی طرح باہر نکلتی ہے۔
✽ شاگرد: میرے بابا جان۔
حسن رضا۔ کالا باغ

رائیگاں

شوہر اور بیوی کے درمیان شدید جھگڑے کے بعد شوہر نے خودکشی کی ٹھان لی۔ چنانچہ وہ ہزار گیا اور زہر خرید لایا پھر بیوی کو دکھاتے ہوئے پھاٹک لیا۔ کافی دیر گزرنے کے بعد بھی وہ مرا نہیں، بس طبیعت ذرا سست ہو گئی۔ بیوی نے سر پیٹ کر کہا۔ سو بار کہا ہے کہ چیزیں دیکھ بھال کر خرید کر دو۔ اتنے پیسے بھی بیکار ہوئے اور جس کام کے لئے لائے وہ کام بھی نہیں ہوا۔

محمد نعمان پرنس۔ لاہور

✽ گلاب کے پھولوں کی 792 اقسام ہیں۔

✽ کبوتروں کی 280 اقسام ہیں۔

✽ دنیا میں پرندوں کی تقریباً 900 اقسام ہیں۔

✽ دنیا میں درختوں کی دو لاکھ 33 ہزار اقسام پائی جاتی ہیں۔

✽ ڈولفن مچھلی کی 600 اقسام ہیں۔

✽ ایتروں کی کل 8 اقسام ہیں۔

✽ جاپان کے ساحلی علاقے میں 45000 چینی گھڑ آباد ہیں۔ اس گھر میں 36 لاکھ چینیائیں آباد ہیں۔

✽ ایک اندازے کے مطابق دنیا میں 3064 زبانیں بولی جاتی ہیں۔

☆.....قاضی ایوب خان۔ ایک

سنہری باتیں

☆ خدا کا خوف عقل کی بنیاد ہے۔
☆ ست ہو کر گھر میں پڑے رہنے سے اور باہر نکل کر محنت کرتے کرتے تھک کر مر جانا بہتر ہے۔
☆ اچھے لوگ اچھی باتیں اور اچھے خیالات زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔
☆ زندگی میں آپ دو ہی اشخاص کو اہمیت دیتے ہیں ایک دوست دوسرا دشمن۔
☆ جو انسان اپنے خلوص کی قسمیں کھائے اس پر کبھی اعتبار مت کرو۔
☆ جل کر کباب ہونے کی بجائے کھل کر گلاب بن جاؤ۔
☆ جو بات دشمن کے سامنے مناسب مناسب نہیں، دوست کو بھی نہ بتاؤ۔

☆ کامیابی صرف ایک بار دروازہ کھٹکھٹاتی ہے۔
☆ ناکامی ترقی کا ذریعہ ہوتی ہے۔
☆ اگر خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو بھی خوش رکھو۔
☆ زبان کا دار کٹوار سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔
☆ دنیا کی محبت خطاؤں کا سرچشمہ ہے۔

☆.....احمد نجمی۔ کالا باغ

✽ اس پھول کی مانند رہنا سیکھو جو صرف کلیوں سے ہی نہیں بلکہ کانٹوں سے بھی پیار کرتا ہے۔ ہمیں اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنی چاہئے کیونکہ یہی کمزوریاں آگے چل کر ہماری ناکامیوں اور زوال کا بڑا سبب بنتی ہیں۔
✽ سب کچھ کھونے کے بعد بھی اگر آپ میں حوصلہ ہے تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے کچھ نہیں کھوایا۔
✽ عارضی خوشی کی خاطر دوسروں کے دلوں کو چھلنی نہ کرو۔

☆.....محمد علی رضا شیر شاہ۔ لاہور

سچے موتی

✽ دیانتداری کو کسی حال میں مت چھوڑو کیونکہ یہ کامیابی کا زینہ ہے۔
✽ عورت کی معصومیت اس وقت قابل دیدی ہوتی ہے جب وہ گود میں اپنے بچہ کو لئے سرکاری ہوتی ہے۔
✽ کتنے قیمتی ہیں وہ آنسو جو کسی کی مصیبت پر بہائے جائیں۔
✽ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو کسی کے دل کا سکون اور آنکھوں کا نور ہیں۔
✽ کتنی حسین ہے وہ آنکھ جو ہر کسی کو ایک نظر سے دیکھتی ہے۔
✽ دنیا میں ناکام وہی ہوتا ہے جس میں مستقل مزاجی نہیں۔

☆.....ذیشان شیر بہادر۔ چندور مانسہرہ

معلومات

✽ اس وقت دنیا میں جانداروں کی اٹھارہ لاکھ اقسام موجود ہیں۔
✽ دنیا میں چودہ ہزار مخلوقات ہیں۔
✽ دنیا میں خلیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔
✽ دنیا میں پندرہ سو اقسام کے پھول ہیں۔
✽ دودھ دینے والے جانوروں کی پینتالیس سو اقسام ہیں۔
✽ مگر چھوٹی کی تعداد 125 اقسام ہیں۔

آپ کے خطوط

نومبر کا شمار چھپیں اکتوبر کو ماریاض بھائی کی کی محسوس ہوئی اپنا لیزر دیکھا میں نے انیلہ غزل یعنی یاسین احمد کو مخاطب کیا تھا نہ کہ یاسین کو اف۔ ف۔۔ اب پلیر میرے خط کا یہ حصہ حذف نہ کرے گا کالاجاد اور مسوت کی منزل اچھی جارہی ہے خصوصاً کالاجاد اس کا انداز تحریر بہت اچھا ہے اور مجھے تحریر سے زیادہ انداز تحریر متاثر کرتا ہے تین چار کہانیوں کے علاوہ تمام کہانیاں پہلے سے شائع شدہ تھیں خطوط بھی بیشتر پرانے تھے اور اشعار اور غزلیں تو ہوتی ہیں پرانی ہیں یہ کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو خدا پر کچھ تو خیال کریں اور میری گزارش ہے پرانے قارئین سے کہ پلیر پلیر خوں خاک میں پھر سے لوٹ آئیں آج آسب کی خوں خاک کو ضرورت ہے عبداللہ حسن۔ فرید علی۔ رئیس برداران۔ راجہ عمر ایم فاروق۔ منیر حری۔ حیا اور ہانیہ۔ فاروق۔ ایم ذاکر زابد اللہ۔ رضا بلال۔ وقاص احمد حیدری۔ حماد ظفر ہادی۔ اسد شہزادہ لعل شاہ رخ خان۔ اختر جمال۔ شعیب شیرازی۔ احسان حرم عثمان غنی اور رابی خان اور بی بہت سے نام ہیں آپ لو پلیر لوٹ آئیے احسان حرم اور غلام بنی نوری دیگر ڈائجسٹ میں لکھ رہی ہیں تو پھر خوں خاک سے یہ بے حس کیوں نور ایم اسلم کاوش واپس آئے بھی تو مگر اب پھر غائب ہیں اگر یہ سب واپس آجائیں اور ادارے والے کچھ محنت کریں تو خوں خاک پھر پہلے جیسا ہو سکتا ہے بلکہ یقیناً ہو جائے گا پلیر آپ لوگ خطے شائع کیا کریں کہانیاں اور دیگر چیزیں بھی سچی بات ہے کہ اب خوں خاک کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے یاسین احمد کو بھی آنا چاہیے ریاض بھائی آپ ہی ان لوگوں کو واپس بلائیے کہ قادری سسر بھی آپ ہی کی وجہ سے واپس آئی ہیں اور میری درخواست ہے ادارے سے وہ پھر سے سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کریں۔ اور اگر میں ہر ماہ آپ سے ڈائجسٹ منگوانا چاہوں تو مجھے کیا کرنا ہوگا کتنے پیسوں کا مٹی آڈر کرنا ہوگا پلیر مجھے ضرور بتائیے گا اور میرے لیٹر پر غور بھی کیجئے گا۔ اس کی ترقی کے لیے دعا گو ہوں۔

ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔

خوں خاک کے لیے میرا یہ تیسرا خط ہے امید ہے اسے شائع کریں گے خوں خاک بہت ہی اچھا رسالہ ہے میرے پسندیدہ راسخز ریاض احمد۔ ایم اے راحت۔ امیر حسین۔ نورین خان۔ خالد شاہان۔ اور خلیل احمد ہیں مگر ان میں سے اب صرف ریاض احمد ہی لکھ رہے ہیں بانی سارے غائب ہیں اب جو لوگ لکھ رہے ہیں ان میں ریاض احمد کے علاوہ خواجہ عاصم پرنس کریم کرن کشور۔ تم قم نشاد اور ساحل دعا بخاری ہیں جو اچھا لکھ رہے ہیں میری دعائیں ان سب کے ساتھ ہیں ریاض احمد کی تو کیا بات ہے آپ کی کہانیاں بھلائی نہیں جاسکتیں یاسین احمد آپ بھی واپس آئیں انیلہ غزل خوب لکھ رہی ہو کوئی کہانی بھی لکھو نوشین خان تم کہاں غائب ہو لوٹ آؤ میں نے ایک کہانی لکھی ہے سسکتی روح اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اس سال کر دوں مجھے پتہ ہے کہ میں اچھا نہیں لکھ سکتی مگر آدی لکھتے لکھتے ہی راسخز بتا ہے ساحل دعا بخاری کی مثال آپ کے سامنے ہے اس کی کہانیوں میں کچھ خاص نہیں ہوتا تھا شروع کی کہانیاں تو بس گزارا ہوتی تھیں لیکن اب ان کی تحریروں میں اتنی جان آچکی ہے

کہ ادارہ نے ان کی قسط وار کہانی شائع کر دی جو ایک کامیاب سلسلہ رہی تھی جس پر ان کو ہر کوئی مبارک باد دے رہا ہے سمیت میرے گروہ آپ کی پسندیدہ راسخز بن سکتی ہے تو پھر میں کیوں نہیں بن سکتی۔ میں بھی بنوں گی اور یہ سب کچھ آپ کے تعاون سے ہی ہوگا۔ اگر آپ نے میرا یہ لیٹر شائع کر دیا تو میں اگلے ماہ اپنی سنوری بھیج دوں گی آخر میں سب کو سلام۔

مہرین گل۔ لاہور۔

ماہ نومبر کا خوں خاک ڈائجسٹ تین ماہ بعد مندرہ کے ایک بک سٹال پر دیکھا تو فوراً ہی خرید لیا تین ماہ بعد رسالہ ملنے کی جو خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے رسالے کا سرورق شاندار رہا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا جسے محمد الیاس اور طاہر رشید نے تحریر کیا۔ کہانیاں تمام راسخز حضرات نے بہت خوب لکھیں تھیں پھول اور کلیاں اور غزلیات اور شعری پیغام و میرے پسندیدہ اشعار کی تو کیا بات ہے خطوط کی محفل بھی خوب رہی محترم شہزادہ بھائی آج کافی عرصے کے بعد پھر اپنے پیارے رسالے خوں خاک کے لیے کچھ لکھنے کو دل چاہا اس امید کے ساتھ کہ پہلے کی طرح آپ میری حوصلہ افزائی کریں گے اور میری چھوٹی چھوٹی تحریروں کو خوں خاک ڈائجسٹ کے قیمتی صفحات میں ضرور جگہ دیں گے اس کے علاوہ کچھ راسخز خوں خاک سے دور دکھائی دے رہے ہیں جیسے ریاض احمد عمران رشید۔ رابی خان۔ وارث آصف ان کی تحریروں اب خوں خاک میں پڑھنے کو نہیں ملتیں بڑا مہربانی آپ لوگ خوں خاک کے لیے لکھیں آپ کی تحریروں کا انتظار کر رہے ہیں پڑھنے کے لیے غزلوں کی محفل میں انیلہ غزل۔ انصر محمود اینڈ ارشد محمود۔ منزل عارف اور متع ناصر کی بھی کمی محسوس ہوتی ہے آپ بھی واپس آجائیں خوں خاک کی محفل میں۔ آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت خوں خاک ڈائجسٹ کی تمام ٹیم اور قارئین کو خوشیوں بھری لمبی زندگی دے اور خوں خاک دن دگنی رات چوٹی ترقی کرے آمین۔

ایم غیر مظہر حسنی۔ تیکلیاں
سب سے پہلے تو آپ کو آپ کی ٹیم کو اور سب لکھنے اور پڑھنے والوں کو سننے والوں کو الغرض پورے پاکستان کو میری طرف سے السلام علیکم۔ اس دفعہ حاضری کوئی آٹھ نو ماہ کے بعد لکھ رہا ہوں یہ تو نہیں بتاؤں گا کہ کیوں دور رہا آپ لوگوں سے بہر حال اس غیر حاضری پر معذرت قبول کیجئے۔ جولائی کا شمارہ لیا سب سے پہلے اسلامی صفحہ عثمان اور خلیل نے لکھا بہت خوب ایمان تازہ ہو گیا اور اللہ پاک آپ کو اس کی جزا بھی دے گا پھر خطوط پڑھے ریاض احمد نے بھی غیر حاضری کا کہانیانی لوگوں نے بھی اعتراض کیا تو میں ہم ایک بار پھر حاضر ہو گئے ہیں اور جلد ہی کہانی بھی لکھیں گے غزلیں کچھ کم تھیں اور ان کا معیار بھی کم تھا شعر زیادہ تھے اور معیار بھی اچھا تھا اپنے بھی تین چار اشعار پڑھنے کو ملے کہانیوں میں خواجہ عاصم کی کہانی پڑھی کالاجاد اچھی کہانی تھی مجھے امید ہے کہ آپ بہت اچھے لکھاری بنیں گے پھر موت کی منزل پرنس کریم کی اچھی جارہی ہے کہانی مزا آیا پڑھ کر بانی کہانیاں بھی اچھی ہوں گی ابھی پڑھنی ہیں سب کو میری طرف سے نیا سال مبارک۔

محمد وقاص احمد حیدری۔ سہگل آباد
تازہ شمارہ پڑھا اچھا لگا مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ میرے کہنے پر کئی دوستوں نے پھر سے خوں خاک کی محفل میں حاضری دینا شروع کر دی ہے یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے امید ہے جو دوست ابھی تک اس رسالے سے دور ہیں وہ بھی جلد لوٹ آئیں گے۔ آپ ساتھیوں سے دور رہا ہوں لیکن خطوط میں لکھتا رہا ہوں اور اپنے تاثرات آپ ساتھیوں تک پہنچاتا رہا ہوں لیکن لکھنا ضروری ہو گیا ہے کیونکہ میرے ساتھیوں نے بار بار مجھے

لکھنے کو کہہ دیا ہے اور آپ ساتھیوں کے لیے تو میں لکھتا تھا اور لکھوں گا ایک قسط وار سلسلہ تلاش عشق لکھ دیا ہے جو اسی ماہ آپ کو پڑھنے کو مل رہا ہے میں اس میں کتنا کامیاب ہوا ہوں مجھے اپنی رائے سے نواز دینے گا۔ میرا ہنر بدل جانے سے کچھ ساتھیوں کو بہت مشکل ہوئی جس کے لیے معذرت خواہ ہوں اسی سنوری کے ساتھ میرا ہنر بے امید ہے سب کے ساتھ رابطہ بحال ہو جائیگا اور پھر ہم سب ویسے ہی ایک ساتھ چلیں گے جیسے چلتے رہے تھے۔ جو جو ساتھی اس میں لکھ رہے ہیں بہت اچھا لگ رہا ہے اور جو نہیں لکھ رہے ہیں شاید وہ بھی اب جلد لکھنا شروع کر دیں۔ محمد ذاکر ہلاں کو رسالے میں لکھنے پر ویلکم کہتا ہوں اور محمد وقاص احمد حیدری سہگل آباد اور ایم عمیر مظہر سی کو بھی ویلکم کہتا ہوں اور میری نظریں ابھی بھی ان ساتھیوں کو ڈھونڈ رہی ہیں جو اس رسالے میں اہم کردار ادا کرتے رہے تھے امید ہے کہ وہ میرا ایئر پڑھنے کے بعد جلد لوٹ آئیں گے۔

نمبر کا شمارہ پڑھا بہت اچھا لگا میں کچھ ماہ تک رسالے سے دور ہا لیکن مجھے ایک بار پھر اس میں حاضری دینا پڑی کیونکہ مجھے اپنے قارئین کا پیار اس میں دوبارہ لے آیا ہے میں نے ایک سنوری طبعی ٹوپی ارسال کر دی ہے جو امید ہے کہ جلد آپ کو پڑھنے کو مل جائے گی یہ طویل سنوری بھی سو میں نے اس کو دو حصوں میں کر دیا ہے تاکہ دوسرے رائٹرز کو بھی جلد مل سکے۔ باقی مزید میں اس میں اپنے تبصرے کے لیے لیٹر لکھوں گا۔ اب اجازت چاہوں گا۔ سب کو سلام۔

نمبر کا شمارہ پڑھا بہت ہی اچھا لگا مجھے خوشی ہوئی ہے کہ مجھے ہر ماہ اس میں شامل کیا جاتا ہے اور یہ سب قارئین کی محبت ہے کہ وہ میری بھرپور حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور مجھ میں لکھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ ریاض احمد کے کہنے پر کئی قارئین رسالے کی محفل میں واپس لوٹنے چلے آ رہے ہیں ہم سب ہی انکو ویلکم کہتے ہیں اور اب محفل میں پھر سے ایک نکھار پیدا ہو جائیگا۔ وہی رونقیں واپس لوٹ آئیں گی جو رنڈھ گئی تھیں یہ سب ریاض احمد کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ان کی کال پر ہر کوئی اس میں حاضری دیتا جانے لگا ہے اس بار سب کہانیوں نے مزاد یا امید ہے کہ ساحل دعا بخاری اب کوئی نئی سنوری کے ساتھ ہمیں حفوظ کریں گی۔ اور ریاض احمد سے بھی کہوں گی کہ وہ بھی اب کچھ لکھ دیں اور اقراء بہن بھی لکھنے کو کہہ دیا ہے ہمیں ان کی واپسی کا انتظار ہے باقی سب کو سلام تول ہو۔

نمبر کا شمارہ پڑھا بہت ہی اچھا لگا گو کہ اس میں کچھ کمی ہے ابھی یقیناً وہ بھی دور ہو جائے گی۔ میری کہانی کو پسند کرنے کا بہت شکر یہ اور اب میں ایک اور کہانی لکھ رہی ہوں جو جلد آپ کو پڑھنے کو مل جائے گی۔ وہ کہانی بھی پوری طرح سحر میں ڈوبی ہوئی۔ ریاض احمد جو میرے فیورٹ رائٹرز ہیں ان کو کہا بھی تھا کہ وہ بھی لکھیں اور انہوں نے لکھنے کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن وہ اپنا وعدہ کب پورا کرتے ہیں یہ دیکھ رہی ہوں۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ خوںفک کے سبھی قارئین ان کی تحریروں کو پڑھنے کے لیے بے چین ہیں ان کے دم سے ہی تو رسالے میں رونق تھی امید ہے کہ وہ میرا ایئر پڑھ رہے ہوں گے۔ باقی سب کو سلام۔

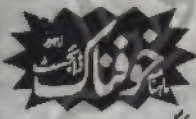
نمبر کا شمارہ پڑھا۔ اچھا لگا۔ میری کہانی سحرانہ آنکھیں کو شائع کرنے کا بہت شکر یہ میں رسالہ خوںفک

پڑھتی رہی تھی لیکن اس میں لکھنے کا جنون آپ لوگوں کو دیکھ کر پیدا ہوا اور جن قارئین نے میری تحریر سحرانہ آنکھیں کو پسند کیا ان سب کا میں شکر گزار ہوں اور اب مزید لکھتی رہوں گی میں نے ایک کہانی تیار کر لی ہے جو جلد آپ کو بھیج دوں گی امید ہے امید ہے کہ میری اس کہانی کی طرح اس کو بھی آپ میری آنے والی کہانی کو بھی پسند کریں گے میں نے اس کہانی پر بہت محنت کی ہے یہ ایک ایسا موضوع ہے جو آج تک رسالہ میں شائع نہیں ہوا ہے اور یقیناً آپ کی دلچسپی کا باعث بنے گا۔ باقی اس ماہ شائع ہونے والی تمام کہانیوں نے بہت مزاد یا اور امید ہے کہ لکھاری اسی طرح لکھتے رہیں گے اور ہم سب کو اپنے قلم کے سحر میں جکڑے رہیں گے۔ سب کو سلام۔

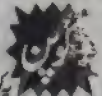
نمبر کا شمارہ پڑھا بہت اچھا لگا مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ جواب عرض کی طرح خوںفک کے قاری بھی میری کہانیوں کو پسند کرنے لگے ہیں لکھنے کا مجھے بہت شوق ہے اور میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھتی رہوں گی۔ میں آج کل اپنی شاعری کی ایک شائع کروانے کے لیے محنت کر رہی ہوں دعا کریں کہ میں کامیاب ہو جاؤں میں شاعرہ بھی اب رائٹر بھی بن گئی ہوں شاعری کے ساتھ ساتھ کہانیاں لکھنا بھی مجھے اچھا لگتا ہے اور یہ سب جواب عرض اور خوںفک ادارہ کی نوازش ہے کہ وہ مجھے مسلسل شائع کرتے ہیں اور میرے شوق کو پورا کرتے جارہے ہیں ان کی حوصلہ افزائی سے ہی میں آگے بڑھتی جا رہی ہوں ایک کہانی تیار کر رہی ہو جو بہت جلد مکمل ہو جائے گی اور پھر وہ کہانی یقیناً آپ کو اپنے سحر میں جکڑے رکھے گی اس بار سب کہانیوں نے مجھے اپنے جادو بھرے قلم میں ڈوبائے رکھا بہت ہی مزاد یا کہانیاں پڑھنے کا بس اسی طرح محنت کرتے رہیں دیکھنا ایک دم کامیابی آپ کے قدم چومے گی باقی میری طرف سے سب بہن بھائیوں کو سلام۔

نمبر کا شمارہ پڑھا بہت اچھا لگا میں کچھ کمی ہے کہ مجھے ہر ماہ اس میں شامل کیا جاتا ہے اور یہ سب قارئین کی محبت ہے کہ وہ میری بھرپور حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور مجھ میں لکھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ ریاض احمد کے کہنے پر کئی قارئین رسالے کی محفل میں واپس لوٹنے چلے آ رہے ہیں ہم سب ہی انکو ویلکم کہتے ہیں اور اب محفل میں پھر سے ایک نکھار پیدا ہو جائیگا۔ وہی رونقیں واپس لوٹ آئیں گی جو رنڈھ گئی تھیں یہ سب ریاض احمد کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ان کی کال پر ہر کوئی اس میں حاضری دیتا جانے لگا ہے اس بار سب کہانیوں نے مزاد یا امید ہے کہ ساحل دعا بخاری اب کوئی نئی سنوری کے ساتھ ہمیں حفوظ کریں گی۔ اور ریاض احمد سے بھی کہوں گی کہ وہ بھی اب کچھ لکھ دیں اور اقراء بہن بھی لکھنے کو کہہ دیا ہے ہمیں ان کی واپسی کا انتظار ہے باقی سب کو سلام تول ہو۔

نمبر کا شمارہ پڑھا بہت اچھا لگا تمام کہانیوں نے بہت مزاد یا کلا جادو ایک اچھا موضوع تھا امید ہے آئندہ بھی عاصم بھائی لکھیں گے اور ہمیں اس جیسی تحریر سے نوازیں گے ان کے قلم میں واقعی ایک رائٹر کی جھلک دکھائی ہے جو دل کو بھگائی ہے۔ اسی طرح ساحل دعا بخاری اور تم نم نشاد بھی رسالے میں چھائی ہوئی ہیں ان کے قلموں میں ایک حقیقی سحر دیکھنے کو مل رہا ہے امید ہے کہ خوںفک کے لیے سب اسی طرح محنت کرتے رہیں گے۔ عائشہ عرفی کی سحرانہ آنکھیں واقعی سحرانہ آنکھیں بن کر ابھری ہے لگتا ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں پر ہی یہ تحریر لکھ دی ہے مذاق کر رہا تھا۔ باقی میری طرف سے سب کو سلام۔ محمد سعد۔ لاہور



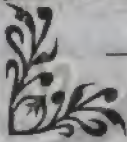
یہ شعر مجھے پسند ہے



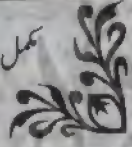
یہ کوہن کاٹ کر میں ارسال کریں نام آپ کا شعر "فونک ڈائجسٹ" میں شائع کریں گے۔
اس کو پن میں اپنا پسندیدہ شعر لکھ کر میں ارسال کریں۔ شعر معیاری ہو غیر معیاری شعر شائع نہیں کیا جائے گا۔

نام _____ شہر _____ فون نمبر _____

صراحتاً شعر



کمل پتہ



فونک ڈائجسٹ
کوہن

مہترین شعرا اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے شعر لکھا گیا ہے اس کا نام و مقام

نام _____ شہر _____

شعر

شعر بھیجنے والے کا نام _____ شہر _____